

دیوانِ محب

طبع نزاو

خادم نسوان محب حسین مدیر رسالہ معلم نسوان

و مترجم کتب امیر علی ٹھک پہلا جرم وغیرہ وغیرہ

۱۹۰۳ء

باہتمام محمد ابراہیم خان اکبر آبادی 199۹

مطبعہ سید حسین دکن میں چھپا

نذر

میں اپنی اس ناچیز تصنیف کو ایک معزز مسلمان پرودہ نشین خاتون کی خدمت
میں بغرض نذر پیش کرتا ہوں جن کے علم و فضل اور مذاق فلسفی کو میں بڑی عزت
کی نظر سے دیکھتا ہوں۔ اُمید ہے کہ یہ معزز خاتون اپنی لیاقت اور علم
سے کبھی اپنی مسلمان بہنوں کو فائدہ پہنچائیں گی۔ اور اپنی قوم کی مستورات
کے لئے وہ اپنے آپ کو بطور ایک اعلیٰ نمونہ کے پیش کریں گی۔

خادمِ نساوان
محبت حسین



غزل کے لغوی معنی عورتوں سے عشق اور باتیں کرنے کے ہیں اور اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ غزل میں معشوق کا حسن و عشق - اسکے خال و خط کی تعریف - وصل کی خوشی - ہجر کا رنج و غم - اسکے جو روجھا - تازہ انداز - اسکی بے پروائی اور بے رحمی - اسکی بے نوشی اور عاشق کی آوارگی - شہیدہ سری - غلک کج رفتار کے ظلم و ستم اور مفارقت یار کے رنج و الم بیان کے جہاں میں - یہ ہیں لغوی اور اصطلاحی معنی غزل کے جسکے مطابق آجکل تقریباً تمام اردو کے دیوان لکھے جاتے ہیں اور شعراے ہند غزل کا یہی موضوع سمجھتے ہیں گو ابتدائی زمانے میں جبکہ غزل کا رواج شروع ہوا ہو گا شاید غزل عورتوں کے حسن و عشق ہی میں محدود رہی ہوگی - مگر فارسی اساتذہ کے دواوین کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ دراز سے غزل میں ہر قسم کے مضامین (فلسفیانہ - نصیحتانہ - اخلاقیات - عبرت انگیز وغیرہ) باندھے جاتے ہیں اور اردو کے بعض مستند شاعروں کے ماکیزہ کلام میں بھی ہر رنگ کا شعر پایا جاتا ہے - بعض شعرا نے تو غزل کو اپنے اپنے اوق خاص کے لئے مخصوص کر لیا ہے چنانچہ میر تقی میر اور مرزا دبیر نے غزل ہی کا

نامِ سلام رکھ کر اس میں واقع کر بلا کے متعلق ہر طرح کے درانگیز اور رقت خیزہ
 مصنائیں باندھے ہیں۔ اہل معرفت یعنی صوفیائے کرام نے بھی غزل ہی کو اپنے
 وجد میں لانے والے خیالی اور ربانی مصنائیں کے لئے منتخب فرمایا ہے اور اسی
 میں بجائے عورت کے اس معشوق حقیقی کے مختلف جلوں اور رنگوں کو ظاہر کیا ہے
 جو دنیا کی ہر چیز میں جلوہ گر ہے ہمارے اس زمانے کے مشہور جدید طرز کے شاعر ہند
 سوا کا الطاف حسین حالی نے بھی غزلوں ہی کے ذریعہ سے اپنے دیوان میں اکثر تمدنی
 خرابیوں کی سچی تصویر کھینچی ہے اور قوم کی محبت اور ہمدردی کی طرف ترغیب تحریریں
 دلائی ہے ان نامِ واقعات پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ غزل کا
 دائرہ بہت وسیع ہے اور اس میں ہر قسم کے مصنائیں باندھے جاسکتے ہیں مگر افسوس
 ہے کہ اس وسیع دائرے کو اس زمانے کے اردو شاعرین نے بہت ہی تنگ کر دیا ہے
 اور وہ غزل کو صرف عورتوں کے حسن و عشق ہی کے لئے مخصوص جانتے ہیں اور اصل
 و بھر کے مصنائیں کے سوا اور دنیا کی کسی اور حسین چیز کو چشمِ بصیرت سے نہیں دیکھتے بہان
 پر ہم افسوس کے ساتھ اس بات کو ظاہر کئے بغیر رہ نہیں سکتے کہ اس زمانے کے بعض
 اردو شاعرین کے عشقیہ مصنائیں فحش کی حد تک بھی پہنچ گئے ہیں۔ جنہیں عورتیں
 تو درکنار مہذب مرد بھی پڑھنا گوارہ نہیں کرتے۔ اے کاش ان نامہذب خیالات کی
 اشاعت کے جگہ اگر کوئی مفید قوم خیالات شائع کئے جاتے تو اس شاعری سے
 کیا کچھ فائدہ ملک و ملت کو حاصل نہ ہوتا۔ اور نو جوانوں میں عورتوں کے عشق کی بجا
 بہت کچھ محبت قوم و ملک جوش زن ہوئی۔

غزل کے وسیع دائرے کے خیال سے اپنے نابھیر خیالات کو جنہیں

عورتوں کے حسن و عشق سے کوئی تعلق نہیں۔ غزلوں کے ذریعہ سے ظاہر کرنے کی جرات کی ہے۔ مگر پھر بھی شاعری کے موضوع عام کو ماتہ سے جانے نہیں دیا ہے۔ ہمیں عورتوں کے حسن و عشق خط و خال اور وصل و ہجر کے عوض ان کی مخصوص مصیبتوں اور لاعلاج دروون کو بیان کیا ہے اور بجائے عشق کے جذبات کے ان کے ساتھ ہمدردی اور غمخواری کے جذبات کو دکھایا ہے اور ان کے رنجوں اور تکلیفوں کی سچی تصویر اس غرض سے کھینچی ہے کہ ان مظلومات ہند کی حالت زار پر لوگوں کو رحم آئے اور وہ بلائے قید و دام سے رہائی پائیں۔

یہاں پر ہمارے سمجیدہ دوست یہ اعتراض کر سکتے ہیں کہ جب تک دنیا میں یہ مرد اور عورتیں موجود ہیں۔ اسوقت تک یہ حسن و عشق کے جذبات بھی پائے جائیں گے۔ اور ان کے بیان سے انسان کو ایک خاص دلچسپی اور لذت حاصل ہوتی ہے گی۔ پھر کیا وجہ ہے کہ غزل کا موجودہ عشقیہ مذاق بظہر حقارت دیکھا جاتا ہے۔ اس اعتراض کا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ واقعی ایسا ہی ہے۔ مگر عشق ایک حیوانی جذبہ ہے جو انسانوں کی بہ نسبت حیوانوں میں زیادہ پایا جاتا ہے اور جن انسانوں میں جس قدر عقل کی کمی ہوتی ہے۔ اسی قدر ان میں یہ عشق اور دوسرے حیوانی جذبات (غصہ خوف۔ بعض حسد وغیرہ) زیادہ پائے جاتے ہیں۔ برخلاف اسکے جن انسانوں میں عقل اور قوائے ادراکی و ملکوتی زوردار ہوتے ہیں ان میں عشق کا تو نام بھی پایا نہیں جاتا اور دوسرے قوائے حیوانی اور خواہشات نفسانی بھی نہایت کمزوری کی حالت میں دیکھے جاتے ہیں کیونکہ قوائے عقلی و حیوانی میں ایک عام مخالفہ ہے۔ ایک کی زیادتی سے دوسرے کا کم ہونا لازمی ہے۔ علاوہ ازیں انسان میں سب سے پہلو قوائے حیوانی ظاہر ہوتے ہیں اور جو

بخود بغیر کسی اکتساب کے ترقی کرتے ہیں۔ برخلاف اسکے قوائے عقلی محتاج تقسیم و اکتساب ہیں بد قسمتی سے جن اشخاص کو تعلیم و تربیت نصیب نہیں ہوتی اور جن کے خود رو قوائے حیوانی بے روک ٹوک چھوڑ دئے جاتے ہیں ان میں قوائے عقلی اور ملکوتی (فکر، رحم و کرم وغیرہ) بہت کمزور ہوتے ہیں۔ اور ایسے انسان حیوانوں سے بھی زیادہ پست اور حقیر بلکہ مضمر قلائق بھی ہوتے ہیں۔

ان عام واقعات سے جنہیں ہر ایک فرد بشر بذات خود مشاہدہ اور تجربہ کر سکتا ہے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابتداءً زندگی سے انسانوں کے قوائے عقلیہ کے اوجھارنے اور قوائے حیوانیہ کے دبانیے اور روکنے کی سخت ضرورت ہے۔ برخلاف اس کے اگر کسی ملک یا قوم میں انسان کے جذبات شہوانی اور قوائے حیوانی اشتعال انگیز شاعری اور عشق خیر نادوں اور فنانوں کے ذریعہ سے اوجھارے جائیں گے اور ان کے قوائے عقلی کی ترقی کا کوئی وسیلہ موجود نہ ہوگا۔ تو ضرور وہاں کے انسان حیوانی افعال اور شیطانی حرکات میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اور رات دن فحش و فجور کا بازار گرم رہے گا برائیان اور بد خلقیان مہیوب سمجھتی جائیں گی اور نیکون اور خوش خلقیتوں کو کوئی آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھے گا۔ ہر شخص کی غلت زندگی صرف حصول لذائذ حیوانی ہوگی اور تمدن اور اخلاق کا وہ سلسلہ جس کے رشتہ میں ایک قوم یا ملک کے آدمی بندے ہو تہیں ٹوٹ جائے گا اور پھر بربادی ملک و قوم اس کا لازمی نتیجہ ہے اخلاقی اور اعمال کی تباہی سے انسان حیوانوں سے بھی زیادہ پست اور حقیر ہوتا ہے ہیں اور پھر وہ ان قوموں کے شکلا بن جاتے ہیں جو ان سے قوائے عقلی اور تہذیب اخلاقی میں زیادہ ہوتی ہیں۔ اور اس کا لازمی نتیجہ ابدی غلامی اور ذوال نعمت آزادی ہوتا ہے جو ہر ایک جاندار کا فطری

حق ہے۔

ہمارے اس خیال پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ آجکل کی ترقی یافتہ مہذب قوموں میں بھی تو عشقیہ نظمیں اور ناولین شائع ہوتی ہیں۔ پھر وہ ان کیوں نہیں یہ خطرناک نتیجے پیدا ہوتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ان حسن و عشق کی ناولوں اور عشقیہ نظموں کے لکھنے سے عامہ خلایق کو کوئی نفع نہ کوئی فائدہ پہنچایا جاتا ہے اور ان کے لکھنے کی غرض کسی بُرائی کا دفع کرنا اور لوگوں کو اس سے نفرت دلانا ہوتی ہے۔ کوئی نظم تو اس غرض سے لکھی جاتی ہے کہ مفلسوں کی تباہ حالت درست کی جائے اور کسی کا مقصود یہ ہوتا ہو کہ امر کے اخلاق و رویہ کی اصلاح ہو اور سوسائٹی میں عیب بڑھنے نہ پائیں۔ الغرض وہ ان جذبات و حیوانی اسطرح سے بیان کئے جاتے ہیں کہ جس سے بعض کسی اشتغال و تحریک کے خور و انہین جذبات سے انسان کو متنفذ پیدا ہو۔ کیونکہ ہر قسم کے علم سے انسان کو فائدہ ہی حاصل ہوتا ہو اور ہر طرح کے واقعات کے دنیا کو نفع پہنچتا ہے۔ جب کوئی برا فعل اسطرح سے بیان کیا جائے گا کہ وہ بُرا ہے تو ضرور اس کے سننے یا پڑھنے سے انسان کو فائدہ پہنچے گا اور وہ اس بُرائی سے خبردار ہو کر اس سے محفوظ رہے گا۔ اس موقع پر سعدی صاحب کا یہ جملہ بھی یہاں لکھنے کے لائق ہے اور کیا خوب کہا ہے کہ ادب از کے اموصفتی ہے گفت از بے ادبان۔ برخلاف اسکے ہماری عشقیہ شاعری اور ناولوں میں اکثر حیوانی جذبات کو صرف اشتغال انگیز پیرایہ میں بیان کیا جاتا ہے جس سے بعض کسی اخلاقی فائدہ کے لوگوں کو ایک قسم کی مصرت پہنچتی ہے اور نوجوانوں کے قواسمے حیوانیہ میں ایک جوش اور ابھار پیدا ہوتا ہے۔ دیوانوں کی اکثر غزلوں کا یہ اثر دیکھا گیا ہے کہ ان کے پڑھنے والے نوجوان اشخاص کبھیوں پر عاشق ہو جاتے

ہیں اور اپنی زندگی کو برباد کر دیتے ہیں۔ عورتوں کے عشق اور عاشقوں کی شوریہ و سحر اور دیوانگی کو عورت کی نکاح سے دیکھنے لگتے ہیں اور بالآخر خود اس بلا میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ یہ ہیں نتیجے دونوں ملکوں کی شاعری کے جنہیں ہم نے یہاں بیان کیا۔

ہم یہ نہیں کہتے ہیں کہ آج کل کے تمام اردو شاعروں کا کلام جذباتِ حیوانی کو نشانہ بن کر نپوٹا ہے۔ مگر بعض شاعروں کی غزلوں کا یہ اثر تو مسلم مانا گیا ہے اگر ہمارے ملک کے کہنے مشق شاعر اس عشقیہ شاعری کا صرف تھوڑا سا پہلو بدل دیتے اور لوگوں کے اخلاقی فائدہ کا لحاظ رکھتے تو اس سے ہماری قوم کو کیا کچھ فائدے نہ پہنچتے انہیں چاہئے تھا کہ اپنی پاکیزہ نظموں کے وسیلہ سے اہل ہند کے اخلاق و عادات درست کرتے بہت سی تکلیف و دوسوں کو اذیت دے اور انسانی تمدن کو اپنے بے بہا کلام سے مختلف قیمتی فائدے پہنچاتے۔

تہذیب و متانت کے ساتھ عورتوں کے حسن و جمال کو بیان کرنا اور حیوانی جذبات کو دکھانا کوئی بری بات نہیں بشرطیکہ اس سے اخلاق پر اچھا اثر پڑتا ہو۔ اور عامہ خلایق کو کوئی فائدہ بھی نہ پہنچتا ہو یا عشق کے جذبات انسانی فطرت پر روشنی ڈالنے کے لئے دکھائی جائیں۔ مگر افسوس کے ساتھ یہاں اس بات کا اظہار کیا جاتا ہے کہ اس زمانے میں اکثر اردو زبان کے شاعر عورتوں کے حسن و جمال عشق و وصل و مجاہد کے بیان میں امور مذکورہ بالا کو ملحوظ نہیں رکھتے۔ اور تہذیب و شایستگی کی حمد سے گزر جاتے ہیں اور بعض اوقات تو بچاری عورتوں کی نیکی تصویریں مشاعروں کے جلدوں میں سب کے سامنے لا کر کھڑی کر دی جاتی ہیں جس سے بعض نو مہذب اور نئی روشنی کے تعلیم یافتہ اشخاص اس شاعری ہی سے نفرت کرنے لگے ہیں۔ اور ایسے مشاعروں میں جانے اور ایسی غزلوں

کے سننے اور پڑھنے سے اجنباب کرتے ہیں۔ اس عام نفرت کا ثبوت ہمیں مندرجہ ذیل واقعات سے بخوبی ہوتا ہے اور وہ یہ ہیں۔

(۱) گذشتہ زمانے کی بہ نسبت اب شاعر سے بہت ہی کم ہوتے ہیں اور مہذب اور لائق اشخاص ان میں بہت ہی کم جاتے ہیں۔

(۲) گلہ ستون کی اشاعت روز بروز کم ہوتی جاتی ہے۔ اور ان کے خریداروں کی اس قدر کمی ہے کہ وہ بہت ہی قلیل عرصہ کے بعد بند ہو جاتے ہیں۔

(۳) ان مقبول دیوانوں کے سوا جن کی غزلیں کسمپوں اور قولوں کے کارآمد ہیں اور کوئی نئے طبع شدہ دیوان فروخت نہیں ہوتے۔ اور ان کے کہنے والے گنما می اور کس پھر سی کی حالت میں پڑے رہتے ہیں۔

(۴) عام طور پر اس زمانے میں لائق اشخاص اردو کی غزلوں کو آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے اور بجز چند مشہور و معروف شاعروں کے اور کسی کا کلام فروخت نہیں ہوتا۔ گو وہ کیسا ہی اچھا کیوں نہ ہو۔

شاعری موسیقی اور مصوری فنون لطیفہ ہیں اور جب تک انسانی سوسائٹی دنیا میں قائم ہے ان چیزوں کا بھی کم و بیش مذاق باقی رہے گا۔ شاعری بہ نقضہ عمدہ جمیر ہے اگر سوسائٹل کی وجہ سے وہ قابل نفرت نہ بنا دی جائے اس زمانہ میں جبکہ مغربی خیالات نے ہندوستان میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا ہے اردو کی شاعری میں بھی ایک بن تبدیلی نظر آتی ہے۔ اب پرانی نیشانی شاعری متروک اور اسکی جگہ مغربی شاعری قائم ہوتی جاتی ہے اور شاعروں کے مذاق میں بھی بہت کچھ فرق آگیا ہے۔ اکثر اردو شاعر اب صاف صاف عورتوں کی ہر ہند تصویر اپنی غزلوں

میں کہیں پنا معیوب سمجھنے لگے ہیں اور انکے کلام میں امتثالت اور سنجیدگی بڑھتی جاتی ہے۔ امید ہے کہ ہندوستان میں جس قدر تعلیم عام ہوتی جائے گی اور مغربی خیالات پھیلنے لگیں گے اس قدر عام مذاق شاعری میں بھی اصلاح ہوتی جائے گی۔ اور اسکا ثبوت یہ ہے کہ اب اخباروں اور رسالوں میں پرانی گندی غزلوں کے عوض مفید قوم اور پاکیزہ نظمیں شائع ہونے لگی ہیں۔ جو اخلاق و تمدن کو بہت کچھ فائدہ پہنچائیں گی اور جن سے تدریج قوم کا موجودہ مذاق شاعری بھی پاکیزہ ہو جائے گا۔

لیکن جو انقلاب موجودہ اردو کی شاعری میں مغربی تعلیم کے اثرات سے پیدا ہو رہا ہے اس کا وہ رخ بھی ہمیں انصاف کے ساتھ دیکھنا چاہیے جس نے قدیم ایشیائی طرز بیان کو جو یورپ کے طرز بیان سے بہت ہی زیادہ بلند پایہ تھا بہت کچھ نقصان پہنچایا ہے ہم افسوس کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس زمانہ میں اہل یورپ کی تقلید بہت کچھ بے سوچے سمجھے کی جا رہی ہے اور ہماری شاعری کا وہ قدیم طرز بیان جو صدیوں کی جانفشانی اور عرق ریزی کے بعد ہمارے پرانے عربی اور فارسی شاعروں نے پیدا کیا تھا برباد کیا جا رہا ہے اور اسکی جگہ آنکھیں بند کر کے وہ نامطبیع روکھا پھیکا ادبلی کھچری دلا مذاق قائم ہو رہا ہے جو نئی شاعری کے نام سے موسوم ہے اس میں کوئی کلام نہیں کہ ایشیائی شاعری کا طرز بیان یورپ کی شاعری کے طرز بیان سے زیادہ دلچسپ بلند مرتبہ اور ہماری طبیعتوں کے مناسب ہے۔ یہ سراسر طاقت ہے کہ کوئی شخص اپنے باغ میں سے اپنے وطنی گلاب کے خوشنما اور خوشبودار درختوں کو تو اکھاڑ کر پھینک دے اور ان کی جگہ دوسرے ملک کے ادنیٰ درجہ کے کرٹن اور خشکی گھاس پھوس کے درخت لگا لگائے محض اندھی تقلید ہمیشہ ہر ایک فن کو مصرت پہنچاتی ہے اور یہ

اسی اندھی تقلید کا نتیجہ ہے کہ عمدہ طرزِ بیان اور بندشوں کے اعتبار سے اب ہماری شاعری تنزل کر رہی ہے اور اپنے اس پرانے قابلِ فخر طرزِ بیان کو خراب کرتی جاتی ہے جو اس لائقِ تہاکہ اہلِ یورپ کے شاعر اس کی تقلید کرتے۔

کسی خاص طرزِ بیان کو برسوں کی محنت میں کوئی خاص ملک اور وساطت پیدا کرتی ہے جو اس ملک و قوم کے لئے مطبوع و موزون ہو جاتا ہے۔ برخلاف اسکے ہر ایک جدید طرزِ بیان مدتوں تک لوگوں کی طبیعتوں کو اجنبی اور ناپسندیدہ رہتا ہے۔ ایک ہندو کے آدمی کو جو اپنے ملک کے گانے بجانے میں لطف آتا ہے وہ یورپ کے باجون اور گانے سے ہرگز نہیں حاصل ہوتا۔ حالانکہ اب یورپ کا علم موسیقی بہت کچھ ترقی کر گیا ہے۔ اسی طرح ایشیائی شاعری کا طرزِ بیان ہمارے طبائع کو واقعی نہایت ہی خوشگوار اور یورپ کی شاعری کا طرزِ بیان بہت کچھ ناگوار ہے۔

اسی خیال سے ہم نے قدیم ایشیائی طرزِ بیان کو قائم رکھا ہے اور اس قدیم رنگ میں جدید مغربی خیالات کو رنگنے کی کوشش کی ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ ہم اس کوشش میں کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں اس کا تصفیہ ہمارے ناظرین کے ذمہ ہے۔

اس دیوان میں جبکی اشاعت کی تحریک ہمارے فرزند صادق حسین کی جانب سے عمل میں آئی ہے۔ اکثر وہی پرانی غزلیں ہیں جو وقتاً فوقتاً رسالہ معلمِ نسوان میں شائع ہو چکی ہیں۔ مگر اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ نظر ثانی سے وہ بہت کچھ نئی ہو گئی ہیں۔

ان کے سبب ابھی سے غزلیں جدید بھی ہیں جو ابھی تک شائع نہیں ہوئی ہیں۔ ان غزلوں کے لکھنے میں ہمیشہ یہی ہماری کوشش رہی ہے کہ عمدہ عمدہ کا لہجہ نئے مضامین صاف اردو زبان میں باندھے جائیں اور نظم کی شیرینی سے وعظ و پند کی تلخی

جاتی رہے۔ چونکہ ہماری پہلی تصنیف یعنی رباعیات محب پر اکثر اخبار و رسالوں نے
 ریویو لکھے تھے اور ہمارے کلام کی داد و توقع سے زیادہ دی تھی جبکہ ہم شکریہ ادا
 کرتے ہیں اور بالافتاح ہماری اس نئے رنگ کی شاعری کو مفید ملک و ملت بتایا
 تھا۔ اس لئے ہمیں اس دیوان کی اشاعت کی اور یہی جرات ہوئی اور اگرچہ کہ مالی
 نقصان نے ہمت کو پست کر دیا تھا۔ لیکن اس خیال نے پھر ہماری ہمت بند نہ کی
 کہ ملک و ملت کی سچی خدمت وہی ہے جسکا کوئی صلہ نہ ملے اور سچا خادم قوم وہی
 ہے جو محض انسانی ہمدردی کی غرض سے اپنا قرض منصبی بجالائے۔ واقعی امر یہی
 ہے کہ اسی ایک خیال نے ہمیں ہر ایک مشکل کے وقت مدد دی ہے اور ہماری
 گرتی ہوئی ہمت کو سنبھالا ہے۔

خاتمہ کلام پر ہم اپنے دونوں صنف کے ناظرین علی الخصوص عورتوں سے بھیہ
 اُمید رکھتے ہیں کہ اگر اس دیوان کے پڑھنے سے انہیں کوئی فائدہ حاصل ہو تو وہ ہم کو
 دعا کے خیر سے یاد کریں۔

سلاقم
 محب حسین

المرقوم ۱۸۔ پانچ ستمبر ۱۹۰۳ء اور نو لجنہ ستمبر ۱۳۲۲ھ

مدیر معلم شوان۔ گوشہ محل حیدر آباد دکن



جلوہ ہر ایک کا زمین ہے گوہ طور کا
 دہر کا بہت بخدا خرفنا کے عبور کا
 دل ہی تو ہے مقام خدا کے ظہور کا
 طالب نہیں خدا سے میں غلام و حور کا
 آتش فشان پہاڑ نہیں ہے یہ طور کا
 نزدیک ہے راہ وہ سب سے دور کا
 ہرگز نہیں خیال یہ اہل شعور کا
 نادان خیال خام ہے چنتہ قبور کا
 شیطان کی اسل خاص ہے پندہ بشر کا
 انجام ہی برائے حسد کا فتور کا
 کھانا ہے شوگرین تو یہی سر غور کا

کس حب نہیں ظہور ہمارے حضور کا
 ہستی سے نم کے دم ہی میں پھنچ عدم میں ہم
 جز سنگ و خشت دیر و حرم میں دہر ہے کیا
 و اعطاعت دکھانا ہے جنت کے سبز باغ
 دل جلوہ گاہ یار ہے موسیٰ بھی دیکھ لین
 تقلید چھوڑ عقل کے میدان میں رکھ قدم
 زن قابل زدن ہے یہ کہتے ہیں نا بھجھ
 دانا ہے گرتو کر کوئی دنیا میں کار خیر
 بے شر ہے بشر کہ ہے اولاد بوالبشر
 لازم ہے ہر بشر کو کرے شر سے اجتناب
 عاقل ہے گرتو سر نہ اٹھانا میر چرخ

غافل نہ اتنا نشہ دولت میں بست ہو
چڑھکر اوتار ہی تو بُرا ہے سرور کا
کیون آدمی سے ریچھ بنا ہی یہ شیخ آج
ریش دراز اُس پہ یہ جب سر سوار کا
کیسی کھلی سبے بلغ میں شفا ت چاندنی
ہر شاخ و برگ و گل نظر آتا ہے نور کا
یہ صبح یہ چمن یہ سحر کی ہوا ہے سرد
پہو لون کی یہ مہک یہ چمکنا طیور کا

کیا سو رہے ہو سبزہ خوابیدہ کی روش
اٹھو محب یہ دیکھو تو عالم ہے نور کا

یہ پرنے لے لیا ہے جو ٹھیک شراب کا
کیونکر بہتے نہ بہندین دریا شراب کا
چھوٹینگا اب نہ منہ سے براندی کی ہولین
ہند ب نے سکھایا ہے پینا شراب کا
کیونکر نہ ہندیوں کے جگر جلکے ہوں کباب
بھڑکا ہے گرم ملک میں شعلہ شراب کا
چیکر شراب خوش تو ہیں لیکن رہے یہ یاد
یہ زہر کا ہے جام پیالہ شراب کا
اول جو ہے سرور تو آخر میں ہے تمار
ہشیار خوفناک ہے دہو کا شراب کا
پیتے نہیں ہیں دیکھتے ہیں دل کی آنکھ سی
رندون کی مغلون میں تماشہ شراب کا
حور و طہر دو نوٹ کے لوٹیں گے ہم مزے
جنت میں تو حلال ہے پینا شراب کا
اقدارے حرص مے کہ لوٹ ہاتے ہیں خمر کرم
یہ پیٹ آپ کا ہے کہ پینا شراب کا
کس شان سے نکلتے ہیں شاپون سی لوجوان
منہ میں چرٹ ہے ہاتھ میں شیشہ شراب کا
واعظاہت نہ کیجئے وصف مے طہور
پڑجاکے آپکو بھی نہ چسکا شراب کا
شر سے خیر مے ہے تو ہے آب خون زر
پھر کیون نہ ہو حرام یہ پینا شراب کا
عقل و خرد کے ساتھ گئی عورت۔ آبرو
کیون میکشو یہ دیکھا نتیجہ شراب کا
کیا زہر کو سمجھتے ہیں امرت یہ ناسمجھ

کچھ عقل ہو تو کھائیں نہ دہو کا شراب کا

موقوف میکشی ہو تجارت ہوئے کی بند
یار بٹ نہ ہندو میں قطرہ شراب کا
صحت گئی حواس گئے اور زر گیا
یاروں نے خوب لطف اوٹھایا شراب کا
تہوڑی سی پیکی تم تو محب ناپ چنے لگے
ہیٹا بھی چپکے تم کو نہ آیا شراب کا

ہوا سوز دل آشکارا ہمارا
بھڑکنے لگا ہے شرار ہمارا
حکومت ہے باقی نہ ہو علم و دولت
کہو کس طرح ہو گذارا ہمارا
نہ کپڑا ہے تن پر نہ کھانے کو روٹی
کرین اہل عبرت نظار ہمارا
تجارت صنعت زراعت و نفرت
فقط لو کرے ہے سہارا ہمارا
بدن زرد دل سر و خاطر پریشان
ڈرا حال دیکھو خدار ہمارا
درندوں کے ساری خصائل ہیں ہم میں
مناسب ہے سب کنارا ہمارا
حمیت ہمیں کچھ ہمیں اہل دولت
کر و کچھ تو چار ا خدا ہمارا
ادھر خواب غفلت میں سوتے رہی ہم
اُدھر جاہ و منصب سدھارا ہمارا
کہان وہ عروج اور اقبال و دولت
لب بام ہے اب ستارا ہمارا
ہمیں تھے کہی ساری دنیا کر مالک
ابھی تنگ رہتا خواجہ ہمارا
نہ دنیا سنبھالی نہ کام آئے دین کے
گیا وقت بے کار سارا ہمارا
رہا ہی نہیں دل میں کچھ درد انسان
کلیجہ ہوا سنگ خار ہمارا
معالج سے نفرت دوا سے تشفر
کرے چارہ گر خاک چارا ہمارا
گھروں میں مقید ہیں بے جرم نون
اسی غم سے دل ہے دوپارا ہمارا
کہان تک نین ہوگان کی مصیبت
جگر ہو گیا پارا پارا ہمارا

یہ ہندوہی گرجون گورنر نوکیل ڈر قطعہ نہیں اس میں کوئی خسار ہمارا
 حمد سے ہوں کیوں ہم کی گرفت خدا دے کسی کو احبار ہمارا
 مخالفت ہوں مذہب میں گو لاکھ ہم تم وطن ایک ہے پر مہار ہمارا
 ہماری اطاعت میں اگر کوئی شک ہو کرو امتحان پھر دوبارہ ہمارا
 لحد میں ہی کام آئے گا دینِ حشر اندھیرے میں چلنے کا تار ہمارا
 یہ کہتے ہیں رورو کے اہلِ زراعت بہت کروا سخت دھارا ہمارا

چھ

محبت جو کہتا ہے ہندوستان سو

وہی ہے محب اور پیارا ہمارا

نہ پہنوں ہرگز زنا نے کپڑے جو عورتوں کے لئے ہیں زیا

زنا نہ پن ہے جو مرد بہنیں زری کا حجامہ چسکن کا کرتا

لباس قومی ہو اور عمدہ مگر نہ مکتوسی کا ہو وہ حبالا *

نہیں ہے زیا کہہ دو بچپن میں بہت ہی نازک چکنا کپڑا

بن سے ملحق رہے ہمیشہ سفید باریک آؤنی صدی

اتارو اس وقت لگی نہ اس کو کہ جب ہوتن سے روان پسینہ

محب اوتارو گے تم یہ صدی تو ہوگی بیشک بڑی مہرت

رہیگا تن پر جو ادنیٰ کپڑا تو حفظِ صحت کا مسیدِ رازمہ

نہیں بد مقابل زمین کوئی ملک لندن کا نہیں ہم متبہ علم و ہنرمیں کوئی جرمن کا

اثر تو دیکھئے سہوادی نسوان کا بعد از مرگ سمانِ جنت سے بھی دلچسپ ہو کچھ اپنے مدفن کا

حسینانِ چین کی خاک بھی کیا رنگ لائی ہو کسی مرقدہ پر رگس ہے کہیں غنچہ ہر ہون کا

رہا بعد فنا بھی شوق دیدان پر وہ دارون بین
رفاہ عام کی خاطر جو لاکھوں سختیان جھیلے
بقائے نام ہے دنیا میں قومی خیر خواہی سے
وہ راہ زندگی کی گھائی ان وہ اسکے پیچ و خم
نہوگی حشر تک قومی ترقی ہند میں ہرگز
کڑی باتیں نہ کیجے ٹوٹ جائے گادل شیدا
کہان وہ باغ بہن جن میں ہجوم بلبل و گل تھا
یلا تعلیم نسوان مرد لائق ہو نہیں سکتے
چھپایا سات پرودہ میں مگر آدمی نظر باہر
محب کیا فائدہ کیسی جو انگریزی زبان تو لے

درختوں کا نہ تجکو علم - جوان کا نہ معدن کا

نام ہوئے سے بھی جو لیتے نہیں تدبیر کا
مصنعل ماؤں سے ہو سکتی جو اولاد قومی؟
کون کرتا ہے حکومت اس جہان پر خیر ہے
عقل ہو تو جوڑ جائیں خلق میں آثار خیر
کیون کرین ہم خواہش سحر و سون و قشرب
صفیہ ہستی سے گو مٹی نہیں تحریر شوخ
ابتدائی تربیت کے ہیں نتیجے نیک و بد
اس مقرر سردار کے سامنے نو عین ہیں گرد

وہ دیکھو جاکتی اگر گس ہو دار و زن ہو مدفن کا
خطاب ایسے بہادر کو ہے زیبا شیر انگلی کا
نشان باقی نہیں رہتا ہے شاہوں کی بھی تخت کا
عضب تو اہر یہ ہے ساتھ ہر اس نفس ہرنگ
ہیٹا گرنے ہوگا آدمی ہر علم و ہر فن کا
یہ نازک آئینہ ہے یا کوئی ٹکڑا ہر آہن کا
نہ گل کا ہو نشان باقی نہ میل کے نشین کا
ازل سے تھا ابد ہے ساتھ اس چوکی کا کھنگ
لگا ہ شوخ پر کیا ہے اثر شہرگان کی چلن کا
محب کیا فائدہ کیسی جو انگریزی زبان تو لے

درختوں کا نہ تجکو علم - جوان کا نہ معدن کا

کیون کلا کرتے ہیں وہ ہر بات میں تقدیر کا
کیا اثر ہوتا نہیں بچوں پر مان کے شیر کا؟
یا حکومت ہو قلم کی یا اثر شمشیر کا
ہے جنوں اہل ددل کو قہر کی تعمیر کا
ہے کہیں اخلاق سے بہتر عمل تعمیر کا
برق سے بھی تیز ہو لیکن اثر تقریر کا
طفل ہی استاد ہے گویا جو ان پیر کا
کام لیتا ہے زبان سے جو شان و تیر کا

لے
تین لباس
نہ اس اثر شہر

ہے جنوں تجھ کو عیث جنات کی تسخیر کا
توڑ ڈالے کوہ کو ہے وہ اثرِ تفسیر کا
توڑنا آسان ہے فولاد کی زنجیر کا
ہے بہت مشکل زبان سے کھینچنا تصویر کا
وہ نکلنا ماہ کا وہ پھیلنا تنویر کا

لوحِ دل پر چُب تو تم و ملک ہو کندہ صحت

ہے قبالِ پاس میرے خلد کی جاگیر کا

دنیا میں کوئی غیش کا سامان نہ ہو تو کیا
یہ سب ہو پر صداقت و ایمان نہ ہو تو کیا
تعلیم و تربیت سے بھی انسان نہ ہو تو کیا
ویرانہ ہی سہی جو گلستان نہ ہو تو کیا
دہلی و لکھنؤ کا زبان و ان نہ ہو تو کیا
دنیا کے محضوں سے پریشان نہ ہو تو کیا
صحراؤ کوہ و دشت و بیابان نہ ہو تو کیا
یہ مشکل اخیر بھی آسان نہ ہو تو کیا
غالب و یارِ حسین پر بھی جا پان نہ ہو تو کیا
مایوسِ تخت و تاج سے خاقان نہ ہو تو کیا
دنیا بغیر علم کے زندان نہ ہو تو کیا
وہ ملک اگئے علم سے ویران نہ ہو تو کیا

نفس کو قابو میں کر سارا جہان قابو میں ہو
ہے یہ آوازِ مقرر ایک بجلی کی کڑک
رسم کے پھندے ہی سے چھٹنا بہت دشوار ہے
کیوں نہ وقت ہو مقرر کی مصوّر سے سوا
کیا بھلا معلوم ہوتا ہے لبِ جو وقتِ شب

یہ وہ کوہِ وصلِ مرگ کا ارمان نہ ہو تو کیا
ریشِ درازِ جہت و تسبیح و صوم و حج
عالم ہے کیا وہ جس کے نہ اعمالِ نیک ہوں
کس جاہلین سے اہلِ بصیرت کو سیر و لطف
شاعر وہی ہے شعر میں جسکے اثر بھی ہو
دل ایک اور لاکھوت ہی افکار و رنج و غم
ہوتا نہیں ہے قید میں بھی پائے فکرِ لنگ
دنیا کے بہت و نیست کی پرواہی جب نہیں
کیا جہل و علم و دون کا باہم مقابلہ
جا پان نے اپنے علم کا دکھلایا ہے زور
جاہل کے واسطے ہیں ترقی کے باب بند
حکام جس جگہ کے ہیں راشی و مرتشی

کرتا ہے جو پلید غریبوں پہ جو روضِ سلم
جیتے ہی جی وہ موذی و شیطان نہ ہو تو کیا
آخر مرے عدو نے بھی مانی ہی میری بات
حق کی مخالفت سے پشیمان نہ ہو تو کیا
کافی ہے ہلکوا جاؤ علم و مہنرِ محب
دامانِ قبا و جیب و گریبان نہ ہو تو کیا

آج کل ہندوین کیا قحط ہے غمخواروں کا
اے خدا اب تو انہیں نزعہ کی سنجھی کو چھڑا
قائدہ کیا جو فضیلت کی بھی بگڑی باندھی
ایک دن رو کے امانت نے خیانت سے کہا
خاستون کی نہیں دنیا میں ذرا بھی عورت
گالیان دیتا ہے کوئی کوئی کہتا ہے برا
کوستا ہے کوئی دزات کہ مر جائے لعین
گرچہ سپہرِ عجب حکومت سے ہر ایک شخص خوش
خاستون نے کئے برباد بھرے گھر ایسے
دیکھ لو باغ کی حالت کو اگر ہو نہ یقین
مسکرا کر یہ خیانت نے دیا اسکو جواب
راست بازوں کا کہیں ہوتا ہو دنیا میں عروج
دوستوں کو ترے دولت نہیں ہوتی تیرے نصیب
وٹیاں بھی نہیں ملتیں متدین کو کہیں
اس زمانہ میں تدین سے حماقت کی دلیل

گرم بازار ہے پر خوب دل آزاروں کا
دم نکل جائے بھی ان جھل کے پیاروں کا
سر پہ ان عالموں کے بوجھ ہو دستاروں کا
قطعہ دیکھ انجام برا ہوتا ہے بدکاروں کا
مدینہ برستا ہے ہر ایک سمت سے چھٹکاروں کا
مُر تھی تو وہ ہے دشنام کی بوجھاروں کا
گہرِ جلم مال لئے ڈھیر ہو انگاروں کا
عرش تک جاتا ہے پر شور دل افکاروں کا
کہ نشان تک بھی تو باقی نہیں دیواروں کا
خرمن گل کی جگہ ڈھیر ہے اب خاروں کا
زوالِ دنیا سے بندھا عقد ہے مٹکاروں کا
بول بالا ہے ہمیشہ ہی سے عیاروں کا
گنجِ قارون ہی ہے صندوقِ مگر پاروں کا
گہرینِ خائن کے بھر مال ہے بازاروں کا
اور سے کر دغا جاؤ ہو شیاروں کا

کیا بگڑ جاتا ہے خائن کا برا کہنے سے
عیش کرتے ہیں اڑتے ہوئے پھر تہین فٹن
سکے تقریر خیانت کی امانت نے کھا
ظلم سے مال بھی ہاتھ آئے تو کیا سودا میں
سانپ کو دیکھتے ہی مارتے ہیں اہل جہان
سچ تو یہ ہے کہ امانت کی نہیں قدر کہیں
بازائیں گے نہ انفعال سے اپنے خائن
عورتیں کہتی ہیں ہم قید سے چھوٹیں کیونکر
ہمکو خالق نے عبت خلق کی دنیا میں
دیر سے ہمکو غرض اور نہ کچھ کہہ سے
محسوس ہوتی ہیں مردوں کی ترقی کیلئے
جو ہمارا ہے محب اسکو سمجھتے ہیں غدار

ہے علاج اب کوئی ان جہل کے بیماروں کا

ہندوؤں باہم شید میں نہ گریان ہوتا
سوئے جنت نہ وہ اسے کاش خزان ہوتا
ہوتا اگر ہندو میں تعلیم صناعت کا رواج
ہوتے ہم تو نہ کبھی پردہ نسوان کے خلعت
بد نظر ایسے کبھی مرو نہ ہوتے ہرگز
جلبس دایم سے وہ نسوان کو چھڑ ہی دیتا
ان سا ہمدرد اگر اور مسلمان ہوتا
کچھ دلون اور ابھی قوم کا درمان ہوتا
حال اس قوم کا ایسا نہ پریشان ہوتا
گر مکافون ہی میں تعلیم کا سامان ہوتا
گر مرد وچ نہ میان پردہ نسوان ہوتا
ہندو میں کوئی اگر شیر نیتان ہوتا

۵
سکھیا خزان بیار

زندگی بھرتو نہیں داور زندان ہوتا
ایسے بدنام نہ ہوئے جو یہ پہنان ہوتا
معرضِ آپ ہی جو دل میں بیشمار ہوتا
تو یہاں جنگ نہ دولہ نہ کوئی خان ہوتا
تو یہی مزرعہ افتادہ گلستان ہوتا
گھر میں بھر لیتا خدائی کو جو امکان ہوتا
خوب ہوتا جو نہ یہ کفن نہ ایمان ہوتا
تو نہ ڈرے سے کبھی مہر درخشان ہوتا
چین ملتا جو کوئی دل میں نہ ارمان ہوتا
در نہ سجود ملاک نہ یہ انسان ہوتا
بے تعصب جو یہاں کوئی سختہ زبان ہوتا

ان اسیروں کی بنی قبرچمن میں ہی تو کیا
جوشِ گریہ نے کیا راز ہمارا افشا
دیکھتا غور سے کچھ بھی مری تحریر اگر
ملے گا کارِ نمایان کے صلہ میں یہ خطاب
دل میں پاکیزہ خیالات جو بولتے رہتے
کس قیامت کی ہے اس خاک کے پتہ پر ہیں
برہن شیخِ انہین دو نے ہمیں بھٹکایا
ہوتا منظور نہ قدرت کو جو اظہارِ کمال
یوں نہ بے تابلی و حسرت کے اٹھاتے صدیے
تھی کسی نور کی اس خاک کے پتے میں جھلک
داد اس وقت نہیں اپنے سخن کی ملتی

ہم بھی ہو جاتے محب جن ملک کے قائل

گر یہاں قالبِ انسان میں نہ شیطان ہوتا

عقل و انون کو یہاں کیا مل گیا
کاروان سارا سوئے نزل گیا
دو ہی دن میں کیا نفس سوجھ گیا
اک کفن باقی تھا وہ بھی سل گیا
پس ریا صفت کا ہماری مل گیا
چمکے دور واز سے یہ سائل گیا

خوش گیا دنیا سے جو غافل گیا
رہ گئے اک ہم ہی سوتے بینبر
مربع جان لیتا نہیں اور نے کانام
چمکین سب کو ج کی تیار یاں
تخم نیکی بو کے کھائیں گالیباں
سمیک کیسی گالیباں ہی اسودین

خانہ ہے گر شجاعت بھی گئی
خاکِ مجنون نے بلائیں اٹکے لین
راے ناکامی پھر محسوس ہی
خونِ ناحق بیٹھنے دیتا ہے کب
رہ گیا کیا جسم میں جب دل گیا
دشت میں اپنی کاجب محل گیا
تشنہ لب کو تالیب ساحل گیا
پیشِ عادل آپ خود قاتل گیا
بحث کرنے مجھ سے جو آیا محب
اپنے دل میں ہو کے وہ قاتل گیا

ہے نہیں سوزِ جگر سینہ میں پہنان اپنا
کون شیطان ہو کہاں آدم و حوا کا وجود
عورتیں کہتی ہیں گت گھٹ کے یہ مذاپونہ
بیڑا ازادی نسوان کا اٹھایا تو مگر
ایک دن وہ تھا کہ دینا کہے ہیں تھو مالک
دھاک وہ اپنی شجاعت کی بند ہی تھی ہر جا
آشیاں اپنا اٹھا کر کہیں لے جائینگے
دعویٰ مشق سخن جسکو ہو آئے وہ ابھی
وا غلطو تم سے نہیں ہیں جو کہیں وہ نکرین
یون نہ ہوتے یہی تھوار و ذلیل و رسوا
کٹ گئی راسبت جوانی کی ہو زبالِ سفید
رہ گئے دل ہی میں مرینگے ہمارے ارمان
دل جو ہوتا تو کیا سیرِ چین کی حاجت

دل غ دہ ہے یہ چراغِ تہ و اماں اپنا
آدمی آپ ہے خود دشمن و شیطان اپنا
کیجئے کس سے بیان حالِ پریشان اپنا
سخت مشکل ہے نہیں کام یہ آسان اپنا
آج ہے ہند نہ اسپین نہ طوران اپنا
شیر خود چوڑا تھا ٹھٹھ سے نیستان اپنا
باغبانِ جتہ کو مبارک ہو گلستان اپنا
ہے یہی گو یہی چوگانِ یہی میدان اپنا
دو فون کیساں ہو یہاں ظاہر و پہنان اپنا
مرتبہ جانتے گر حضرت انسان اپنا
صبح پیری نے کیا چاک گریبان اپنا
دل نہیں ہے یہ کوئی گورِ عریبان اپنا
رشکِ جنت ہو یہی خانہ ویران اپنا

میرے مرقد پہ نہیں ستمج جو روشن تونہ ہو
داغِ دل زیرِ زمین سے نہ تابان اپنا
ارز و دل جینج آئی وہ نہ نکلی تازہ لست
صاحبِ خانہ ہوا آپ یہ مہمان اپنا
یاد پیری میں ہی کچھ کچھ ہے محبِ عہد شباب

یہ بھی تھا صبح کا ایک خواب پریشان اپنا
ہے صبح وقت رحمتِ حق کے نزول کا
آئے گا اُن کے وعدہ کا کیا خاک اعتبار
ہنگام سے یہ ہی تو دعا کے مقبول کا
خوش وضع کیا یہاں کا زمانہ لباس ہے
کرتے ہیں بات بات میں جو عذر پہول کا
چندہ کتاب میں تو لکھنا ہے سہل کام
باجائے گلبدن کا تو نیقا ہے ٹول کا
بازار میں خزون کے نہیں کوئی قدر اسب
لیکن یقین کس کو ہر ذر کے وصول کا
طاہر میں بہتِ خلیقِ قاطن میں ہیں خلیفہ
ہے موتِ عالموں کی زمانہ جمبول کا
لے علم و فضل شیخ کے جتے سے فائدہ
ثابت یہ مسئلہ ہوا اب تو حصول کا
کیونکر نہ تن پہ گرد ہو اور پھیلے پڑوں میں خاک
ہے بارِ پشتِ خرپہ حاشیہ کی چہول کا
جس ملک میں ہو ظلم غریبوں پہ رات دن
دل ایک اور سیکڑوں ہی اس میں دردِ غم
شیطان کی پیروی سے ہوا آدمی خراب
شامِ فراق کی نہ پہرئی صبحِ تابِ حشر
کیا اُس کے قول و فعل کا دل پر پڑے اثر
پینے سے کیا شراب کے آنکھیں ہیں لال
کپڑوں کے ساتھ مغربی تہذیب بھی تو ہو

یہ بھی تھا صبح کا ایک خواب پریشان اپنا
ہے صبح وقت رحمتِ حق کے نزول کا
آئے گا اُن کے وعدہ کا کیا خاک اعتبار
ہنگام سے یہ ہی تو دعا کے مقبول کا
خوش وضع کیا یہاں کا زمانہ لباس ہے
کرتے ہیں بات بات میں جو عذر پہول کا
چندہ کتاب میں تو لکھنا ہے سہل کام
باجائے گلبدن کا تو نیقا ہے ٹول کا
بازار میں خزون کے نہیں کوئی قدر اسب
لیکن یقین کس کو ہر ذر کے وصول کا
طاہر میں بہتِ خلیقِ قاطن میں ہیں خلیفہ
ہے موتِ عالموں کی زمانہ جمبول کا
لے علم و فضل شیخ کے جتے سے فائدہ
ثابت یہ مسئلہ ہوا اب تو حصول کا
کیونکر نہ تن پہ گرد ہو اور پھیلے پڑوں میں خاک
ہے بارِ پشتِ خرپہ حاشیہ کی چہول کا
جس ملک میں ہو ظلم غریبوں پہ رات دن
دل ایک اور سیکڑوں ہی اس میں دردِ غم
شیطان کی پیروی سے ہوا آدمی خراب
شامِ فراق کی نہ پہرئی صبحِ تابِ حشر
کیا اُس کے قول و فعل کا دل پر پڑے اثر
پینے سے کیا شراب کے آنکھیں ہیں لال
کپڑوں کے ساتھ مغربی تہذیب بھی تو ہو

قائل بنیں ہے وہ بھی خدا و رسول کا
 دیکھا نتیجہ علم و ہنر کے حصول کا
 اب اختیار آپ کو رو و مقبول کا
 ملتا نہیں پتا ہی یہاں عرض و طول کا
 پودا لگا یا میری لحد پر بیول کا
 اب آنکھ جب کھلی تو اڑا رنگ بیول کا
 انسانین فطر تا ہر تفاوت عقول کا

ہم زندہ پرست تو زاہد جنان پرست
 یورپ سے آج سب کے تمدن میں سر بلند
 کرتے ہیں ہم سفاکش آزدی و نسا
 کیا ناپتا ہے ارض و سما و لکوا اپنے ناپ
 بعد فنا بھی خارِ حسد نے نہ دی نجات
 کیا جانے کیا سمجھ کے ہوا تھا فیلسفین
 ہوں گے نہ ایک ملت و نہ بکری سپیشر

کیونکر عدو عمر کا محبِ حسین ہو

و اما رہے وہ خاص علی و بتول کا

مگر جو آئے تو اب ہے یقین جانے کا
 سبب ہے ایک ہی رونے کا مسکرانے کا
 عجیب طرز ہے یہ جیتے جی جلانے کا
 یہ قحبہ جانتی ہے ڈھنگ دل لہجانے کا
 یہی ہے بھید بہن خاک سے بنانے کا
 طریق یہ ہے محبت کے آزمانے کا
 وہی فلک کا پڑانا ہے ڈھب ستانے کا
 عجیب ڈھنگ ہے یہ روٹیاں کمانے کا
 گلا خدا سے کرینگے ہم آب و دانے کا
 یہ ایک میلا ہے کچھ دیکھنے دکھانے کا

گمان بھی تو نہیں تھا عدم سے آنے کا
 جو غنچہ ہنستا ہے ہستی پہ طفلِ روتا ہے
 بغیر عقد یہ بیوہ ہستی سے بدتر ہے
 بچا نہ زاہد صد سالہ بھی تو دنیا سے
 عروج میں بھی رہیں ہم سوے زمین مائل
 اُدھر ہو حکم اوہر ہم نشا جان کرین
 نئی کوئی بھی مصیبت نہیں ہے دیامین
 سیکھا حیف فنِ پیری و مریدی بھی
 ہم سے لایا ہے وحشت سر لے دنیا میں
 ہر آن جن بھی بڑا درخشاں بنا بھی

نہ پادہ چھپنے سے بڑھتا ہے اور دیکھا خوشی
مقام فکر منجم ہے مھر سے بھی بلب
ہماری خاک سے پیدا کئے گل و بیل
شجر سے تخم تو پھر تخم سے شجر نکلا
کھلا یہ پھیر سینوں کے مژدہ چھپانے کا
یہ ایک سنگ ہے ہمس در کے آستانے کا
یہی سبب تھا ہمیں خاک میں ملائے
طلم و یکے قدرت کے کارخانے کا
محب زمانے کی ناقدر دانیوں کو تواب

خیال ہی نہیں آتا صلے کے پانے کا

ہے بہت سہل سینوں پر تو آنا دل کا
بزدلوں سے کہیں اٹھتے ہیں بڑے رسم و رواج
قابلِ عفو ہیں سب جرمِ خدا کے غفار
یون تو آسان ہے ہر کام کا آغا و مگر
عمر بھر قوم پرستی کے پھرے کو چھین
فرض بھی ترک جو ہو تو ہے امیدِ رحمت
در و ہر دہائی سوان کو دکھا ہی دیتے
آگے جل جاتی تھی ایک بار چتا پر چڑھ کر
دل کے قابو میں ہو تم یا کہ ہے دل قابو میں
نظرِ نادل ہی جو بد ہو تو کر کے کیا تسلیم
دل میں اُس شوخ کے گھس پٹیکے گھر کر لیتو
خیر تو پالتے ہیں نفس کو کرتے نہیں رام
جاگن سوتا ہے دن رات کامرنا جیتا
دلبر علم سے مشکل ہے لگانا دل کا
ایسے کا کون کو تو ہو کوئی تو آنا دل کا
جبکی بخشش ہی نہیں وہ ہے سنا دل کا
ایک ہی کام میں مشکل ہے لگانا دل کا
سخت و مشوار ہے اب پھیر کے لانا دل کا
کفرِ اسلام میں لیکن ہے دکھانا دل کا
ہوتا ممکن کسی پہلو سے دکھانا دل کا
اب تو دن رات ہے یہ وہ کے جلا دل کا
ہاتھ آیا ہے تہیں خوب بھجنا دل کا
کیا معلوم کے ہے قابو میں بنانا دل کا
ہوتا ممکن جو کہیں دل میں سمنا دل کا
اس درندے سے تو مشکل ہے لانا دل کا
شہرِ محشر ہے ہمیں شہرِ مہربان دل کا

دردِ دل پر وہ نشینوں کا وہ یاد آتا ہے
سرخِ برق سے صحبت کی ہر تاثیر سرِ برق
دردِ دل پر وہ نشینوں کا سین یا سین
ہو نا جو کچھ تھا سو فائدہ پہنچانے سے
دل ہر ایک چیز پر دنیا کی چل جاتا ہے
یاد آجاتے ہیں غربت میں جو یارانِ وطن
دل کی تصویر ہے گوروے بسترِ سرتاپا
کیجئے کس سے بیان حالِ دل زارِ محب

کوئی سننا ہی نہیں آہِ فنا دل کا

آنی خزان تو رنگ گلستان بدل گیا
کچھ رنگِ گل ہی خوں خزان ہی نہیں ہزار
اندھے جوشِ گرہِ ہمدردی لسا
کیون خوفِ جانِ ہر حق کی حمایت میں عیش
واغٹ کے دم میں آتا ہے کب پیرِ میکہ
دیکھا جو میں نے ہند کی بیوہ کا حال زار
دینا کی لذتوں سے پھر دل ہزار شک
باقی وہی دماغ ہے گو سلطنت گئی
نظارہ جہاں جہاں سوز ہے محال
خلوت میں یہ کتاب کا کیا فائدہ ہے کم

مرجھائے پھولِ بلبون کا دم نکل گیا
سینہ میں طفلِ غنچہ کا دل بھی دھل گیا
داہن میں طفلِ اشک بھی گر کر پھل گیا
کیا وقتِ موت کا کہی ٹالے سے ٹل گیا
جادو کہا نیون کا تو بچوں پہ چل گیا
چشمہ لہو کا چشم سے میری اُبل گیا
ٹھوکرِ غضب کی کھائی تھی لیکن سنبھل گیا
جلنے کے بعد بھی نہیں رسی کا بل گیا
موسیٰ کی کیا بساط تھی جب طورِ جل گیا
باتوں میں اس جلیس کی دل تو پھل گیا

کی ترک حرص میں نے تو دنیا نے یہ کہا آیا شکار ہاتھ سے میرے نکل گیا

کفار و مال و زر سے بھی ممکن نہیں محب

بیکار و وقت آپکا کر ایک پل گیا

اے قوم تو نے ہلکے ستایا تو کیا ہوا مجرم ہمیں بنا کے پھنسا یا تو کیا ہوا

کیا بخش ہے مخالفت جس دایمی ناحق تلف رسالہ کرایا تو کیا ہوا

رہتا نہیں یہ پردہ نسوان تو ہند میں پھر خاک میں ہمیں جو ملایا تو کیا ہوا

پچھتائے گا آپ خراٹھیر جائے قوت کے بل پہ ہلکے دبایا تو کیا ہوا

ان عورتوں کی آد جلا دیگی عرش تک منہ میں ہمارے فضل لگایا تو کیا ہوا

اب دیکھنا کہ چج اٹھیں گے زمین و چرخ تم نے ہمارا خلق دبایا تو کیا ہوا

یہ ظلم تو خدا کو نہ ہو گا کبھی پسند فساد کو بھی بند کرایا تو کیا ہوا

یہ رعب داب آپ کا گھر ہی میں چل گیا مظلوم عورتوں پہ چلایا تو کیا ہوا

دنیا تھی گو خلافت خدا تھا ہمارے ساتھ طوفان مفسدون نے اٹھایا تو کیا ہوا

کرنا ہو اور اذ نکو کرین ہم میں سرکشت بے موت قتل سے جو ڈرایا تو کیا ہوا

ذلت ہو لاکھ اپنی پر عزت ہو قوم کی

تم نے محب یہ بیچ اٹھایا تو کیا ہوا

کہوں میں کیا کہ میں اپنے کو آپ کیا سمجھا کبھی خدا تو کبھی بندہ خدا سمجھا

رواج و رسم پر اچھے برے کا سب ہر دم رہ تو اب نہ سمجھنا میں خطا سمجھا

میں اتنے رزق کے لائق بھی تہا اکر اراقت دیا جو تو نے اسی کو تری عطا سمجھا

چلا اُدھر کہ جد ہر نفس لے چلا مجھ کو میں اپنی جان کے دشمن کو آشنا سمجھا

مگر نہ کوئی مسلمان اسے بُرا سمجھا
جو اپنے دل میں ذرا معنی مٹھنا سمجھا
وہ اپنے سامنے قارون کو بھی گدا سمجھا
کہ ایک بات بھی اب تک ہنیں خدا سمجھا
حبیبِ بحرِ فرما میں بھرسی ہوا سمجھا
طیبِ زہر کو کیوں داردے شفا سمجھا
کہ ہر بلا کو میں اعمال کی سزا سمجھا
اس انقلاب سے کیا چرخ فائدہ سمجھا
اسے بھی ایک زمانے کی مین ہوا سمجھا
مگر کوئی بھی نہ اب تک اسے جفا سمجھا
تو اپنی قوم کی یہ بھی مین اک ادا سمجھا
دہ ماؤں کے کو تو قوت کہ یہ خدا سمجھا
دہنا سمجھ ہے کسی دین کو جو بُرا سمجھا

کرین شکایت احباب کیا زبان سے محب

عدو کو اپنے بھی مین اپنا آشنا سمجھا

لیکن یہ حرص کہتی ہو دل میں کہ کیا دیا
اس باہمی اتفاق نے پیچھے بٹا دیا
ہم نے تو حکمِ حاکمِ فطرت سنا دیا
کیا فائدہ جو طفل کو قرآن رٹا دیا

یہ حبسِ دائمی پردہ ہے مانعِ تعلیم
ڈرا کسی سے نہ دنیا میں جزا خدا کے تقدیر
خدا نے دی جسے دنیا میں علم کی دولت
یہ اختلافِ مذاہب سے اب ہو معلوم
خدا ہی جانے مگر میں تو روح و قالب کو
بڑا خوشامد بے جا سے قوم کا یہ مرض
جو آئی کوئی مصیبت نہ کی شکایت چرخ
ہمین پلا لیا اور مدِ غیہ و ن کو
رُکاوہِ رو کے سے آزادوائے نسا کا خیال
لایا خاکِ مینِ نسوان کو جس دایم نے
کسی مسلمِ نسوان کے قتل پر جو کمر
سمجھ کا پیر ہے در نہ حکیم و شیخِ ہن ایک
ہر ایک دین کا ہوتا ہے ایک وقتِ محل

ہم کو ضرورتوں سے خدا نے سوا دیا
آگے بہت بڑے تھے مسلمان مثالِ سیل
پردہ اٹھائیں یا نہ اٹھائیں ہمیں غرض
مستیِ سمجھ کے پڑھنا تو ہوتا کوئی اثر

ہم کو تو اس نفاق و حسد نے جلا دیا
گھر بار جسے نام پہ ترے لٹا دیا
اپنا رقیب آپ خدا نے بنا دیا
اک سال اور سال گرہ نے گھٹا دیا
بولا جہان کوئی تو گلے کو دبا دیا
اپنوں کو آگے غیروں کو پیچھے بٹھا دیا
جسے کہ سات پردوں میں جلوہ دکھادیا
ریگ روان پہ نقش بنایا مٹا دیا

رستے میں رکھ دیا تھا جلا کر محب چراغ

بادِ خفا ہفت نے اسے بھی بجھا دیا

خاکِ ذلت پر پڑا بے گور مردار بگیا
اک نفاق باہمی آپس کا جھگڑا بگیا
گوشتِ جھکا گھل گیا ڈھانچا ہی ڈھانچا بگیا
کون کہتا ہے لحد میں مین اکیلا بگیا
و اے حسرتِ جوشِ حُب قوم جو بھٹا بگیا
اور کچھ دنِ شاعری کا گرہ سودا بگیا
اب تو یہ بیکار تسبیح و مصلیٰ بگیا
قوم میں ہر ایک لیکن تنگ آبا بگیا
اب یہی اخلاق کا باقی نمونہ بگیا

قومین جلی ہتھیں اور گناہوں کی آگ میں
اُسکی بھی زندگی میں نہ کی قدر تو نے قوم
عشق و صدمہ بنا کے جہان کو کیا خراب
بڑبڑتا گیا جوں تو گھٹے زندگی کے دن
کیا ہو سکے ترقیِ علم و عمل و ایمان
آیا جو کوئی حاکم اچھے تو اس نے پھر
کیا قائد ہو سچے چھپتے سے اُس شوخ چشم کو
رکھا ہے کب زمانے نے قائم کیا کام

قوم میں اب جہل و نکبت کے سوا کیا رہ گیا
حب قوم اتحادِ ملت و دین ہے کہاں
انے سچا اُس مریضِ جان بلب کا کیا علاج
آشنا رخصت ہوئے تو اور مہمان آگے
ایک میں چاروں طرف سے حملہ فوجِ عدد
توڑ ڈالیں گے یہ شاعرِ بیرِ بیانِ فولاو کی
اُٹھ گئی وہ حُبِ قومی روح جو مذہب کی تھی
اُٹھ گئے ہر علم و فن کے سب امامِ مجتہد
غیبت و دشنام اب تو ہے مسلمان کا غار

بڑہ گئے کوشش سے اپنی وڈ میں کفار
 بیوگان ہند کے سب مٹ گئے اس بنایت
 کہتے ہیں یہ حامیان جس لنوائے فخر سے قطعہ
 واہری یہ شان اسلامی کہ ہو محبوبس زن
 سچ بست اوٹو بنی زادی کوئی پر دو میں تھی
 عالیشانہ اسماء نسیم بنت ازور یا دہین
 بڑ گئے میدان علم و فضل میں گبر و ہنود
 بانیان خیر کے مٹتے نہیں نام و نشان
 کیا مراد یگی خدائی تجھ کو اسے خلاق دہر
 یہ مسلمان ہی مگر شمت پر بیٹھا رہ گیا
 بان مگر اک موت کا ان کو سہارا رہ گیا
 آپ کے اس جہل کا مذہب پر دہنیا رہ گیا
 کیون مسلمانوں میں پھر پردے کا سودا رہ گیا
 جب لڑتے یہ آپ مردوں سے تو پھر کیا رہ گیا
 یہ مسلمان ہی کھڑے امنہ سب کا تکتار رہ گیا
 وہ گئے دنیا سے لیکن ان کا چر چار رہ گیا
 جب فنا ہم ہو گئے اور تو اکیلا رہ گیا

ہے محب اس قوم کے مرنے کا پھر پوچھنا یقین

اور کچھ دن جس لنوائے یہ پردہ رہ گیا

خیانت کا کوئی حامی کوئی غمخوار رشوت کا
 غضب ہو یا بھی لیتے ہیں اب تو یا رشوت
 بڑا ہے پیٹ اور کا اور پہلا ہو بدن رس کل
 بزرگ بلبلین دیتی ہیں جب گلچین کو رشوت میں
 امانت سے پھر ایمانہ خیانت کو کیا سجدہ
 سزا سے جبکہ راسخی مر تھی دو تو ہی خالف میں
 اگر ٹی ہیں بہت رشوت کا زیور پہنکر بیگم
 مدد کو آئے یا حیدر کراہ جنت سے
 آہی ہو گیا کیا قوم کو آزار رشوت کا
 ہوا ہے گرم کیا آج کل بازار رشوت کا
 خیانت کا وہ آزار ہی ہے یہ بیمار رشوت کا
 تو پھر پہولے پہلے کا خوب یہ گلزار رشوت کا
 خدا ہی بیم و زرا ایمان ہو کھدار رشوت کا
 تو پھر کس طرح سے کوئی کرے اظہار رشوت کا
 گلے میں طوق لعنت ہی نہیں ہو مار رشوت کا
 بڑے جانا ہے اب تو قوم کو یہ مار رشوت کا

خدا کے سامنے اس دھج سے رشوت خوار نگ
 الہی اب تو خلقت تنگ ہو رشوت کو دینے سے
 کٹے گا اس چمن سے یہ درخت خاردار اک
 کہان کے رند اب تو مولوی صاحب بھی لہترین
 بغیر نذر کرتے ہیں دعاکبیر صاحب بھی
 نکل جاتا ہے غٹ سے قحط کے مار و کاخو
 نہ لوٹ اسے مرنشی بڑس سمجھ کر ان غریبوں کو
 وکالت اب تو دلالی ہو رشوت خوار حاکم کی
 کیا کرتا ہے سچ کو جھوٹ سیم و زر کی خاطر سے
 نہیں چھپتی روئے خانہ میں بھی رشوت کو خود رش
 امید رحم رشوت خوار سے کہنی حاقق ہو
 نہیں نقدی کی گراؤ امید تو کہنا ہی کہا نہیں
 ہزاروں خائون کے بیچ میں جب ہوں ایک
 خدا ہی ان غریبوں کو بچاتا ہے تو بچو نہیں
 جو مچاتا ہے رشوت خوار تو یہ لوگ کہہ نہیں
 جب اہل ملک ہی لہو بہن اہل ملک سے رشوت

گلے میں طوق لعنت کا سرون پر بار رشوت کا
 کہیں دنیا سے منہ کالا بھی ہو مردار رشوت کا
 کھٹکتا ہو نگاہ باغبان میں خار رشوت کا
 ہوا ہے مال طیب درہم و دینار رشوت کا
 لگا ہے تابہ درگاہ خدا کیا سار رشوت کا
 سمجھتا ہی نہیں کچھ نیک و بد سار رشوت کا
 لئے گا ایک دن تیرا بھی یہ انبار رشوت کا
 عدالت کا مکان ہو یا کوئی دربار رشوت کا
 بہت اچھا ذریعہ اب تو ہے اخبار رشوت کا
 ڈھنڈورا پیٹا ہے برسر بازار رشوت کا
 کسی کا دوست کب ہو مرنشی ہو یا رشوت کا
 مزادیتا ہے دست خوان برآچار رشوت کا
 کر نیلے خاک سدا ب کیا دو چار رشوت کا
 نکل جانے کو منہ کھولے ہوئے ہو مار رشوت کا
 بہت اچھا ہوا مردہ ہوائی التا رشوت کا
 تو کر سکتی ہے سدا ب کیا سرکار رشوت کا

محب چوری ڈکیتی سے بھی بڑھ کر جرم رشوت ہو

زبان سو نام بھی لینا نہ تم زہنار رشوت کا

بے

قدح زہر لہا ل ہے نہیں جام شراب
 ترے میں بھی لب میخوار پہ ہے نام شراب
 موت نے لاکے پھرایا ہے یہاں دم شراب
 درود دل - سوز جگر - رعشہ ہے انعام شراب
 دولت و خواری و افلاس ہے انجام شراب
 خون میخوار سے بھر جاتے ہیں کیا جام شراب
 ماسوا ان کے ہزاروں ہی ہیں آلام شراب
 راج الوقت یہی چار ہیں اقسام شراب
 یہی سنگین چاریم تہین انخام شراب
 حوض سیندی کے جبرے ہیں کہیں کام شراب
 بہت نشہ کا جو سر چڑھتا ہے ہنگام شراب
 چشم عبرت سے زرا دیکھئے انجام شراب
 بادہ خواروں کو یہی ہوتے ہیں احکام شراب
 خون پی پی کے ہوئے لالین جسم شراب

عقل رکھتا ہے تو لینا کہی نام شراب
 تادم مرگ کہیں چھٹی ہے سے کی عادت
 دیکھہ رشید کہی صحبت زندان میں نہ بیٹھہ
 میکشاہزادہ کہ ہے دختر زکا دربار
 خانہ ویرانی و سوائی و سرگردانی
 گردنیں کٹی ہیں تگراروں میں آنا فنا
 در و سر - در و جگر - در و کر - در و عصب
 شیریں - روکی ہے کہیں اور کہیں پورٹا پیر
 خود کٹی قتل - زنا - ظلم - لڑائی جگرے
 میکشاہزادہ خوب پیو بلکہ نہاؤ دن رات
 کوچ کر جاتے ہیں سب ہوش و حواس اور
 کتنے مجنون ہیں کتنے ہیں مر یقین قلاش
 مار و خود آپ مرو گالیان و دست رہو
 نشہ بادہ احمر ہے کوئی روح خبیث

بادہ خواری سے ہوا جاتا ہے سب ہند تباہ

اہل یورپ پہ محب آتا ہے الزام شراب

پے

علم و ہنر نہیں تو ہیں بدتر حجر سے آپ
 حبس لٹا سمجھتے ہیں نیچی نظر سے آپ

بڑہ جائیں گرچہ حسن میں شمس و قمر سے آپ
 غص نظر کا آپ کو بھی حکم ہے مگر +

لیکن بچے ذرا بھی نہ اُنکے اثر سے آپ
محفوظ کیا ہیں روز جزا کے خطر سے آپ
اس مسئلہ کو دیکھتے گہری نظر سے آپ
آراستہ نہیں ہیں جو علم و ہنر سے آپ
شاداب پھل نہ کہا یُنکے سوکھے شجر سے آپ
واقف ہیں اس درخت کے کرد و خیر سے آپ
شرمائل کچھ تو دل ہی میں اپنی نظر سے آپ
آگاہ ہی نہیں ابھی دردِ جگر سے آپ
جی بھر کے لطف اور مٹائے شام و سحر سے آپ
امید خیر رکھتے ہیں جاہلِ پیر سے آپ
دیکھیں گے عورتوں کو اگر بد نظر سے آپ
داعظِ ہمین ڈراتے ہیں نارِ سقر سے آپ

مانا کہ عورتیں ہیں غلامی میں آپ کی
ناچار عورتوں کو سمجھ کر نیکی کچھ تسلیم
آسان نہیں ہے پردہِ لب و لہجہ کی بحث اب
بوسیدہ ہڈیوں پر بزرگوں کی فخر کیا
کم زور مان کے پیٹ سے کب ہو گویا پلوان
تعلیمِ مذہبی یہ مقصد کا بیج ہے +
گہرین تو آپ عورتیں ناحق سزا سہیں
مشکل ہو... قوم ہو محسوس آپ کو
گٹ گٹ کے عورتیں تو مرین گہرین را
بچوں کی تربیت تو سمجھتے نہیں ہیں فرض
پائینگے اپنے جرم کی خود آپ ہی سزا
بچوں ہی کو سناٹے قصے کہانیاں

خطرے یہاں ہیں اور دباں بھی تو ہیں محب

خالی ہیں کس جہان میں خوف و خطر سے آپ

تے

ہر ایک انسان پر فرض ہے یہ کہ پہلے یکے اصولِ صحت

کہ صحت جسم و روح سے بھی کوئی جہان میں بڑی ہو نعمت

وہ سوئین جلدی عشا کو بڑھ کر جو چاہتے ہیں سویرے اٹھنا

کہ صبح اٹھنے سے بڑھتی ہے عمر اور ہوتی ہے دلکراحت

عروج دنیا جو چاہتے ہیں وہ اٹھیں قبل طلوع خیاور
 جوانی جنگی ڈہلی ہوئی ہے کرین وہ تا صبح استراحت
 اٹھیں جو سوتے سے وہ سویرے تو دہوئیں پہلے وہ جسم سارا
 رگڑ کے دانتوں کو خوب مانگیں کہ جن سے جاتی رہ کر گناہت
 کرین وہ بالوں میں اپنے کنگھی نہ کہیں ناخن وہ اپنے میلے
 بدن کی پاکی سے جزدایان کہ جس سے ہوتی ہو پاک نیت
 لباس رکھتے ہیں جو کہ سترے پھٹتے کپڑے جو قیمتی ہیں
 انہیں کی عورت ہے مجلسوں میں انہیں کی ہر جا ہو قدر قیمت
 نہیں نہاتے جو روز انسان وہ لطف صحت نہیں اٹھاتے
 مضر صحت ہیں سارے فضلے نہیں کیا بھی اس میں حجت
 نکلن ہے جب بدن سے فضلہ قریب پاؤں کے رات نہ نین
 تو پھر نہ کیوں ہو محب بناؤ نہانے و جو نے کی روز حاجت
 بدلتی رنگ ہے کیا بادہ خوار کی صورت
 ہم اپنے دل ہی میں پاتے ہیں دوزخ و جنت
 ہزار حریف غلامی پہ جان دیتے ہیں
 یہ لشیان نہیں سینہ ہی کی عاشقوں کے ہیں
 یہ لڑ جوان تو ہیں بڑ ہوں سو بھی ضعیف ہوا
 پہنکے جامہ تہذیب کو بسین انگریز
 کرے تباہ جو اپنی غرض کی واسطے ملک
 نقشے کی لال تو پہیلی شمار کی صورت
 کرم ہے دوز کی غصہ ہے نار کی صورت
 نکالے نہیں کچھ کاروبار کی صورت
 درخت تا اسرپا ہیں دار کی صورت
 نہیں ہوان میں کوئی ہو نہار کی صورت
 چہ پائے سے نہیں چہ پتی گنوار کی صورت
 خدا دکھائے نہ اس نابکار کی صورت

یہ اصلاح کن
 میں چہ ہے جو
 کو کہتے ہیں

کبھی نہ دیکھیں گے عروہ و قار کی صورت
 فرشتے دیکھیں نہ لین پر وہ دار کی صورت
 نکال ہی کوئی لین گے فرار کی صورت
 بخیل جلتے ہیں لیکن چنار کی صورت
 ہیں کھٹکتے ہیں نظرون میں خار کی صورت
 حسد ہے گرگ تو کینہ ہے مار کی صورت
 بتا رہی ہو یہ لیل و نہار کی صورت
 کہ دل ہمارا ہے خندان انار کی صورت
 مگر نہ ان میں وہ رنگت نہ یار کی صورت
 تو خود نکلتے ہیں مکتے شرار کی صورت
 بنا ہے گنبد گردون مزار کی صورت
 پھرینگے دوش ہو اپر غبار کی صورت

کچھ اکیے آئی ہے ایسی خزان چین میں محب

خدا دکھائے تو دیکھیں بہار کی صورت

اے

کرنیکے ہم اگر قدر اہل علم و کمال
 لحد میں بھی ہو ضرور انتظام پر دے کا
 رہائی اگر نہیں ممکن تو یہ جہنم قیدی
 سخی تو پیہو لے پھلتے ہیں باغ عالم میں
 کسی سے برسر پر خاش کیوں زمانہ ہو
 پلا کے خواب جگر سوڈیوں کو پالا ہے
 خوشی کے بعد جو غم غم کے بعد ہر شادی
 ہماری خشک لبی پر نہ جائیں اہل سرور
 زمین پر لالہ دگل ہیں فلک پر شمس و قمر
 رگڑے تجھ میں باہم ہیں جیسا کہ وہ ہیں
 اجل سے بھاگ کے جائیں کہاں یہ اہل زمین
 وہ شہسوار رہ عشق ہیں کہ بعد فتا

شیر سان فوج دشمنان پہ چھیٹ

اسپ اصلاح تیز گام نہیں

چوہٹیں یہ عورتیں کہ قید رہیں

پہلی گئے رند باد و کش سارے

ایک حلقے میں کہاے گی گہونگٹ

اس کو دوڑائے نہیں سرپٹ

کچھ بھی ہو جائے فیصلہ جھٹ پٹ

رہی شاعری میں اب تلچھٹ

جہل نوان سے پیش اسر بہت بخ
 گھر میں رہتی ہے رائدن کھٹ پرٹ
 ترک دمسر و رب میں ہے تہذیب قطعہ
 ہے زن دمرو کا جہسان نگہٹ
 دیکھ کر عورتوں کو راہوں میں
 مرد جاگے ہیں خود کتار کے بہٹ
 ہے مگر تہذیب خلاف اس کے
 ہے جہان مرد و زن کی کایاٹ
 پل پڑین اپنی بے حیائی سے مرد
 دیکھیں گے عورتوں کا یہ جھرمٹ
 گھٹا ڈولی میں وہ عروس کا دم
 دیگر ہاتھ بہر کا وہ سانسے گونگٹ
 غش پہ غش وہ میانہ میں آتا
 اور وہ جس دم سے گہرا بہٹ
 ایک آفت ہے یہ بھی بیاہ براست
 نو عروسوں کو کرتے ہیں چوہٹ
 ریت رسمن پر کیا اڑی ہے قوم
 واہرے بچپن اور واہری بہٹ

بحث پر وہ کی چوڑ تا ہی نہیں

تو بھی قہرے محب بڑاٹ کہٹ

نے

اپنی ہستی پہ ہیں کیا باغ میں گل شاہد عبت
 اور بلبل کا بھی یہ نالہ و فید عبت
 عبت پیری میں جوانی کی عین یاد عبت
 بلبل زار کی دیرانہ عین فریاد عبت
 اے فلک قبروں میں مرد ہیں نہیں تہوار
 اپنے کرتا ہے تم تو ستم ایسا عبت
 غم سے گل گل کے گل آئیں انکو ڈھانچو
 کھینچ تصویر نہ بیادوں کی ہنر عبت
 آخر خیر مٹائے سے کہیں تھے ہیں
 یہ وہ ہے قصہ کہ جس کی نہیں بنیاد عبت
 حافظ حقت و عصمت ایسی علم و عمل
 جس دایم ہے عبت قلہ نو لاد عبت
 خانہ بربادی طرفین سے یہ بیاہ براست
 لاکھوں کر دیتے ہیں ناختم یہ برباد عبت

باغیان دشمن جان اور ہے قاتل صیاد
 خاک چھانے بھی تو ملے نہیں آثارِ بہشت
 اے اسیرانِ نفس نالہ و فریادِ عبث
 ورنہ اس خاک کے چیلے کا تھا ایجا و عبث
 کفر کا فتویٰ عبث اور یہ الٰہی و عبث
 آب و آتش آؤں تو خاک تہ ہی با و عبث
 کوئی درد بھی جہان میں نہیں بزرگِ بیکار
 حق تو ہے ایک مگر جھوٹ کی پہلو میں ہزار
 عقل کچھ ہوتی تو کیوں عشق کے دم میں آتا
 مر گیا پہوڑ کے سر پہ یہ فرنا و عبث

بدر از قید ہماری ہر محبِ آزادی

حق بھی جب کہہ نہ سکیں ہم تو ہیں آزادِ عبث

کارگر ہے نہ دوا کیا باعث
 اب تو ہر سمت تعصب ہی ہے
 اور نہ مقبول دعا کیا باعث
 مسلم و کافر و لاندہب کا
 بگڑی کیون آب و ہوا کیا باعث
 بے خطا قید رکائوں میں ہیں
 ایک ہی تو ہے خدا کیا باعث
 روز ہوتی ہیں بلائیں نازل
 عورتوں پر یہ جفا کیا باعث
 کیا ہوئی ہم سے خطا کیا باعث

یہ عداوت ہے محبِ سو کیسی

ظلم الفت کی چیز کیا باعث

تجھے نہیں کون اشک مرے دیدہ تر آج
 اے قوم تجھے کچھ بھی یتیموں کی خبر ہے
 جیہم
 کیا آنکھوں سے بہہ جائیگا ب خونِ گلِ آج
 معلوم ہے کچھ بھوک سے کتنے گئے مَر آج

اصلاحِ تمدن میں ہزاروں ہی مہین جھک
 اخبار کے پڑھنے کی اٹھائے تینین رحمت
 اس باغ میں کس بیوہ کا یہ عہد ہوا ہے قطعہ
 گلِ شاہینِ غنچوں کے لبوں پر ہے تبسم
 تعلیم کے ریزن میں نکلے مہرین نتیجے
 دنیا کی تحنیں کل اپنی طرف متاہن
 کل کہانے لگی پھلِ باغ کے اولاد ہاری
 اس چاند سی صبر پر اگر علم بھی ہوتا
 اس دار فنائین ہمیں جو کرنا جو کر لو
 کیا ہو گا قیامت میں عذاب اور زیادہ
 قبضے میں جہان بھی ہو تو رہتا نہیں دایم
 کیا دیر ہے کل ہی تو یہ کرتے ہیں ترقی
 کی علم معاون نے ہے اس درجہ ترقی
 اے قوم اگر کسی کہتی کچھ صنعت و حرفت
 کل پوچھتے تھی ذاتِ حبیب اور نسب کو
 اسلام کی سنتے تو پہنچتی نہ حضرت
 انسان تو کجا کرتے ہیں بھروسہ حیوان
 آزادیِ نسوان میں عجب ہے یہ پس پیش
 جب ہمیں نہیں پوچھتے اس ملک کی صنعت

ہم نے تو اسی کام پہ باندھی ہو کر آج
 لوگوں سے مگر پوچھتے ہیں کیا ہے خبر آج
 گلیوں میں سب سے پہلے ہوا ہے جو ہر شاخِ شجر آج
 اڑائی ہوئی پھرتی ہے کیا بادِ سحر آج
 کیا ہوتا ہے لگاؤ کی تحمیلِ سفر آج
 پھیری ہے زمانے نے مگر ہم سے نظر آج
 تعلیم کے پھر کیوں نہ لگائیں یہ شجر آج
 گھٹتا ہی نہیں جن ترانہ کتابِ قرآن آج
 کیا جانتے دنیا سے ہر کل یا کہ سفر آج
 واعظ! یہی گھر جملِ نساہت ہو ستر آج
 دارا ہے کہاں اور سکندر رہے کدھر آج
 نسوان کی تعلیم پہ باندھیں تو کمر آج
 قادیون کا خزانہ ہے یہی کانِ حجر آج
 غیروں کی ہوتی تو کبھی دستِ نگر آج
 دنیا میں مگر پوچھتے ہیں علمِ دہن آج
 عیسائیوں اتمِ خمر کا سمجھ ہو منہ آج
 دنیا میں فرشتوں سے بھی برتر ہیں شجر آج
 کل اس میں منہ رہے نہ کوئی خوفِ خطر آج
 بھرا ہلِ صنعت کی ہو کسطحِ بسر آج

اے کاش مدارس میں صناعت ہی سکھاتے پھرتے تو نہ مارے ہوئے یہ خستہ جگر آج
اب تک تو بہت ضبط کیا جو شش غم تو تم بہ جائے گا دریا میری آنکھوں سے مگر آج
باز اس سخن میں نہیں کچھ قصا سخن سنج
دکھلاؤ محب جو ہریون کو یہ گھر آج

پے

بار احسان شہریان جفا کار نہ کھینچ ساپ کو گو دین بانی سے خبر دار نہ کھینچ
تیغ و شمشیر و سان کی نہیں حق کو حاجت کام لے اپنی زبان سے کبھی تلوار نہ کھینچ
چہوڑ پیر وہ کہ ہے اصل فساد اجماع عورتوں مردوں میں فولاد کی دیوار نہ کھینچ
پر وہ حبس دوا می سے تو بہتر ہے یہ قبر بار احسان سیما سر ہمار نہ کھینچ
غایت خلقت آدم تو ہے ہمدردی خلق بار تکلیف عبادات یہ بے کار نہ کھینچ
سر پر احسان ہے ان خادو نکا اے درخت جوان پائے کوشش سے کبھی نوک سر خار نہ کھینچ
ترک دنیا ہی کا ہے نام تو ہے آزاد سی ماتہ پھیلا نہ کبھی پاؤں کو رہنما نہ کھینچ
مختصر بات کا سنا بھی تو ہوتا ہے گران مجلسوں میں تو کبھی رشتہ گفتار نہ کھینچ

عال پر پردہ نشینوں کے محب رو چھپکر
حشر ہو جائے گا نالہ سر بازار نہ کھینچ

حے

بات کہنے کی ہو آزادی کہاں اچھی طرح کھولنے دیتا ہے کوئی بھی زبان اچھی طرح
ان کے جلیانے کی زندانوں میں کہو کو خیر بندر کہتے ہیں مکافون میں دھواں اچھی طرح

علم و فن کی سب سے بڑی بھی دانا اچھی طرح
 اس اکھاڑے میں لڑنے پہلوان اچھی طرح
 کرنے پاتے ہی نہیں ہم کچھ بیان اچھی طرح
 نالہ و آہ فغان بھی ہو بنان اچھی طرح
 پہلے سن تو لیجئے یہ داستان اچھی طرح
 کیا مہذب ہو گا یہ بند داستان اچھی طرح
 سینچ یہ پروردہ پودے باغبان اچھی طرح
 اور آئی ہی نہیں اپنی زبان اچھی طرح
 میں ڈال اسے گردشِ بہشت آسمان اچھی طرح
 میری تربت کا مثلاً دنیا نشان اچھی طرح
 گھونٹ دے کہ اتو گلا اسے بد گمان اچھی طرح
 دیکھئے دے کون یہ سخت استخوان اچھی طرح
 اہل پردہ بند رکھتے ہیں مکان اچھی طرح
 بند رکھتے ہیں دہین عاقل زبان اچھی طرح
 بیج ہوتا ہے زمین میں جب بہان اچھی طرح
 اٹھ رہا ہے شمعِ مردہ سو دہوان اچھی طرح

ہے جہان آذادوسی اظہار افکار و خیال
 بحث پردہ چہیز کر تو دیکھئے دونوں کے زور
 داستانِ غم جو کہتے ہیں تو کتنی ہے زبان
 چاہتے ہو خیرِ عیال اپنی تو اب رو کہ زبان
 نام بردہ سنتے ہی غصے میں کیوں آتے ہیں
 جس دایم سے نہیں چوٹیں گی جب تک عورتیں
 تربیت کے مضمحل پودے بھی لائق ہیں غم
 سیکھتے پھرتے ہیں غیروں کی زبانیں تو بہت
 میری پامالی کی رکھہ دل میں نہ تو باقی ہوں
 بعد مردن بھی نہ رہ جائے کوئی نام و نمود
 گھٹکے پردہ میں ہی کہتی ہے زوہِ زوج سے
 استخوانِ ہمدردی نسوان کا کچھ آسان نہیں
 روزِ دیوار سے آنکھیں رخِ اوجائیں کہیں
 بات کہتے پر جہان کتنی ہے حق گو کی زبان
 تو بت نہ دے ماسے آپ بڑھتا ہے درخت
 کس کے سوزِ غم میں یہ بیوہ جلی ہے رات بھر

ظلم کی فریاد بھی ہم کر نہیں سکتے محب
 سی دیا ہے اب تو لہم نئے دانا اچھی طرح
 سنے

عورتوں کے جہل سے اپنا تو ہر آرام تلخ
 قوم کو یہ لہو تو لٹھیں تو بین شربت کو گھونٹ
 نام پر وہ سنتے ہی کیا منہ بناتی ہو یہ قوم
 زہر سے بھی تلخ نہیں یہ کم سنی کی شادیان
 گالیان یہ قوم کی ہکو تو بین قند و نبات
 کیا مرے بند و نصیحت کو سمجھتے ہیں یہ ہر
 یہ خوشامد زہر سے کیا شہر سین لپٹی ہوئی
 دافع جہل و تعصب ہیں مرے اشعار بند
 دن تو کٹ جاتا ہے باہر گھر میں ہو ہر شام تلخ
 ہو گرا لختی مر کا بڑا ہی حبام تلخ
 ہو گیا ہے زہر سے بھی سخت کیا یہ نام تلخ
 کیا مرالسا ہے کہاتے ہیں جو یہ بادام تلخ
 زہر سے بھی گرجہ ہو تے ہیں بہت دشنام تلخ
 یہ وہ ہے کوئٹھ جس سے ہر زبان دکام تلخ
 ابتدا اسکی ہے میٹھی اور ہے انجام تلخ
 پلی بھی جا بیا صحت کے لئے پر جام تلخ

کون سنا ہے محب بند و نصیحت کو تری
 ہے تری ہر بات گویا زہر کا اک جام تلخ

وال

خدا کے بندے تھے سب ایک نواں گھر کا
 جو پھنسا جامہ انگریز تو گھسٹی وقت
 دماغ بگڑا ہے اس قوم کا خدا حافظ
 ہر اک فریق نے اتنی گڑا ہی حدیثین میں
 فتنای شیعہ و سنی تو سے فساد کی جڑ
 بڑی نگاہ کا دل میں خیال کس کے تھا
 گھر وین عورتیں گٹ گٹ کر لپ ہوئیں ہار
 مگر یہ مذہب و دین لائے ہیں کدھر کا فساد
 جو پی شراب تو پیدا ہوا جب گھر کا فساد
 کہ خوفناک ہے سر سام اور سر کا فساد
 کہ مٹ سکے گا نہ تاحشر یہ خبر کا فساد
 مثانین اب تو مسلمان ہے اپنے گھر کا
 یہ پردہ ہی سے تو پیدا ہوا نظر کا فساد
 کہیں ضعیف ہو مجدہ کہیں جگر کا فساد

نتیجے اپنے ہی اعمال کے ہیں نیک بد
 نہ بخش کا ہے زیر پر نہ سب سے مکر کا فساد
 نفاق قوم کی کچھ انتہا نہیں ہے محب
 کہ بڑھتا جاتا ہے فتنے کا اور شر کا فساد

ذال

نفع سے تعلیمِ نوان کے تو ہے انکارِ شاد
 اے طبیب! جہل و غفلت کا مرض جو لاعلاج
 فلسفہ کے سامنے ٹھٹھکیے یہ مذہبِ کہین
 ہے یہ اُردو شاعری کاں جیون و عشقِ خوش
 ہر منہ کا جس نوان کے مگر اقرارِ شاد
 یہ مرض مہلک ہو اس سے بچو ہیں بیمارِ شاد
 بچتی ہے بارش میں کہنہ کو کھلی دیا رِ شاد
 ہو مگر ان پتھروں میں گو ہر افکارِ شاد
 اہلِ جہت کہینچے ہیں میان سے تلوارِ شاد
 اور ڈھو ڈھین بھی تو ملتا ہے کوئی بیدارِ شاد
 قوم کو ہو فائدہ جن سے وہ ہیں اخبارِ شاد
 سچی باتوں کا بھی یہ کرتے نہیں اقرارِ شاد

یون تو کثرت سے ہیں جو لے ہند میں ہمدرد قوم

ہیں محب سچے مگر اس قوم کے غمخوارِ شاد

رے

ٹوٹے بچتے ہی سو رہو پڑ کر
 جو کہ سوتے ہیں لطفِ شب کے بعد
 خوابِ راحت سے اُٹھو وقتِ صبح
 وہ نہیں اُٹھتے پانچ کے اندر
 دیر سے سوتا دیر سے اٹھنا
 دونوں باتیں بڑی ہیں کچھ ہر جنم

عمر کرتا ہے کم مزاج خراب
 جان کا محفلوں میں پریش بھر
 مول لیتے ہیں دام دیکھ مرض
 جاتے ہیں ناکھون میں جو اکشر
 ضعف روح و بدن میں آتا ہے
 زیادہ سونے کا بھی بُرا ہے اثر
 جاگئے سونے میں ہو عدل محب
 حفظِ صحت کو چاہتے ہو اگر

محل میں عورتیں محسوس پاسِ بمان در پر
 برس رہا ہے کان قیدِ خانے کا گھر پر
 جو فتح کرتے ہیں علم و عمل کی اقلیدین
 وہی توڑ کھٹے ہیں اب برتری سکندر پر
 خدا نے دی ہے جو عقل کا ملے اس سے
 کہ بیٹھنا ایشین حیوان بھی مقدر پر
 جو جانتے ہیں حیاتِ ابد شہادت کو
 گلا دور کہتے ہیں خود آپ اپنا خنجر پر
 زمین کو بھی تو ہے ان ہر وہ علم پہ ناز
 فلک کو فخر ہے گر مہرِ ماہِ داختر پر
 بہاری ہی تو ہے رزگِ مین قابلِ داد
 اٹھائیں جس نے ہون دنیا کی گفتیں پیہم
 شجاعت اور عدالت میں دونو تھے کامل
 وہ یلوم فتح بھی نزدیک ہے کہ مسجد میں
 وہ یلوم فتح بھی نزدیک ہے کہ مسجد میں
 جہان میں چلتا ہے جگے خیال کا سکہ
 کیا ہے پردہ درون نے وہ بدلِ احسان
 کیا ہے پردہ درون نے وہ بدلِ احسان

وہاں خیال ہو کیا خاک بہیری کا محب

جہاں برستے ہوں لعنت کے تیر بہر پر

بہاری ادھیک زن ہو کیا کیا مہر تابان پر
 بہاری چشمِ گرمان خندہ زن ہو ابر باران پر

اگرچہ فرض ہے صوم و صلاۃ و حج مسلمان پر
 نہیں گرا آدمی میں آدمیت اور ہمدردی
 و رندوں سے بھی بدتر آدمی رہتے ہوں گے کیا
 حقیقت سے کسی شے کی نہیں کو فلسفہ و اقیاف
 یہ تقریبوں میں پروے والیوں کا اتدین رہنا
 مسلمانوں پہاگو جنگ شمشیر قلم سے ستم
 سخن جنہوں کی خاموشی سخن کے حق میں قاتل ہو
 یہ ظاہر داریاں دیتی ہیں وہ لوگ اہل دنیا کو
 ہدایت کا ضلالت کا وہی تو ایک ہے مالک
 عبادت تو بہت کی جو رحمت کے لئے زاہد
 نہیں شرم و حیا کچھ جھوٹ بولیں تہمتیں بانٹیں
 بڑے بے مین یہ کم سن بیویاں کیا زیب دیتی ہیں
 میری فکر رسالائی ہے بام عرش سے مضمون

مگر ہمدردی انسان سے اول فرض انسان پر
 فضیلت حضرت انسان کو پھر کیا اور حیوان پر
 تو پھر شہرہوں کو کیا ترجیح ہے کہ وہ بیابان پر
 مذاہب بھی تو قائم ہیں بنائے وہم و امکان کو
 مصیبت میں زبان کی جان پرافت ہو مہمان پر
 شجاعانِ عرب دیتے رہے ہیں جان میں پھر
 سخن کی داد دینی فرض ہو ہر اک سخندان پر
 مگر اس غیب دان کی تو نظر رہتی ہو نہ بیان پر
 خدا پر ہے نہیں الزام مگر اسی کا شیطان پر
 کیا ہے بے غرض احسان بھی کوئی تو انساں پر
 مگر سوجان سے قربان ہیں ہر وقت ایمان پر
 مستطابک بوڑھا دیو ہے گویا پرستان پر
 کتاب آسمانی کا گمان ہے میر کو دیوان پر

محب پر وہ نشین محروم ہیں ہر ایک نعمت سے

نہیں پردہ یہ ہے قہر خدا مطلق شہوان پر

ہٹے نہ میدان سے کبھی ہم شکست پیہم سے تنگ ہو کر

ارے ہیں دیوؤں سے کیا لڑائی لڑکار لوپ و لنگ ہو کر

خاتمے دی ہے جو عقل و دانش تو کیوں ہو تقدیر پر بھروسہ

ہزارا فوس ہے کہ انسان اسے یہ دنیا میں سنگ ہو کر

ہمارے پروردہ مصنامین کہ جس میں بارود کی ہے قوت
 پہنچتے کانون کی راہ سے ہیں دلون میں خفیہ سرنگ ہو کر
 یہ عمر یہ جوانی ہے جو شش سیلاب بحر ہستی
 حباب موج فنا سے نکلا شباب دریا اسنگ ہو کر
 کوئی جو بزم سخن میں آکر جلاتا ہے شمعِ علم و دانش +
 تو اس پہ گرتے ہیں ہر طرف سے یہ اہل یورپ پتنگ ہو کر
 انہیں کی عصمت ہے قابلِ فخر جو ہیں آزاد بندِ خون سے
 وہ خاکِ عفت ہے جو حاصلِ سیرِ قیدِ فرنگ ہو کر
 اٹھا نراب بھی یہ سخت پردہ تو دیکھ لینا کہ عورتیں سب +
 نخلِ پڑنیگی گھرون سے اک دن یہ زندگانی سے تنگ ہو کر
 یہ بحرِ ہستی ہے ایک طوفان کہ جس میں ہے مدوجرز ہر دم
 وہاں موجِ فنا سے نکلی قصائے مہمِ ہنگ ہو کر
 اوہر تو پردہ کا جہل حامی ادھر ہے تعلیمِ حریت کی +
 یہ قصد ہو گئے گا فیصلہ اب ضرور دونوں میں جنگ ہو کر
 کہا جو میں نے کہ سخت پردہ ہے قوم کے جسم پر یہ سرطان
 تو رہ گئے بزمِ میں عدو سب پرنگ تصویرِ رنگ ہو کر
 ذلیلِ حالت کی ذیست سے تو ہمارا مرنا ہی اب ہے بہتر
 ہزار لعنت ہے زندگی پر جنیں جو آبا کے ننگ ہو کر
 یہ نیلمِ الماس اور گوہرِ ہین عکسِ مہرِ رخِ منور +

دکھائے قدرت نے اپنے جلو سے خود آپ کا لون میں رنگ ہو کر
 اسی کے یہ رنگ ہیں چین میں اسی کے جلو سے ہیں آمان یہ
 فلک پر چمکا دو مہر ہو کر گلوں سے نکلا دور رنگ ہو کر
 بہارا رو تا نہیں عبث ہے کہ اس سے سیراب ملک ہو گا
 بھینگے آنسوں یہ چشم ترکے و لون میں دریا کے رنگ ہو کر
 محب نہ کہو بوزبان اپنی کہ ہیں نصیحت سے لوگ برہم
 لون میں چھٹی ہیں غافلوں کے تمہاری باتیں خد رنگ ہو کر
 رے

وہم بھر تو بیٹھنے دے غریب الوطن کو چھوڑ
 صیاد تاک میں ہے گلوں میں لگی ہو آگ
 کب تک رہے گا جال میں تقلید کو پیٹنا
 آثارِ خیر چھوڑ کے جا۔ سائے ثواب
 لکھ وہ خیال جو کہ ہو کچھ قوم کو مفید
 دودن کی زیست گل کی طرح ہنکے کاٹ دے
 اس صید گاہ دل میں یہ موڑی ہے شے نفیر
 دو لون سے کام لے کر نہر حائین قبل موت
 کیا لطف زیست اہل وطن ہوں اگر عدو
 باقی اثر ہے روح کا فانی ہے یہ بدن
 مشاطگی بھی فرض ہے مان باپ پر کہین
 اسے چرخ بد بھاد عت و کہن کو چھوڑ
 بگرہی ہوا سے باغ نہو بیل چین کو چھوڑ
 لے کام اپنی عقل سے دیوانہ پن کو چھوڑ
 کوڑی بھی اپنے پاس نہ باقی کفن کو چھوڑ
 مضمون چشم و ابرو و لعل و دہن کو چھوڑ
 اے عندلیب نالہ و سنج و محن کو چھوڑ
 کر اس کو تو شکار غزال حسن کو چھوڑ
 بے کار روح اور نہ اعضائے تن کو چھوڑ
 غربت میں ابرو سے بسر کردن کو چھوڑ
 دے تقویت دماغ کو فکر بدن کو چھوڑ
 نختہ را اپنے بیاہ کا دو لہا دو لہن کو چھوڑ

علم و عمل میں وقتِ عزیز اپنا عرصہ کر
اہل کمال کی ہمیں ہوائِ وطن میں قدر
دشمن ہے مافلون کا تو ہے احمدؔ کا دوش
سیرِ کتاب میں قصبے باغِ جہان کی سیر
مہلے کے بعد گاڑی دیگا کوئی کہیں
دُرات کے سنگبار کو اس ہانگین کو چڑھ
تو آبرو دے گا گھر اپنی عدن کو چڑھ
گردون درون پرست تو اس سفلہ پن کو چڑھ
راحت بیٹھ گشتِ مین سیرِ چین کو چڑھ
کر فکرِ خیر خلقِ خیال کفن کو چھوڑ

سجھاتا تو تان کو محبِ جان سے ہنر

یہ غیرِ حبِ سچتے ہیں تو بھی دکن کو چھوڑ

تر

دیکھ صبا دہ دیکھ اپنے گرفتار کو تیز
دوڑ میں علم و عمل کے ہمیں اچھی تیزی
مرضِ کہنہ سے یہ سختِ جنون پر وہ
دل میں چھبھانے نہ ہے گل کی طبیعتِ نک
خرقِ عادات تو اس قوم میں ادنیٰ ہی ہوگا
کیون نہ ہر آن ہو یورپ کی ترٹی کو عروج
منطق و علمِ بلاغت تو مقرر کی ہے جان
چمن و بہرین ملتا ہمیں بے بیج کے گنج
زاہد و اسب کا خدا ہے وہ غفور اور رحیم
ہے یہ اخبارِ ترقی کا تو برقی آلہ
قدرِ آزاد خیالی تو ہے یورپ میں محب
منعم دیکھتا رہتا ہے دل آزار کو تیز
جلد تھک جاتا ہے کرتا ہے جو رفتار کو تیز
دے طبیعتِ ابتودوا اور ہی بیمار کو تیز
بیل زار نہ کر تشرِ منقار کو تیز
پیر صاحبِ بہان دوڑاتے ہیں دیوار کو تیز
کہ دہان رکھتے ہیں بجلی سے بھی اخبار کو تیز
پہلے کر لیجئے اس سان پہ تلوار کو تیز
گل بھی رکھتے ہیں نہان نوک سرخار کو تیز
دیکھتے آپ ہیں کیون رند گنہ گار کو تیز
برق سان کیجئے اخبار کی رفتار کو تیز
اور رکھتے ہیں بہانِ خنجرِ غوغار کو تیز

سین

ہے بہار و خزان ہر ایک برس یہ جوانی مگر ہے چند نفس
 عورتیں ہر جگہ کی ہیں آزاد قطعہ ہیں مگر ہند کی اسیر نفس
 خوار و مفلوم و بے کس و محسوس کوئی ان سائنہیں کہیں بے بس
 سمجھے نفس کو کین امیر حقیر کم ہے طاؤس سے یہ حن گس؟
 دائے غفلت ہیں رہے پیچھے کان میں آئی بھی نہ بانگ جرس
 نفع کی بات بھی نہیں سنتے اور پھر ہے ترقیوں کی ہوس
 کیا کہیں منہ سے اسجگہ کہ جہان خوف سلطان ہو اور بعیم
 پھر وہی موت کا ہے ہر دم خوف آدمی گر جئے ہزار برس
 پشتِ پشت کی ہو فکر معاش اور یہ زندگی ہے ایک نفس
 گھٹ کے مرجائیں کیوں نہ یہ صیاد بند چاروں طرف سے ہنوفس
 گرتے ہیں نوکری پہ اہل مسلم جیسے شیرینوں پہ مور گس

س چکے ہم محب تیری باتیں
 کیونہ سے نہ اور کچھ بس بس

شین

سوزش دل سے ہے دلی غمیں جوش سر ہے یادِ یگ پر ہے یہ سر پوش
 اب خدا خودی کا جوش نہیں کردیا بے خودی نے کیا بیوش
 کیا رہے گی مخالفت کوئی دن کا ہے سب یہ جوش و خروش
 بت فروشوں سے کیا خدا کو دایم یہ مسلمان تو ہیں کعبہ فروش

ہم کو اپنی بھی کچھ خبر ہی نہیں
 بڑھ گئے دوڑ میں یہ گبر و ہر و
 آتش جہل کے قریب نہ جا
 نکتہ چین ہو گئے ہیں دشمن جان
 اپنے اغراض میں ہیں یہ سب مست
 جرم سنگین کیا ہوا ان سے
 کیوں کر اخلاق قوم کے ہوں بہت
 مرد کی زن ہی تو معلوم ہے
 پھر نہ یہ مجالسین نہ نقسیرین
 آئے تھے جب ملی تھی مان کی گود
 راز دل کس سے میں کہوں جا کر
 بزم دل انجمن سے بہتر ہے
 جس دایم ہے حافظ عفت؟
 ایسے دنیا میں ہیں کہاں مدہوش
 خواب میں مست ہیں مگر خرگوش
 جابلون میں تو ہے فساد کا جوش
 بیٹھ پڑے ہیں تو بھی انجا موش
 قوم کے فائدہ کا کس کو ہوش
 عورتیں کیوں گھروں میں ہیں بدوش
 مرد زن جب نہیں ہیں دوش بدیش
 مدرسہ پہلا مان کی ہے آغوش
 کچھ دنوں کا ہے سب یہ جوش خرش
 جائینگے تو لحد کی ہے آغوش
 میری باتیں سنے کہاں ہر وہ گوش
 بیٹھیں خلوت میں ہم نہ کیوں خانہ
 مانے گا بات یہ کوئی وہی ہوش

جنگو سمجھے تھے ہم محب اپنا

ہو گئے وہ بھی آہ یار فروش

صدا

زندگانی کی نہ آرام کی حرص
 تاکتی رہتی ہیں کو ٹھون کو کھڑین
 ڈر سے مردوں کے یہ سب پردہ ہی
 ہے ہمیں فائدہ عام کی حرص
 پردہ داروں کو ہے کیا بام کی حرص
 مرغ کو ہوتی ہے کب دام کی حرص

ان سے ہوگی نہ کوئی خدمت قوم
 خدمت قوم ہے مسیباں و سبب
 اور ہونگے وہ خطا یوں کے عرض
 دل کو ہوتی ہے مہمان سے خوشی
 بیٹھ جاتی ہیں یہ خود پر دے میں
 حرص محنت تو یہ بیان ہے کسکو
 خود بخود کام ملین گئے تم کو
 چاہتے ہیں کہ نہ تین دن جلدی
 خدمت دین سے یہی پردہ دری
 ہے جنہیں خواہش ہے ہائے طہر
 ایک کافی تھے سب ہرکو
 سب سے بہترین نام کی انعام کی حرص
 ہے جیسے کفر نہ اسلام کی حرص
 ہے ہمیں تو انہیں و خیر نام کی حرص
 پھر ہمیں کیوں نہ ہو تمام کی حرص
 مرغ بلے پر کو ہے کیا دام کی حرص
 مان مگر سب کو ہے آرام کی حرص
 پہلے پیدا تو کرد کام کی حرص
 سب کتب بیون کو کیا شام کی حرص
 اور کیا ہوتی ہے اسلام کی حرص
 کیوں نہ ہو ان کوئے و جام کی حرص
 ہے خدا کو بھی تو پیام کی حرص

قوم پر آپ کو قربان کر دے
 ہے محب تجکو اگر نام کی حرص

ضاد

گالیان کہانے کی پروانہ زمانے سے عرض
 مجلس قوم میں آتے ہیں جو ہیں قوم کو دست
 خود عرض لوگوں کو اس بزم میں آنے سے عرض
 دین دیا مان سے ہمارے تو خدا واقف ہو
 ساری دنیا کو پھر اسلام بتانے سے عرض
 خدمت قوم جو منظور ہو تی ہرکو
 پھر میں آپ کی یہ گالیان کہانے سے عرض
 اسکی قدرت کا جو اظہار نہ ہو نامعلوم
 سوتے جاگ اٹھیں یہ ہر شور مچانے سے عرض
 شاہ گل کو تھی کیا رنگ دکھانے سے عرض

تھا خدا کو بھی تو منظور کچھ اظہار کمال
دوست ہی کچھ تھے میں اور دوست کو سمجھا میں
مر گیا دوست ولی اپنا محبت سس
نفع سے خلق کے مطلب سے نہ کچھ لوگوں کو
اہل دنیا کا تو معبود حقیقی سے یہ زر
بے غرض یہ تو نہیں جا تو تیرا لہو کو گھر
قوم کے ذکر سے دلچسپ ہو حورون کا بیان
کیسے خوشنور یہ انسان نقص سے ہیں

ورنہ اس خاک کے پتلے کو بنانے سے غرض
دشمنوں کو نہیں جی اپنا جلائے سے غرض
اب ہمیں مقبرہ و عروس میں جاؤ سے غرض
پھر ہمیں اپنے خیالات چھپانے سے غرض
حق سے مطلب نہیں دولت اگر افسوس غرض
شیخ کی کچھ تو ہے تجنا زین آئسے غرض
واعظون کو ہے فقط رنگ جانے سے غرض
ان درند و تلو مجاس میں بلاؤ سے غرض

مصلح قوم وہی تارک دنیا ہیں محب

بخ خدا جنگو نہیں کوئی زمانے سے غرض

طوے

اہل دنیا ہی کے سر میں نہیں گہر بار کا خطا
کیا دوا کیجئے مہلک ہے جنون پر وہ
کھینچتا رہتا ہے ابرو کی طح شیخ مصلال
دیکھتے جسکو وہ شاعر ہے مگر جاہل محض
بند ہو جاتے ہو اساتے منتظر نہ رہے
پاس کوڑی نہیں سر میں ہو امارت کا خیال
اعتقاد اور خبر پر نہ بھروسہ کیجئے
نعمتیں دی ہیں خدا نے نہ اٹھائیں کیوں لطف

اہل دین کو بھی تو ہو حورون کے دیدار کا خطا
اور بڑھتا ہے دواؤں کی تو پیار کا خطا
کیا فلک کو بھی حسیون کو ہے تلوار کا خطا
بچے بچے کو ہو کیا ہند میں اشعار کا خطا
پردہ دارون کو ہے کیا رفعت دیوار کا خطا
بھیک منگو اتا ہے آخر یہی نادار کا خطا
عقل گھٹ جاتی ہو بڑھتا ہو جو اخبار کا خطا
ترک دنیا و لذائذ تو ہی دیندار کا خطا

۱۱
۱۲
۱۳
۱۴
۱۵
۱۶
۱۷
۱۸
۱۹
۲۰
۲۱
۲۲
۲۳
۲۴
۲۵
۲۶
۲۷
۲۸
۲۹
۳۰
۳۱
۳۲
۳۳
۳۴
۳۵
۳۶
۳۷
۳۸
۳۹
۴۰
۴۱
۴۲
۴۳
۴۴
۴۵
۴۶
۴۷
۴۸
۴۹
۵۰
۵۱
۵۲
۵۳
۵۴
۵۵
۵۶
۵۷
۵۸
۵۹
۶۰
۶۱
۶۲
۶۳
۶۴
۶۵
۶۶
۶۷
۶۸
۶۹
۷۰
۷۱
۷۲
۷۳
۷۴
۷۵
۷۶
۷۷
۷۸
۷۹
۸۰
۸۱
۸۲
۸۳
۸۴
۸۵
۸۶
۸۷
۸۸
۸۹
۹۰
۹۱
۹۲
۹۳
۹۴
۹۵
۹۶
۹۷
۹۸
۹۹
۱۰۰

بد تو بزرگ بھی مجھے نہیں ظلموں سے ترسے
وعدہ کر لیتے ہیں رکھتے نہیں پھر اس کا خیال
یوش دعوائے انا الحق کو چھپا بھی نہ سکا
چار تن بچتے پاک تو سب ایک ہی ہیں
جلوہ یار تو ہر رنگ میں اتنا ہے نطر
راحت قلب قناعت ہے ہر نفس کو نصیب
دشمنوں سے بھی نہ کھینچتا ہو دل کی باتیں

نظم

خدا کے گہر میں ہی ہے پردہ وحیا کا لحاظ
بٹھاتی سر پہ ہیں اپنے حجاب کو موحین
زمین پہ آج نہ ہوتے یہ کافر و بدکار
حرم میں بھی تو اُسی ایک بت کی حرمت ہو
بجہتی دل میں ہیں پردے کو خوب مستورات
مریض فہم کو قسمت پہ چھوڑ دین کیوں کر
یہ مقبر سے غرغرا خالے نسب میں تجالنے
ہر ایک حادثہ و ہرجب ہے مرضی رب
مثلاً راہ سے آثار رفیعگان رہبر و
گھروں میں قانون کمر تی ہیں اکیہ پردہ نشین
مشراب ناب ہو خلوت ہو اور حور بہشت

نہیں ہے جو تون مردوں کو کیا خدا کا لحاظ
جو بے فیض ہیں رکھتے ہیں آشنا کا لحاظ
خدا کو زلہ دے! ہوتا اگر خطا کا لحاظ
کہاں ہو دیرو حرم و ولوں میں خدا کا لحاظ
مگر زبان سے کہیں کیا کہ ہے حیا کا لحاظ
ذرا بھی جان ہی باقی تو ہے ددا کا لحاظ
نہیں ہے اب تو مسلمان کو بھی خدا کا لحاظ
تو پھر خدا کو ہو کس طرح سے دعا کا لحاظ
کہ راہرو کو ضروری ہے نقش پا کا لحاظ
جنوں پردہ عجب ہو عجب حیا کا لحاظ
جناب شیخ کو اس وقت ہو خدا کا لحاظ

جو گل بہن شاد تو وہ چہرہ چہاڑ سہ خوش بہن
 غموش غنچہ سہ کرتا سہ کچھ صبا کا لکھنا
 وہی سٹے بہن تیر کی آندہ بیون سے محب
 بہن سہ جنکو زمانے کی کچھ ہوا کا لحاظ

عین

برسون ہی میں آتا سہ کسی بات کا موقع
 جو علم کے عاشق ہیں کتاب ان کی ہو خوش
 پابندی اوقات سے ہوتا سہ بہت کام
 پھر سیر کا سہ وقت ملاقات کا موقع
 ہے قوم کی ادا دہ ہر روی انسان
 اک فقط مرگ ہی خیرات کا موقع
 مسجد میں بھی اب قوم کے ادبار کا ہر ذکر
 واعظ! انہیں دلچسپ حکایات کا موقع
 پی تو بھی جوانی میں شب و روز مئے علم
 اب نام سے پردہ کے تو وحشت ہو غضب کی
 رند و نکو غنیمت سہ یہ بڑا سات کا موقع
 کچھ اور چلو چاکی سہ گہات کا موقع
 واعظ! بہن فرصت جو سنیں تیری کہانی
 ہر کام کا اک وقت ہے ہر بات کا موقع

خلوت میں مزا ملتا سہ باتوں سے جو دل کی
 کہتے بہن جلسوں میں محب رات کا موقع

غین

کس کو حاصل ہو کالجوں سے فراغ
 سیکرٹن علم اور ایک دماغ
 علم ہے نوز چہل تہہ کی
 اہل تحقیق ہیں جان کے چراغ

موحین رندون کی یاد آتی بہین
 ڈھونڈ رہتا ہے خدا کو کیا زاد
 بکتے بہین مولوی بھی اب ہنریان
 غم سے خاکی نہیں کسی کا دل
 عمر دنیا سے کیا بشر واقف
 پرشہ دنیا پہ حکمران ہوتا
 ایک دم لی تھی سب بہا چہن
 راتیں جو کاٹتے بہین پرٹے نہین
 جان دنیا کی ہے یہی انسان
 ہے یہ تعلیم و تربیت بے کار
 موحین بھی لڑکھڑائی پھرتی بہین
 جنکی شہرت پہناہ کو ہے رشک
 اس اندھیرے میں تھا معلم نور
 چہوڑ نقلیہ عقل سے لے کام

ٹوٹے بہین حباب کے جو ایاغ
 کچھہ بچتے اپنا بھی واسے سراغ
 قوم کا کیا بگڑ گیا ہے دماغ
 دیکھ لالہ کے دل میں بھی ہو داغ
 پرشہ کیا جائے کب سے یہ باغ
 رکنا آدم سے گر بڑا وہ دماغ
 کل جان با بلین تھیں آج بہین داغ
 وہی عالم کے ہو گئے چشم و چراغ
 اور انسان کی ہے جان دماغ
 گر دیا ہی نہیں خدا نے دماغ
 چل رہے بہین تاباں کے جو ایاغ
 بہین زمانہ میں آج حضرت داغ
 حیف کہتے بچہ ادا یہ چراغ
 کہ خدا نے بچے دیا ہو دماغ

جسکے پودون کی تربیت ہی نہیں
 کس طرح سے محب ہوا وہ داغ

کہن سے اتنا انہین دوزخ و خدا کا خوف
 داغ قوم کا روشن ہو لکھ کتاب ایسی
 کہ جتنا ایک پولس میں کی سزا کا خوف
 یہ وہ چراغ ہے جسکو نہین ہوا کا خوف

جسے طبیعت ڈر اور سرے دوا کا خوف
 سٹایا دل سے ہر توبہ کے کیا خدا کا خوف
 خوشی نہ زلیست کی جگہ نہ ہے قصا کا خوف
 کہ آشنا کو بھی اب تو ہے آشنا کا خوف
 بہت بڑا ہے ہمیں ان کی بدو عا کا خوف
 نہ ہوتا ان کو اگر پردہ و حسیا کا خوف
 کہ دل میں عاشقوں کے ہر بہت حنا کا خوف
 گیا و پس کو کیا شدت ہوا کا خوف

ہمیں تو زلیست سے اوس قوم کی ہر باہمی
 گناہ کرتے ہیں ڈرتے نہیں بین و فرج کر
 وہی ہیں چین سے اس خانہ حوادث میں
 یہ اعتبار گیا یا رو آشنا کی کا
 اسیر و بکس و مظلوم ہیں یہ مستورات
 گھروں سے تیسرے فاقہ پر یہ شکل پرتین
 بنایا شاعر دن نے یار کو ہے کیا خونی
 ہواے تند سے گرتے ہیں اونچے اونچے درخت

محب نہ کم ہوئی پیری میں ہی محبت زلیست
 لکھی جو عمر تو بڑھتا گیا قصا کا خوف

قاف

بانٹے پھر تیرے ہیں مخلوق کو ذری کی طبق
 پڑھتے ہیں مدرسہ دہر میں ہم اور سبق
 اور اٹھائے دن رات کتابوں کو ورق
 جب تک ایڑی پہ ٹپک جائے نہ ماتمگر عرف
 رہتے ہیں علم طلیعات میں جو مستغرق
 عقل معبود مری منکر یہ ہمیں برحق
 خون ہر چرخ کی گردن پہ ہمیں نگ شفق
 اس مصیبت پہ تو پتھر کا کعبہ بھی ہے شق

گردہ شمس و قمر اور یہ خوان ازرق
 عقل اُستاد ہے فطرت ہو کتاب مبدوع
 عمر برباد ہوئی جاہل مطلق ہی رہے
 اس زمانے میں تو روئی ہی نہیں ملتی ہے
 دیکھتے ہیں وہی آنکھوں سے خدا کا جلوہ
 خدمت خلق عبادت مری ایمان ہو صدق
 قتل مہوش ہوئے اس پردہ و نگاہ میں
 سخت جانی کا لکھے بیوہ کو کیا حال قلم

سنئے تھی روزِ جزاءِ عوی جس نے ان
خونے حامی پر دھکا ہوا چھسہ رفت
اس زمانے میں سلاست تو ہو مضمون کی جان
کہیں ہو جائیں بلاغت کے نہ اشتراوق
اب تو صوفی ہے وہی صوف جو بکر برین
ناچے ڈھولک پہ زبان سے کہی ہر دم ہوتی
مرد کرتے ہیں جو عورت کی حفاظت و نرات

ان سے بڑھ کر ہے محب کون جہان میں حق

کاف

کوزہ گر ہے یہ گردشِ افلاک
اور یہ چرخ ہے کہار کا چاک
منہ کو پھر بار بار دہو لینا
پہلے دلو تو اپنے کہ لے پاک
اس چین کو ہے اختلافِ سرنگ
کوئی گل شاو کوئی سینہ چاک
قبر پر ہم سے خاکساروں کی
شامیانہ ہے گنبدِ افلاک
خود بخود بعد مرگ ملتے ہیں
باد میں باد اور خاک میں خاک
سب ظاہر کی ہے یہی خاست
دل انسان گناہ سے ہو پاک
ایک ہی اصل کے ہیں یہ ب رنگ
مے تو ہے سرخ اور سبز ہو تاک
ہم اسی بت کو جانتے ہیں خدا
کیون نہ ہو عشق پھر بار پاک
حق بھی لاتے نہیں زبان سے یہ
خلق سے ہو نہیں خدا سو پاک
بے قصا کوئی کچھ نہیں کرنا
روز جاتے ہیں خود قریب کے گھر
پیتے ہیں یہ آسیا کی طمع
اے گلو! حسن چند روزہ ہے
آپ تو ہو گئے مینِ آسیا پاک
گردشِ ماضی گردشِ افلاک
پھر تو ب رنگ روپ سب ہو خاک

خاک چھانے بھی عمر بھر یہ فلک
ایک ہی ذات کے ہیں یہ سب صفات
بہیڑ سے بھی وہ آج ڈرتے ہیں
ناقص النقص کون کہتا ہے
مردن کی نہ ہاتھ آئے گی خاک
نہ کوئی پاک ہو نہ ہے ناپاک
خیر سان جن کی کل بند ہی تھی دھاک
عورتیں مرد سے تو ہیں چالاک
کان چھلنی ہوں جن سے زخمی ناک
اونچا پا جا سمہ ہاتھ میں بسواک
دینداروں کی اب بھی ہر شناخت

دل میں بھی کوئی ہے محبت و درد
گرچہ ظاہر میں ہے محبت یہ تپاک

گاف

ہے زمین کو تاندا فلک بر ذرہ و اختر میں آگ
فکر وہ طائر ہے بامِ عرش اور جلی نشست
دیکھنا مستونہ پینا جانکر آبِ حیات
جل رہا ہے مہر بھی اُس شعلہ کے عشق میں
قابلِ افسوس ہے ان پردہ دار و نکاحا
کیون نہ دم گھٹ جائے تجھ کو کو اندر ہو دونا
بجِ غضب و جلی چکاری لگاتی دم میں ہے
ایہ میں آتش ہو پہنانِ برق ہو اس پر گواہ
کیا وہ بے گادست قومی کا یہ جوش و خروش
نگ دل بھی رکھو ہرین سینہ میں پہنانِ عشق

آدمی تو آدمی ہے عشق کی پتھر میں آگ
لگتی ہو جس جان فرشتوں کو بھی مال و پر میں آگ
یہ سے گلہ رنگ ہے جلتی ہوئی ساغر میں آگ
شمس کہتے ہیں جبر وہ بھی تو ہے چکر میں آگ
خاک ہو جاتی ہیں جل کر لگتی ہے جب گھر میں آگ
ہو کہیں والاں میں چو لہا کہیں ہو در میں آگ
سیدہ میں دل میں جگر میں چشمِ زمین سر میں آگ
سو زش دل سے ہو کیوں اشک چشمِ زمین آگ
عشق ملت کی ہو جب تک قلب کو بھر میں آگ
کیا نہیں سلوم ہوتی ہو نہانِ پتھر میں آگ

دل جو چھکتا ہے تو یہ کہتی ہے بیچ کر
میں جلی جاتی ہوں بہرہ لگی ہو گھر میں آ
خاک ہونے پر بھی باقی ہے محب کچھ سوز عشق
ڈھونڈے اکثر دلی ہوتی ہے خاکستر میں آگ

لام

کون کہتا ہے آشنا ہے دل
یہ تو پہلو میں لے وں ہے دل
دوست ہو جاتے ہیں ترے دشمن
اس میں کچھ بڑے ہی خطاب ہے دل
راستی پر اُسی کو کم پایا
جس کا کج فہم و کج ادا ہے دل
ساک منزل حقیقت ہوں
بد رفتہ علم رہنا ہے دل
تکلیف و عطا و پند کا ہے اثر
اپنے ناصح سے جو فغا ہو دل
دل کو مضبوط چاہیے رکھنا
ہدف تاوک بلا ہے دل
نفس سرکش کو تو نے زیر کیا
تجلی کو شتابش و مرجا ہے دل
صحبت نیک و بد کی ہے تاثیر
خلقت اک بھلا بُرا ہے دل
ترک صوم و صلوة سب جائز
دل دکھانا نہیں روا ہے دل
دم میں جاتا ہے فہرش و تارش
برق ہے چمک رہا ہے دل
اُن کو کیا ہے حجاب کی حاجت
جن کا باعث و حیا ہے دل
عورتیں کیوں نہ سیر باغ کریں
کیا خدا نے نہیں دیا ہے دل
دل بنیکے ہماری مٹی سے
اہل دل کا یہ خاک پا ہے دل
دولت علم گر نہیں ہے پاس
مفلس و بینوا گدا ہے دل

فوج ہوئے ہیں حسرت و ارباب اسے فلک کیا یہ کر بلا ہے دل

گر محبت بنیں محب دل میں

وہ تو مٹی ہی سے بنا ہے دل

پوچھتا ہوں میں جب کہ کیا ہے دل دل یہ کہتا ہے خود خدا ہے دل

وہ اُمیدیں کہاں کہہ رہے وہ خوش! اب تو مٹی کا ہو گیا ہے دل

دیکھ دل میں تو اپنے غیب و ہنر کس قدر صاف آئینہ ہے دل

کیا وفا کی کوئی اُمید یاد سے واقعی جس کا بے وفا ہے دل

صاف رنگ خود ہی سے کر کر تو دیکھ دور میں خدا بنا ہے دل

حسن صورت کا ہے نقشہ پر اثر حسن ہی بت تو کھینچتا ہے دل

وہ تو عالم سما ہے بین اس میں جلوہ قدرت خدا ہے دل

محو نظارہ خدا ہی ہوں ایک حجام جہان غا ہو دل

کیون کر میں عہد توں کو یہ تسلیم کیا خدا نے انہیں دیا ہے دل

کچھ دیر سے ہے کیا مطلب اپنا مقصود مدعا ہے دل

کون دلیہر گیا ہے اس رہ سے ہر قدم زیر نقش پا ہے دل

قید دائم سے فائدہ کیا ہے کیا ہر اک زن کا بے وفا ہو دل

در دلت نہیں ہے جس دل میں وہ تو پتھر سے بھی کڑا ہے دل

لاکھوں سر پر بلائیں لاتا ہے ایک آفت ہے بد بلا ہو دل

دروانِ ان اگر نہیں اس میں

کس مرض کی محب دوا ہے دل

جسے دیکھا اوسے پر آگیا دل
 تجھتے تھے اُسے تو با وفا ہم
 ضرر کیا اگر نہ مائینِ بات اس کی
 تجھے تو خاک میں ملنا ہے اکدن
 تجھے زاہد مبارک حج کعبہ
 یہی پہلو میں ہے بس ایک دشمن
 تری مرضی پہ ہو سو جان سے راضی
 نتیجہ تربیت تسلیم کا ہے
 دلون کو کہینچہ ہے جذبِ الفت
 وہ الفت میں کیا رہبر کی حاجت
 بچا کر دل یہاں چلتے ہیں ہر شیار
 یہ کار خیر ہیں سب غیر فانی
 زرد جاگیر سے کیا دل کو حاصل
 بدلتی مرگ سے ہے حالتِ حیم
 ہماری بیکسی کی ہے یہ حالت
 کسیکو دے نہ ہر جائی خدا دل
 مگر نکلا غضب کا بے وفا دل
 گھر مٹی بھر کے لئے ہو گا خدا دل
 کوئی دم باغ کی کہا لے ہو دل
 ہمیں کافی ہے ایسا حق نما دل
 خدا محفوظ رکھے ہے بلا دل
 خدا تو کر ہمیں ایسا عطا دل
 نہ اچھا ہے نہ ہے کوئی بُرا دل
 یہ مقناطیس ہے یا کہ بادل
 یہی رہبر ہر جہی ہے رہنما دل
 کہ ہے ہر ہر قدم پر زیر پا دل
 انہیں میں ہے فقط تیری بقا دل
 بغیر علم تو ہے بیخدا دل
 تغیر سے نہیں ہوتا فنا دل
 کہ پہلو میں بھی ہے نا آشنا دل

محب جذبِ محبت کی ہے تاثیر
 جو آیا تمام کے وہ دلسر بادل

میم

کچھ نظر آئے نہیں اچھے ہمیں آئنا تو ہم
اہل دولت ہوں نہ جب تک یاد روا نصرا تو ہم
یوں تو کہنے کو بہت ہیں حامی و غمخوار تو ہم
قوم کو بدنام کرتے ہیں یہی اشرار تو ہم
دہا کیا ہیں قوم کے کردار کیا گفتار تو ہم
کیون نہ ہو جائیں ذلیل و خوار پھر اخبار تو ہم
اسکا اک ادنیٰ سا خادم بھی تو بزرگ سردار تو ہم
اب تو یہ علم ادب سے اور وہ انکار تو ہم
پنہی ہے سہی اپنی مدھی ادا بار تو ہم
قابلِ انوس و فقرت ہیں یہی کردار تو ہم
جس سے بچتی ہی نہیں وہ ہے یہی آزار تو ہم

قوم کی اصلاح سمجھے کہیل بچوں کا محب
ہو غربت کو جس میں وہ اوٹھائے بار تو ہم

سب کی نظر میں خوار ہیں یا رب جہاں ہیں ہم
عزت ہے یہ کہ مالک کون و مکان ہیں ہم
کیڑوں کی طرح کو نون میں کیسے نہاں ہیں ہم
دل میں ہیں خوش کہ مالک حور و جہان ہیں ہم
سمجھے ہیں یہ کہ ماہر تیغ و سنان ہیں ہم
اہل قلم ہیں اور نہ اہل زبان ہیں ہم

کوئی مونس ہے نہ کوئی یاد و غمخوار تو ہم
مفلسون سے خاک ہوگی قوم کی حالت در
ایک ہی تو جان دزر سے قوم پر قربان نہیں
کچھ شیا طین قوم کے چند کو بھی کرجاؤ نہیں
لیکچرون میں یہ تعلیٰ کام سب اسکے خلافت
چھوڑ کر تائید حق جب ہو خوشامد سے عرض
قوم کی خدمت کے آگے چیز کیا ہو سلطنت
وہ منقلب شاعری وہ نامہذب ناویلین
جاہلون کہ ہوں مناصب اہل فن میں فوٹیل
عیش و عشرت خود پسندی خود غالی خود سری
کاہلی سے مصغلی ہوتے ہیں جسم و دماغ

ہمسایہ میں ہند میں کس جا کہاں ہیں ہم
دولت گئی عروج گیا سلطنت گئی
اہل نظر جہاں کی کرتے ہیں پھر کے سیر
دنیا کے مال و جاہ کو سمجھیں نہ کیوں یہ بیچ
نازان ہیں باپ دادا کی جرات پر بزدلے
اہل سخن کی بزم میں کیا خاک قدر ہو

مجلس میں اہل علم کی آئین تولا ہر مین
واقف ہرین علوم جدیدہ کے نام سے
کجو فکر و حسن و عشق کے انداز نے ہم پر ہین
ہر مسئلہ میں دلیل شیراز کی سند
افلاس جہل اور تعصب نے جان لی
ہم سارے کوئی اور زمین آسمان میں
یہ سب خدا و بت تو ہمیں نے بنائے ہین
کیا نیک و بد عمل سے بدلتی ہین صورتیں
عشرت کے حفظ کا تو ہے ہر مرد و زن کو حکم
پردہ اینہیں حکومت ملکی اگر گئی
اپنے گہروں میں عورتوں یہ تکار ان میں ہم

قرآن مجید
مختصر و جامع

دنیا یہ پھیرتی ہے بحث ہم سخن محب
کچھ اور چند روز کے اب ہمان ہین ہم

نون

سے شکایت یہ زمانے کا ستم اٹھتا نہیں
صبر کی قوت بڑھا جو سے علاج ہر طا
خدمت نسوان سے روکا ہو کیوں اہل وطن
ہر قدم پر ہے فنا ہر کام پر ہستی بھی ہے
یکم در چندون میں دیکر قوم کو ممنون کر
جانبِ علم و عمل لیکن قدم اٹھتا نہیں
مال و جاہ و زر و زر سے کو غم اٹھتا نہیں
جو شجرتِ حب قوم دل میں دمبدم اٹھتا نہیں
پاؤں کیوں پھر جانبِ راہ عدم اٹھتا نہیں
دل پہ جب بیٹھا تو پھر نقشِ درم اٹھتا نہیں

ہے گوارا اپنی محنت سے اٹھتا میں ہم پہاڑ
سر کے بل جاتا ہوں بیت خانے کو شوقِ دین
پاؤں میں بنیری تعصب کی ہر سریرِ باجیل
اے فلک، یہ پیوگی یہ جس یہ فاقہ کشی
عشق کے دفتر کے دفتراتِ دن لکھتی ہیں تپ
کثرتِ ازدواج نے ڈھائی تمدن کی بسا
کیا اٹھانے سے اٹھیں اب ہم کہیں وہ نالو
عشق میں کوہِ گران کا بھی اٹھانا سہل ہے
رحمِ مادر سے لڑتک اب و داءِ ساتھ ہے
بے فنونِ جنگ یہ سب علم و دولتِ پہچین
اس عروجِ چند روزہ پر عبث ہے یہ غرور
وادی پر خارِ مذہب میں تو سرگردان ہیں
پر وہ انسان کے اٹھ جانے کا ہو سکے فقیر

پر کسی کا بارِ احسان و کرم اٹھتا نہیں
پر قدم میرا سونے بیتِ الحرم اٹھتا نہیں
راستے میں اب ترقی کے قدم اٹھتا نہیں
اب تو تیرا پردہ داروں سے ستم اٹھتا نہیں
بیسکون کی پر حمایت پر قلم اٹھتا نہیں
وائے عبرت پھر بھی دستِ پورِ حرم اٹھتا نہیں
بیٹھ کر صورتِ نقشِ قدم اٹھتا نہیں
ان جیونوں کا لگ جورو ستم اٹھتا نہیں
جیسے جی تو رزق اپنا ہمیشہ دم اٹھتا نہیں
ما قیامت رعبِ شمشیر و دوم اٹھتا نہیں
جب گرا پھر صاحبِ جاہ و حشم اٹھتا نہیں
راہِ علم و عقل میں لیکن قدم اٹھتا نہیں
کاغذِ جاوید سے بھی یہ جرتِ خم اٹھتا نہیں

سہل سمجھے تھے بہت عشق و محبت کو محب
آپ سے معشوق کا جور و ستم اٹھتا نہیں
ہماری ارز و دین بھی ہمارے دل کے ٹکڑے ہیں
مگر بعد فنا دیکھو تو یہ سب گل کے ٹکڑے ہیں +
فلک پر قوتِ تعلیم نے عالم کو پہنچایا +
پڑے غارتِ ملت میں سہ جاہل کے ٹکڑے ہیں

مکافاتِ عمل دیکھو ہمیں ٹکڑے تو کر ڈالا *
 پیشانی سے لیکن خود دل قاتل کے ٹکڑے ہیں
 مثال ماریے بے آب تر پے کیوں نہ یہ دیوہ *
 شمار ان کا نہیں اتنے دل بسل کے ٹکڑے ہیں
 تجھے اے سنگ دل ان سخت جانوں پر نہ رحم آیا
 ترے دل جگر فولاد کے یا سب کے ٹکڑے ہیں
 چھپانے سے کہیں چھپتا ہے خون کشنگان قاتل *
 گل صد برگ شاخون پر کسی کے دل کے ٹکڑے ہیں
 ذرا سی ٹھیس سے یہ نہ شیشہ دل چور ہوتا ہے *
 مگر جڑتے نہیں پھر جڑنے سے دل کے ٹکڑے ہیں
 جوئی تشریح بعد از مرگ سے معلوم یہ حالت
 کہ اک مجروح سینہ میں ہزاروں دل کے ٹکڑے ہیں
 نہ توڑے سنگدل گلچین گل صد برگ سختی سے
 ارے بے رحم یہ غنچے کے نازک دل کے ٹکڑے ہیں
 کیا میلی نے پردہ چاک شوق دید مجنون میں *
 پڑے دشت جنوں میں پردہ محل کے ٹکڑے ہیں
 کرے گا چادر گر کیا اب علاج ہو گان ہند
 جگر کے سینہ کے جانِ حزم کے دل کے ٹکڑے ہیں
 کہیں کیا شمع درو قوم کچھ کہنے نہیں دیتا

کلیجہ منہ کو آتا ہے ہزاروں دل کے ٹکڑے ہیں
پسینہ خون ہوتا ہے محب جب شعر پڑھتے ہیں
نہیں اشعار یہ کاغذ پر اپنے دل کے ٹکڑے ہیں

جو انان دکن یوں پڑا کے لندن کو نکلتی ہیں
مضامین نواز کے کیا ذہن روشن سے نکلتی ہیں
نہ چھپتے ہیں نہ باہر صاف چلن سے نکلتے ہیں
کھٹکتے تھے بہت اے باغبان ہم تیری نظر کو نہ
نکلتی ہیں خواتین حرم جب اوڑھ کر برقعے
کلام نرم قلب سخت کو بھی موم کرنا ہے
چہوڑا یا موت نے اس زندگی کے سب کچھ بڑھو
کرین پردہ نہ کیوں وہ اس کو شوق دید بڑھتا ہو
نکلتی ہی نہیں شام و سحر یہ عورتیں باہر
ہزاروں گلبدن اے دشت غربت خاکیں بلکہ
یہ فن شاعری ہے وہ قوی آلہ ترقی کا
فرشتے موت کے اسطرح لیجا تے ہیں روح کو
چمن میں بلبلین پڑھتی ہیں جب رنگین غزل میری
مہلک ادھیگا سارا بہدان پہو لون کی خوشبو ہے
نکلتی ہو دل جیوہ سے آہ آتشین ہر دم
جگر جھٹتا ہے ان پردہ نشینوں کی مصیبت

کہ جیسے گوہر نایاب معدن سے نکلتی ہیں
پریر دیان سنی دل کی چلن سے نکلتے ہیں
نگہ کے تیر ہر دم چشم برفن سے نکلتے ہیں
برنگ بوئے گل لے آج گلشن سے نکلتے ہیں
یقین ہوتا ہے مردے اپنی دفن کو نکلتی ہیں
زبان کے کام کب شمشیر آہن سے نکلتی ہیں
خدا کا شکر ہے ہم آج الجہن سے نکلتی ہیں
ادواناز کے سب کام چلن سے نکلتے ہیں
وحوش و طیر بھی باسوقت مسکن سے نکلتی ہیں
برنگ لالہ گل تیرے دامن سے نکلتے ہیں
نہ نکلیں تن سے وہ کام اس فن کو نکلتی ہیں
لے لے سپو لونگو گلچیں جیسے گلشن سے نکلتی ہیں
گل تحسین زبان گنگ سوسن سے نکلتی ہیں
گل مضمون رنگین آج خرمن سے نکلتی ہیں
شہر ارے آگ کے جھیلج گلشن کو نکلتی ہیں
قفس میں بند ہو کر جب یہ مسکن سے نکلتے ہیں

بچایا نفس کی گھاتون سے تیرا شکر و یارب
بغیر تربیتِ پھر ہر پیرِ سب جو سہرواتی
بہت کم بچکے ایسے سخت دشمن سرِ نکلوتہ ہیں
خزانِ آئی جن لوگ کیا خارون کی بن آئی
ترا شیدہ کہاں انماں معدن سے نکلتے ہیں
جنارے بلبلوں کے کچ گکشت سے نکلتے ہیں

غلامی نفس کی چوڑی تو آزادی ہوئی حاصل
محبت کب بندہ زردام رہزن سے نکلتے ہیں

لہو کا جام ہے یہ ساغرِ شرابِ نہیں +
جلاویا ہے کیلئے کو آتش تر نے
بلائے دلو وہ شعلہ ہے آفتابِ نہیں
جگر یہ سینہ میں کیا سنج پر کبابِ نہیں؟
شرابِ خوارینِ مجنون میں ہے کوی فرق
اسی سے جامہ کے باہر ہوئی ہے بہت غلب
جنون کے مورشا علی میں کبابِ شرابِ نہیں
کہ محبت کا کوئی اُسپہ رعب و اب نہیں
نہیں ہے لال پری شیشہ میں یہ ڈالین ہو
نہی شراب کہ جلجائے گا دماغ و جگر
جگر کو کاٹتی ہے دل کو خون کرتی ہے
نہیں جن کا خوش ہے یہ نشہ شرابِ نہیں
یہ آگ آتش و وزخ ہے سُرخ آئینہ
شراب سا کوئی زہرِ تلخ تیز آبِ نہیں

پینے کا تہہ سے حوروں کے بھی نہ حجامِ طہور
حرامِ خلہ میں گرچہ محبتِ شرابِ نہیں

ہمارے دین میں پردہ نہیں حجابِ نہیں
یہ خواہشیں یہ انگلیں یہ دلو لے یہ پوش
ترقیوں کا یہاں کوئی سد بابِ نہیں
سرد بادِ اُحمر ہے یہ شبابِ نہیں
یہ حسرت و امان و دلو لہ کا ہے پوش
جو دیکھا چشمِ بصیرت سے یہ ہوا معلوم
یہ سطح آبِ براسنہ ہوئے حجابِ نہیں
ہیں بڑے بہان میں کوئی خرابِ نہیں

رضاء صبر پر ہر دم جو ہے نظر میری
کیا ہے تا بفلک و دود آہ بیوہ ہند
امید و بیم کا میدان ہے عرصہ ہستی
ہو ابھری تھی دماغوں میں جکے تخت کی
کسی بلا میں مجھے کوئی اضطراب نہیں
یہ اسکے دل کے بخارات ہیں حجاب نہیں
سُرُاب اتنی ہیں اس میں کہ کچھ حساب نہیں
یہ اُن کے کاسے نسر ہیں کوئی حباب نہیں
نگاہِ حاسد بد بین میں ہو خراب محب
تری غزل کا تو اس رنگ میں حباب نہیں

علم کا اس سر زمین میں قدردان ملتا نہیں
دہم نعتی جسکے متول کی جہان میں ہر طرف
مفلسی کی بھی نہیں کرتے خشکایت اہل ہند
فہم جو جن کو وہاں کار کی کرتے ہیں قدر
ہر جگہ یورپ میں سرے ہمدردی انسان کی نیم
جسکو دیکھو وہ مثالِ آسیا چکر میں ہے
چشمِ بینا کے لئے عالم ہو سارا درس گاہ
علم ہو تو دل ہے اپنا رشک صد باغ بہشت
کام کو اتنا تو سیکھو کام خود ڈھونڈتے نہیں
ڈھونڈتے پھر تہن یہ دیرِ دم میں کیوں عیش
دور سے معلوم ہوتے ہیں بہم ارض سما
بات جو ہوتی ہے دل میں لب پر آتی ہو ضرور
آشنا مطلب کر خدوت میں تو لاکھوں ہیں محب

عالموں کا تو یہاں نام و نشان ملتا نہیں
وہ ہمارا کان زر ہندوستان ملتا نہیں
سچ تو یہ ہے کوئی ان سابیے زبانِ مشین
نا سمجھ حاکم کو کوئی کاروانِ ملت نہیں
ہند میں لیکن کہیں اس کا نشان ملتا نہیں
چلین دم بھر ہی بنیہ آسمان ملتا نہیں
علم و حکمت کا سبق ہم کو کہاں ملتا نہیں
آسمان پر بھی یہ گلزارِ جنت ملتا نہیں
کام تو ملتے بہت ہیں کاروانِ ملت نہیں
کس جگہ اس بات کا سنگ آستان ملتا نہیں
یہ تو دہو کا سرے نظر کا آسمان ملتا نہیں
کون کہتا ہے خدا کا ارادہ ان ملت نہیں
ایک بھی آفت میں یا مہربان ملت نہیں

میں نے تو لیا
نہیں
اللہ

ہزاروں عورتیں ہیں اشکبار پردہ میں
 بدن ہے سو کبھ کے کاٹا گل عذاب میں زرد
 نہ چوٹیں بعد فنا بھی یہ دامن حبس سے آہ
 چمن میں آئین تو کچھ نفس نصیب ہوا
 کوئی ہے زرد کوئی مضحکہ کوئی ہنسار
 اُٹھاتے پھر تے ہیں دراز لطف ناز
 بڑی ہے جکی طبیعت وہ مانتی کب ہے
 بدلتی جبر سے ہے کوئی خوشے یہ بھی کہیں
 دکھا بہن اپنا کسے حال زار پردہ میں
 یہ گلبدن ہوئے افسوس خار پردہ میں
 بنائے جاتے ہیں ان کے مزار پردہ میں
 زندہ کی باغ جہان کی بہار پردہ میں
 یہ عورتوں کا ہوا حال زار پردہ میں
 گزرتے ہیں انہیں لیل و نہار پردہ میں
 نہ باز آسکے گی رکھو ہزار پردہ میں
 ہزاروں کہیں رہی ہیں شکار پردہ میں

محبت خوش کہ ابھی نہیں ہے پردہ دری

چھپے ہیں عیب ہمارے ہزار پردہ میں

مین محب کا فردیندار ہوں
 مرتبہ میرا ہے شاہوں سے بلند
 صلح کل ہوں اور سب کا یار ہوں
 ہے زمین شعر پر قبضہ مرا
 ملک و ملت کا مین خدمت گار ہوں
 غلام مشکین ہے میرا ذو الفقار
 آسمان نشر کا سردار ہوں
 نعمت دنیا کی ہے کسکو ہوس
 مین غلام حیدر کرتار ہوں
 بعد مرنے کے ہوئی عزت تو کیا
 قوم کی نظر دین میں اب تو خوار ہوں
 جس سے کس طرح چوٹیں عورتیں
 ہے یہی غم جس سے مین بیکار ہوں
 چاہتا ہوں بند رکھوں مین زبان
 دل پہ قابو ہی نہیں ناچار ہوں
 لاکھ چوٹا یا نہ چوٹا کی ما سے قوم
 اس کی غفلت سے بہت سیزا ہوں

صنعت پیری تیرے کیا ہے کیا خفیت
ناؤ انون کی نظر کا تار ہون
ہے لب بام آفتاب زندگی
کوئی دم میں مین نظر کے پار ہون
ہوں نگاہ مردم بینا میں گل
چشم بہ بیت کی نظر میں خار ہون
کافر و مومن نظر آتے ہیں ایک
باد و حدت کے مین سرشار ہون
کیسے خلق کیا کافی نہیں
کیون عبث میں طالب دنیا ہون

یار کے گھر کون جا سے بار بار

کیون محب احباب پر مین بار ہون

پاستہ بین اہل علم جو لذت کتاب میں
میں خوار کو نصیب کہان وہ شراب میں
کچھ نہ فائدہ کوئی شرب شراب میں
مار سیہ کا زہر ہے اس تیز آب میں
جاکر کتاب کیون نہ ہو میخوار کا جسگر
دور رخ کی آگ ہے قدح آفتاب میں
پیری میں علم و فن کی ہر سی سہم میں ہوں
انوس یہ خیال نہ آیا شہ باب میں
عورت کو زہر مرد کو امرت ہے کیون یہ علم
فرمانین اہل ملک کچھ اس کے جواب میں
لکھتے گا اور کاتب اعمال کی گستاہ
تل بھر تو اب جگہ نہیں فرو حساب میں
ہے زندگی خیال تو دنیا بھی ہے شراب
خواب میں عجیب دیکھ رہا ہوں میں خواب میں
غم کی گٹھائیں اس دکھاتی ہیں بون جھلک
جیسے کہ برق کو زندہ رہی ہو سحاب میں
اندھے اسپ عمر تری تیز گامیان
پہنچا عدم میں پاؤں جو رکھار کا ب میں
ارمان گئے امید گئی آرزو گئی
اب کیا رہا ہے اس دل خانہ خراب میں
وہ شیر ہے جو خوف میں ثابت قدم رہا
رہتے نہیں حواس بجا اضطراب میں
ان عورتوں کے حال پر روتا ہوں رات دن
دریا سا گیا مری چشم پر آب میں

کسکی مجال جو کوئی شاکہ ہو اسے کریم
پنھان ہزار لطف ہیں تیرے عتاب میں
ساتی پلاؤں سے پھر قدح آبِ آتشین
خامی ابھی ہے اور جاگر کے کباب میں
جن کے دلوں میں زہرِ حسد ہے بھرا ہوا
رہتے ہیں خنل مارو ہی بیسج و تاب میں
پیری میں کیا شبابِ محب ہلکے یاد آئے

دیکھا تھا ایک خواہب پریشانِ سا خواب میں

وہ بے غرض ہیں کہ دنیا پہ ہم تفو نہ کریں
خدا سے بھی کہی جنت کی آرزو نہ کریں
جو آئینِ عقل میں باتیں بیان کریں واعظ
صفاتِ حور و جنان میں مگر غلو نہ کریں
وہ کرم خوردہ ہیں افسوس اس چمن کے شجر
جو تربیت بھی ہوان کی تو یہ نمونہ کریں
ہم ایک مست خراباتِ رند مشرب ہیں
ہمارے حال کی زہاد جستجو نہ کریں
یہ کہہ و محفلِ رندان میں ہم ہی آتے ہیں
خدا کے واسطے خالی ابھی سببِ نکرین
جو منہ پر کہنے سے ٹٹتے ہیں سارے رنج و ملال
تو کیوں شکایتِ احباب دو بدو نہ کریں
ہماری باتوں پہ کچھ غور تو کریں مکتا
بینرِ علم و ہنس آدمی کی کیا وقعت
بڑا جو کہتے ہیں جھکوکہ بین اجازت ہے
مرے کلام کی ذی فہم داد دیتے ہیں
خدا کرے تجھے کوثرِ مبارک اسے زاہد
ہماری قدر کرینگے سنخو رانِ جہان
جو آئینِ مجلسِ رندان میں حضرتِ ماصح
اٹھا سکیں گے نہ ہم بار منتِ احباب
ہمارے چاک جگر کو محبِ رفو نہ کریں

دکھایا جو تو نے وہ ہم دیکھتے ہیں
 مگر اپنے عیبوں کو کم دیکھتے ہیں
 ہم اس راہ میں پہنچ دشمن دیکھتے ہیں
 زمین ہی سے لوح و قلم دیکھتے ہیں
 کہاں جم کہاں جام جم دیکھتے ہیں
 وہ اب اپنی آنکھوں سے ہم دیکھتے ہیں
 جہالت خدا کی قسم دیکھتے ہیں
 نہ پچھلے سے جاہ و حشم دیکھتے ہیں
 مگر علم و تہذیب کم دیکھتے ہیں
 ہم اُن کے نشانِ قدم دیکھتے ہیں
 وہ دنیا کے سب برہم دیکھتے ہیں
 وہ ہستی میں خواب عدم دیکھتے ہیں
 اُنہیں کو یہاں محترم دیکھتے ہیں
 وہی دستِ اہلِ کرم دیکھتے ہیں
 وہی مفلسی کے ستم دیکھتے ہیں
 ہم اب سوتے سیفِ قلم دیکھتے ہیں
 ہمارا دھڑ رقص دیکھتے ہیں

زمانے کے جو دشمن دیکھتے ہیں
 بہت داغ اور دن کے ہم دیکھتے ہیں
 یہ تقلیدِ بیجا سے بھولیں گے رستے
 عبث جائیں کہوں اہلِ باطن فلکِ پیر
 مہنوں نشہِ جاہ میں مست منعم
 سخی تھی جو اسلام کی پست حالت
 کہیں جس نوان کہیں جو شہِ مذہب
 نہ اگلی سی دولت سے بے بدوستان میں
 جہان دیکھتے ہیں جہالت کی باتیں
 جو پہنچے ہیں اعلیٰ مراتب پر انسان
 جو سمجھے ہیں انجامِ سیر و سیاحت
 جو تارکِ دین دنیا کے جوروں کی خاطر
 کسی علم و فن میں جو ہوتے ہیں کامل
 جو کرتے انہیں اپنے بازو سے محنت
 لٹاتے ہیں جو وقت کی مفت دولت
 سرک جائیں اعدائے تعلیم نوان
 جنہیں ذوق ہے اس نئی شاعری کا

محب دیکھیں کیون آئینہ میں بصورت

اسے دل میں ہم و سب دم دیکھتے ہیں

پھر اُن پہ کیوں گمان ہیں مکر و دغا کے ہیں
 مقبولِ حق ہیں خاص یہ بندِ خدا کے ہیں
 انداز یہ نئے ترے جو روحِ جنا کے ہیں
 کیا ستندِ خواص یہ یوم و ہما کے ہیں
 اس پود کے یہ دن ہی تو نشوونما کے ہیں
 اچھے اصول ہند میں مشرم و حیا کے ہیں
 یہ خدامانِ ملک ہی قابلِ سزا کے ہیں
 لایقِ علاج کے ہیں نہ قابلِ دوا کے ہیں
 قائلِ ہم آپ اپنے قصور و خطا کے ہیں
 بگڑے ہوئے امیر وہی ابتدا کے ہیں
 ہم نہ تو زمین پر خلیفہ خدا کے ہیں
 جلوہ ہمارے دل ہی ہیں ارض و سما کے ہیں
 اے آسمان اثر یہ مری بدعا کے ہیں
 حلقے یہ اعتقاد کے پھندے بلا کے ہیں
 اس راہ میں نشان کی نقشِ پا کے ہیں
 ان عورتوں پر ظلم بھی تو انتہا کے ہیں
 دشمن جو دوست کے وعدہ آشنا کے ہیں
 جیلے ہیں رزق کے تو بہا لے نقصان کے ہیں
 دم بھر کے بعد گرچہ جالے فنا کے ہیں

گر عورتوں میں جو ہر ذاتی وفا کے ہیں
 اے زاہد وہیہ رند ہیں ہر دو قوم و ملک
 پامال عورتوں کو کیا ذبح اے فلک
 کہتے ہیں اوس کو خن تو سمجھے ہیں اس کو سند
 بچوں کی تربیت سے ہر سببِ باغ قوم
 محبوسِ تابہ زیت گھروں میں ہیں عورتیں
 لایقِ ترقیوں کے تو ہیں مفسدانِ قوم
 جہل و تعصب و حسد و بغض کے مریض
 آزادیِ نساکا تو نکلا ہے منہ سے حرف
 پیروی میں بھی جنہیں ہے جوانی کا جوشِ عشق
 زاہد ترے ریاض کا اک باغ ہے صلہ
 عالم کی سیر کرتے ہیں عزت میں بیٹھ کر
 اوندھار ہے گاتیرا بھی یہ کاسہ مراد
 تیغ و دہل سے کہیں کٹے ہیں بندِ رسم
 انسانِ علم ہی سے پہنچتا ہے تاجِ عرش
 کیونکر نہ آئے جوش میں رحمتِ تری کریم
 بنضِ حسد میں بکھریہ حاصلِ ہوا کمال
 خود اڑ کے رزق آتا ہے طہی نہیں اہل
 کیا بھید ہے جو خدا ہیں اس غم کو دین گل

مرغ ہوا انا کی طرح پیہر تھے ہین رخ اہل جہان بھی دیکھتے واسے ہوا کر ہین
ہم باندہ تھے ہین شعر میں کچھ درد دل محب
زنگینیاں ہین اس میں مضمون حنا کے ہین

رہے ہم تو شمارِ خاک پا کے کلین برہون
نہ زمین گے ہند میں گرزور اب تعلیم نہون پر
نہون کیون سوکھ کر کاٹھیاہ گل اس جیس ڈایم کر
زنان ہند کو شرم و حیا نے کوہی رکھا
تپتق اور سل سے کیون نہون پھر جان گٹھک
کہان کا بارغ کیسی مجلسین کیسے کٹاٹک
ذرا سی عمر وہ بھی صرف سنگِ نشت کر توہین
بنایا ہے مہذب و حشیون کو علم سے ہمنے
دکن کی بھی نہ کی کچھ سیر ہمنے ہند سے آکر
عجبت اس نوجوانی پر ہے ناز ان گل عذار و نکو
ملایا خاک میں ان عورتوں کو رسم پردہ نے
نہ ہون خاک سیہ کیون بیوگان ہند جو جگہ
میں ہون خادم اسی پیہر برحق کی امت کا
پہنچ جائینگے ہم بھی منزل مقصد پہ گر پڑ کر
ہمین برباد کرتے ہین کرین لیکن یہ سن کہین
مثال بدر ہوتے ہین ہی کال زمانے میں

بجھتے ہی اسے کا قرین یہ اہل دین برہون
رہے گی کم کر نقش جہالت یہ زمین برسوں
نخلے ہی نہیں پاتے گھر دانش نازین برہون
رہی گھوگٹ میں بھی نیچی نگاہ تنگین برہون
رہین جب ہند زندانوں میں یہ پردہ نشین برہون
نکھو ہی نہیں گھر سو کہین ۶ ملت گردین برہون
مکان رہتا ہے صدیوں اور رہتو ہین کین برہون
رہا ہے لاک یورپ اپنے ہی زیر نگین برہون
جہان آئے مثال نقش پا بیٹھو وہین برسوں
رہا کرتا ہے حسن چند روز بھی کہین برسوں
ہماری بات کا ٹکونہ آئے گا یقین برسوں
کہ نکلی ہے دل سوزان کو آہ آتشین برسوں
رہے ہین حکم خادم حضرت روح الامین برسوں
رہا الفت میں کسے ٹوک کرین کہائیں نہیں برسوں
بہت پتہ پتا سینگے اپنوں کے سواہل کین برسوں
در علم و عمل چرچہ گردنے ہین جہین برسوں

ہوا اک بال بھی بیکانہ تہ سے و فلک میرا
جسے ہر پاد اری وہ حسن خلق و علم و فضل
را کیا گردش قسمت و میرے پاؤں میں چکر
ہمارا دل بھی بے تعلیم خاصمان نہ ہو کیونکر
چڑھتا ہی رہا گو قتل پر تو آستین بہن
کہاں رہتا ہے قائم مثل گل رنگ حسین بہن
مقال نقش پاد بیٹھا نہ زمین دم بھر کہیں بہن
کو خارا گئے ہیں جب رہتی ہر افتادہ زمین بہن
محب اس زندگی میں کچھ تو ایسا کام کر چسپیر
زبانِ خلق سے نکلے صدائے آفرین بہن

۴۴
و فیض میں بیچ
ہن خلق جیو
جس تر برب
اپنی اور نہتی اپنے
گر بیان پر دلین
نور شریف
سہ نور

بچ و راحت میں جو ہیں مرد و مکی یاد و عورتیں
گھر کی زینت کے لئے کافی ہر دانا ایک ن
آسمان تعلیم سے ہر آج یہ لوپ کی زمین
واہ کیا انصاف ہے اے قوم تیرا واہ واہ
پر وہ نسوان کو کافی ہے بھی اک حکم رب
جس دایم سے رہائی کا جو آجاتا ہے ذکر
بڑھتی ہی جاتی ہو پردے میں دل و دل رائد
اس تعدی کا مزا اسوقت چکینے ر حال
شرم کو قابل ہے تیری قوم ایسی زندگی
رو میون سے حضرت اسما بنو ل کی نہر
چاند بی نور جہان دو نون کی جرات یاد ہو
آجکل گو بنزدلی میں عورتیں ہیں بے نظیر
چکھد کیلی چاندنی ہی تھی نہ اکبر سے لڑی
کیون رہیں محبوس پھر یہ گھر کے اندر عورتیں
فائدہ کیا سیکڑوں نادان ہوں گر عورتیں
مرد تو شمس و قمر ہیں اور اختہ عورتیں
مرد تو با بال و پر ہوں اور بے پر عورتیں
اڈو دلین وہ چادرین نکلیں جو باہر عورتیں
یاس سے تکتی ہیں مٹنہ بادیدہ تر عورتیں
اس مرض مہلک سے کیا ہوتی ہیں جا تیر عورتیں
اینگی فریاد کو جب روتے محشر عورتیں
مرد باہر خوش رہیں اندر رکھ دے عورتیں
قطعہ یہ بتاتی ہے کہ ہیں مرد و ن کی ہمسر عورتیں
آپ خود لڑاتی تھیں فوجوں کی اکثر عورتیں
تھیں مسلمانوں کی لیکن شیر صفدر عورتیں
کس زمانہ میں نہ تھیں فوجوں کی افسر عورتیں

عورتوں کے پیٹ سے پیدا ہو کر ساری بنی
جو بہر تعلیم سے گھر میں یورپ کی فنا
عورتوں کو بے ہنر رکھنا ہو کیا ہی شرمناک
حافظہ عورت کا مردوں سے سر ہو کم نہیں
خلد میں جو گانہ یہ منحوس پر وہ بالیقین
خوف کیا اگر کفار قبر کا بعد از ممات
لیڈ یون کے سامنے اب گروہیں سیاح بھی
ہے لٹا، مسلمین ہند کا کیا حال زار
عورتیں یورپ کی ہیں سب صاحب علم ہنر
اس قدر اپنی اطاعت کا ہو مردوں کو خیال

جب خدا ترجیح دے بیٹی کو بیٹے پر محب

کیون نہ ہوں مردوں سے پھر بالا درجہ عورتیں

قوم میں اب عدل و رحم و دوستی یکسر نہیں
ہو کہیں طاعون و ہیضہ ہو کہیں قحط و جدال
تشنہ کاموں کی بجائے موت ہی لے آ کر ہیں
ہے زمین خوشنگ اسپر آسمان بھی ہر محیط
پراگر ہوتے تو جاتا عرش سے بھی یہ پرے
آسمان تک آفتاب علم کی ہے روشنی
تربیت نے کر دیا اور کچے روڑوں کو گھر
یاد رہا اپنی غرض کے ہیں کوئی یاد نہیں
کس جگہ ہندوستان میں اب پناہ نہیں
آبِ شمشیر و آبِ ہے آس بارانِ گرنہیں
کس طرح نکلے کہ اس زندان میں کوئی دہنیں
پر غنیمت ہے بشر کے کوئی مال و پر نہیں
کیا زمین پر اے فلک مہر وہ و اختر نہیں
ہند یون کی طرح وہ اب جہل کے تہ نہیں

یہی لکھ کر نکلا
آدمی ان شہر

ہم گنہگاروں پہ اسے واعظ ہو کیوں اتنا عتاب کیا وہ خلاق جہاں خلاق خیر شر نہیں

اس اندھ سیرے میں چراغ علم لیکر چل محب

غول بہزن ہین بہت لیکن کوئی رہبر نہیں

ہم اپنے ہاتھ سے خود آبِ خوار ہوتے ہیں گھلے فلک کے مگر بار بار ہوتے ہیں

یہاں کی شادی و غم میں کوئی بھی نسبت ہے خوشی ہو ایک تو صدے سزا ہوتے ہیں

شبِ فراق میں یہ ٹوٹتے نہیں تارے ہماری آہ میں پیدا سترار ہوتے ہیں

می طہور وہ - واعظ! وہ دستِ حور وہ جام تری بہشت میں بھی بادہ خوار ہوتے ہیں

مزے اوڑھتے ہیں ہر عہد میں زمانہ نشاں جو حق کہیں دوسرا وار وار ہوتے ہیں

جو سر کٹاؤں کیا یہ فخر کم ہے قوم! کہ جانشاروں میں تیرے شمار ہوتے ہیں

مٹائے سے نہیں بیٹھے ہیں خیر کے آثار قطعہ یہ قصرِ شل فلک پائدار ہوتے ہیں

جو آب و گل سے بنا تہ میں خام طبع برکان وہ چند روز کے قصر و حصار ہوتے ہیں

حسبِ نسبِ رز و وقت میں پڑ گئے بھی تو کیا ہنیں جو علم تو نظروں میں خوار ہوتے ہیں

شجرِ لہا ہوا دیتا نہیں کسی کو جو پھل ٹوٹا خین ٹوٹی ہرین پھل بھی بار ہوتے ہیں

جو زہ پہ ٹوٹ کے گرتے ہیں مثلِ مرغِ حبس وہ آپ دامِ اجل کے شکار ہوتے ہیں

خوشی میں دانے سے چوٹے مگر مصیبت میں پہاڑ بھی یہی سیل و نہار ہوتے ہیں

عروج بعد فنا ہے یہ خاکساروں کو کہ آسمان پہ بگولے مزار ہوتے ہیں

خوشی کے ساتھ ہم آغوشِ غم نہ ہو کیوں کر

محب گلون ہی کے پہلو میں خار ہوتے ہیں

کثرتِ عصیان ہوئی جب عاد میں قہر حق پیدا ہوا پھر باد میں

خلقت آدم نہ تھا بچوں کا کھیل
 انقلاب دہر سے ثابت ہوا
 اس زمین میں بوئیں کیا تخم خیال
 زہنیں جس سے ہوں توان کی مدد
 خوف ذلت لوشیون میں ہے کہاں
 شاخ حنظل میں کہیں لگتے ہیں سیب
 اس طرح ہر چیز کی وہ اصل ہے
 دست بھین کس کو دشمن کس کو ہم
 کیا گھنٹی اس زہد سے طمع حلیں
 کون رکھے اس سہی قد سے امید
 جب ہوئے گمراہ تباہ تہ ملا
 کیوں نہ سیکھیں عورتیں علم و ہنر
 روح و جسم مرد و زن دونوں میں ایک
 سنگ کی رگ گس سے بہتا جوئے شیر
 آتے ہی ہوئے عدم کی منزلین

درد دل سنا نہیں کوئی محب

کیا اثر ہے تری اس فریاد میں

بلا تعلیم کے انسان کو حیوان سمجھتے ہیں
 اگرچہ قوم مردہ ہو نہیں سکتی ہے پر زندہ
 ہمیں کب اہل مغرب آجکل انسان سمجھتے ہیں
 مگر ہم تو تری قدر سے یہ آسان سمجھتے ہیں

فائدہ تھا کچھ تو اس ایجاد میں
 کہ نہ نہیں اس حناء پر یاد میں
 کوئی قوت ہی نہیں جب کہا دین
 ایک سر حاضریہ امداد میں
 جوش غیرت ہے مگر آزاد میں
 ہے بہت مان کا اثر اولاد میں
 ج طرح ہے ایک ب اعداد میں
 ہے وہی اک نوجب اصناد میں
 حرص جنت بڑ گھٹی زہد میں
 پھل کہیں لگتے ہی ہیں شمشاد میں
 پایا کعبہ کو چہ الحاد میں
 وہ تو ہیں انسان کے افرا و میں
 ہے جو ہم میں ہے وہی ہمزاد میں
 کچھ بھی ہوتا صبر گرنہ ہاد میں
 ضعف اتنا ہے ہماری یاد میں

جو کہتے ہیں نہ ابھریں گے مسلمان ڈو بکر ہرگز
نیتجہ کیا جو پوجین پتھروں کو دیر دکھہ بین
چھپانے ستر زمین میں بیج خود با ہر نکلتا ہے
نہیں سیل فنا چیز نئی ہی کو کچھ دھار پانی کی
جلا ہی دیگی اگر نہ یہ زمین و آسمان سارے
پہنکر جہہ و دستار جو دنیا کماتا ہے
محال اس امر ممکن کو وہی نادان سمجھتے ہیں
نہی آدم کی غمخواری کو ہم ایمان بھرتو ہیں
وہ خود ہوتا ہے ظاہر جسکو ہم پہنان بھرتو ہیں
بہت مخلوق اک قطرے ہی کو طوفان بھرتو ہیں
ہم آہ بیوگان کو آتش سوزان سمجھتے ہیں
اسی مکار زاہد کو تو ہم شیطان سمجھتے ہیں

محب کے دل کو پوچھے کوئی فطری شاعری کیا ہو
وہی مشکل ہے جسکو لوگ سب آسان سمجھتے ہیں

مسلمان عورتوں کے جس کو پردہ سمجھتے ہیں
چھپائیں عورتیں زینت یہی قرآن میں آیا ہو
یہ سید مسئلہ کو بھی مگر اسٹا سمجھتے ہیں
مگر غرض نظر کے خوب یہ معنی سمجھتے ہیں
مگر ان کو بھی یہ پوشیدہ فی اعصاب سمجھتے ہیں
مگر اس جس کو ممنوع سب دانا سمجھتے ہیں
خدا جانے کہ حکم شرع کو یہ کیا سمجھتے ہیں
خدا کے گھر میں آئین وہ یہ نازیبا سمجھتے ہیں
مگر اقوام وحشی ان کو کفش پا سمجھتے ہیں
مسلمان دوستوں کو بھی تو اسباب عدا سمجھتے ہیں
ہم اس اسلام سے واسطہ کفر چھا سمجھتے ہیں
اسی کو ہم تو اپنا مرشد و آقا سمجھتے ہیں
مسلمان عورتوں کے جس کو پردہ سمجھتے ہیں
چھپائیں عورتیں زینت یہی قرآن میں آیا ہو
یہ سید مسئلہ کو بھی مگر اسٹا سمجھتے ہیں
مگر غرض نظر کے خوب یہ معنی سمجھتے ہیں
مگر ان کو بھی یہ پوشیدہ فی اعصاب سمجھتے ہیں
مگر اس جس کو ممنوع سب دانا سمجھتے ہیں
خدا جانے کہ حکم شرع کو یہ کیا سمجھتے ہیں
خدا کے گھر میں آئین وہ یہ نازیبا سمجھتے ہیں
مگر اقوام وحشی ان کو کفش پا سمجھتے ہیں
مسلمان دوستوں کو بھی تو اسباب عدا سمجھتے ہیں
ہم اس اسلام سے واسطہ کفر چھا سمجھتے ہیں
اسی کو ہم تو اپنا مرشد و آقا سمجھتے ہیں

سورہ نور
۵۷ لا تفتخر
۵۸ اعداء اللہ
من المسلمین

یہی توحید ہے قرون کو پوجین اور کریں سجد
سجھکر فرض کرتا ہے جو اپنی قوم کی خدمت

کوئی سمجھے محب ان عورتوں کو عقل نہایت

مگر ہم تو انہیں مردوں سے بھی دانا سمجھتے ہیں

جب کہا اُن سے کہ ہم کچھ دُر با کہنے کو ہیں
آدمی حورو پری کس میں ہر یہ حسن و جمال
آشنا اپنی غرض کے ہیں محبت کا ہر نام
عاشق صادق پہ خود معشوق بھی دیتے ہیں جانا
مہر کو تیرا کف پا کیکے عورت ہمنے دی
دیکھیں کیا کہتے ہیں غیروں کی ہر ای سکتے وہ
عیب کہو لے گا لیاں بھی سامنے غیر و نکو دین
راہ الفت میں تدم رکھنا نہ ہو تو کسی بھی
وائے دشت عورتیں محلوں میں ہیں بے جرم نہ
مرد ہی کی بذلتی ہے باعث جس دوام
تیرے کو چے کی ملی ہے کب کسی رہبر کو راہ
دل ہی میں کیا کیا امیدیں روز ہوتی ہیں شہید
اس محبت کا میز اہو کر دیا دل کو تباہ
سامنے اُن کے تو ہم سے کچھ کہا جاتا نہیں
سن لگا کر کان کہہ تو حال زار رنگان
ان حسینوں کے گہر نے میں بھی لاکھ بناؤ
ترے حسن و ناز کی دلچسپ ہے اک داستان

بولے وہ آنکھیں دکھا کر آپ کیا کہتی کو ہیں
ہم تو تجھ کو اسے بت کا فر خدا کہنے کو ہیں
کون کس کا دوست ہے سب آشنا کہتی کو ہیں
یہ حسین سب با وفا ہیں بے وفا کہنے کو ہیں
اب شفق کو بھی ترا زنگ حنا کہنے کو ہیں
اُن کے منہ پر آج ہم اُن کو برا کہنے کو ہیں
آپ سب کچھ کہہ چکے اب اور کیا کہنے کو ہیں
رنگان عشق کے یہ نقش پا کہنے کو ہیں
ان مکان کو تو ہم دشت سہرا کہنے کو ہیں
عورتوں کو ہم تو بے جرم و خطا کہتی کو ہیں
آپ خود گمراہ ہیں یہ رہنما کہنے کو ہیں
ہم تو اس دارالامان کو کر بلا کہنے کو ہیں
ہم تو اس کو ایک روحانی بلا کہنے کو ہیں
کیا کھٹنا ہے زبان سے اپنی کیا کہتی کو ہیں
مشکلات راہ الفت نقش پا کہنے کو ہیں
دل میں راہنی ہم سے نہیں ظاہر خطا کہتی کو ہیں
اور تو سب قصہ تاز و ادا کہنے کو ہیں

دل میں ہے عشقِ تہاں اور لب پہ پروا نہ خدا
مشرم و مضبوط و بیقراری میں عجب ہو کشمکش
وڑے پاس اُن کے رقیب و سید بیٹھا ہوں
خود بخود چھوڑتے جا رہے ہیں وہ اگلی خیال
کان تک اس گل کے پہنچانی تو غیور کی پیام
کر دیا ہے بے نیازی نے محب ہلکو غنی
بادشاہ ہر ہفت کشور ہیں گدا کہنے کو ہیں

واؤ

ہمیں عشق و دین میں خوفِ تنگ نہانا کیوں ہو
لئے جاتے ہیں جب جناح تو تپ کے پیکر دولت
نہیں ہرگز مناسب ہی دستِ امتحان میں
نہیں گرا سرکاری تو قومی کام ہی کیجئے
رفاہ عام کا طالب ہوں میں وہ حور و غلمان کا
جہاں میں جب کوئی شے کی بی بیائی نہیں جاتی
نہیں انسان کو حاصل جب کوئی قدرت کی شے ہو
ہماری بے زری نے ہلکے صد ہوں سو بچا یا ہے
نہو جب کوئی بھی امید جز نایا و سوسے حسرت
خدا نے دی ہو گیائی تو اوس سے کام بھی لیجو
کہیں ہو تو میں باہم حج و احساں وہی اک جا

جلیں جب آگ میں ہم خود تو پھر آہ و فغان کیوں ہو
تو پھر خوشحال یہ عسرت زدہ ہندوستان کیوں ہو
کہ جن باتوں میں ہم ہیں پاس نہیں ہتھان کیوں ہو
یہ وقت بے بہا بیکار اپنا رنگان کیوں ہو
پہلا یہ خود غرض زاہد مراد اسستان کیوں ہو
تو پھر موجود بے خالق زمین و آسمان کیوں ہو
ہمیں یاروں سے پہر امید و نیک دشمنان کیوں ہو
درختِ بر شمر کو خوفِ سنگِ ہر دان کیوں ہو
دل پر مڑوہ اپنا اس چین میں شادمان کیوں ہو
زبان دان گر رہی ساکت تو پھر مینان کیوں ہو
مرید شیعہ صاحب بندہ پیر مغان کیوں ہو

چھپانے سوزِ مینِ تخمِ خود باہر نکلتا ہے
ہمارا رازِ دل بھی قلبِ مردم میں نہاں کیوں ہو
نجاتِ دو جہان جو جانتے ہوں ترکِ خواہش کو
اونہیں زاید بھلا پھر رغبتِ حور و جنان کیوں ہو
ازل سے دشمنی قائم ہے باہم حق و باطل میں
جہانِ رشوتِ مسلط ہو عدالت پھر وہاں کیوں ہو
چھپانے کو کہیں ہو وہ کے سوزِ دل بھی چھپتا ہو
نہ ہو آتشِ جو سینہ میں تو آہوں میں دہکا کیوں ہو

محب جب دل ہی پہلو میں ہو اپنا دشمنِ جانی

تو پھر دنیا میں ہو کو اعتبارِ دوستان کیوں ہو

نقدِ حق آپ پہ جانثار ہو کہ نہ ہو
یکہ اور موت کا اب انتظار ہو کہ نہ ہو
یہ بدگمانی اہلِ وطن ہے اب کہا نہیں
خدا کے قول کا بھی اعتبار ہو کہ نہ ہو
یہ چارہ تھے ہن کہ بس میں ہو نفسِ تارہ
مگر ہے خوف کہ قابو میں مار ہو کہ نہ ہو
ہو انہ زلیست میں دم بھر کہیں کون نصیب
لحد میں بھی پس مردنِ قہر ہو کہ نہ ہو
تری زبان نے تو واعظِ جگر کئے زخمی
بھر ہوا ترے دل میں غبار ہو کہ نہ ہو
کمالِ حسن بھی ہے عیبِ چشمِ بدبین میں
بزمِ بردا میں گل کوئی خسار ہو کہ نہ ہو
قدمِ قدم پہ پہنور اور بادِ طوفانِ خیزر
خدا ہی جانے کشتی یہ پار ہو کہ نہ ہو
کہیں گے ہم تو یہی پردہِ نسا ہے عبث
ہماری بات کا کچھ اعتبار ہو کہ نہ ہو

دلوں میں قوم کے اپنا نشان رہیگا محب

ہماری قبر پر لوحِ مزار ہو کہ نہ ہو

نہ کان بند کر دیکھ تو گوشِ جان کو سنو
مرے فسانہِ عزم کو مری زبان سے سنو
عز و ہے کوئی پردہ نشینِ مصیبت میں
کہ آہِ آتی سے ترکِ گم کے اس مکان کو سنو
کہو جو حق کی توہمتے ہیں دوست بھی دشمن
حد و سے جو نہ سنا ہو وہ ہزاران سے سنو

جو پوچھو تیر سے تم راستی کے قوت در نور
تو وصف شنے کا جھک کر گڑھی کمان ہو سونو
جو درد پر وہ نشینان بہند ستا ہو
لگا کے کان کسی گوشہ تنہاں سے سونو
کھنڈ ٹری بھی کرتے ہیں باتیں جو گوش ہوشنا
مکین کا قہقہہ درد و الم مکان سے سونو
اُدھر ہرین شج کی مجلس میں بے مکی باتیں قطعہ
ادھر فرسانہ عشاق ہر جوان سے سونو
جو اتفاق سے جاؤ مشاعرے میں کبھی
تو نزل اور خرافات ہر دہان سے سونو

عجب حسین کی بزم عزائیں گر ہو شریک
تو شرم ناک روایات سوز خوان سے سونو

سے

کافر تون کے ساتھ مسلمان خدا کے ساتھ
ہم اہل درد الفت و رنج و بلا کے ساتھ
ہو گا خدا پرستون کا محشر خدا کے ساتھ
اور اولیا پرستون کا ان اولیا کے ساتھ
تین تیس کروڑ سے بھی زیادہ ہیں بہت بہان
کتے شریک ہو گئے بندے خدا کے ساتھ
عجیب سخت جان کا نہیں ممکن اگر علاج
کچھ نہ رہی پلا دے سیاح و ا کے ساتھ
آواز حق تھی صور قیامت سے بھی سوا
اٹھے عرب کی خاک سے مردے خدا کے ساتھ
طوفان انقلاب سے بچتے ہیں وہ درخت
نخ پھیرتے ہیں جلد جو اپنا ہوا کے ساتھ
پائینگے حشر تک نہ کوئی قلع موت پر
ارٹتے ہیں یہ طیب لڑائی قضا کے ساتھ
تقدیر پر بہر و سد ہو تیسیر پر عمل
بیمار کی دوا بھی تو کیجے دعا کے ساتھ
شا باش خوب گایان دین اور دق کیا
ان عورتوں کے قید کی بھی ہوگی یاز پرس
تھکرتے بیٹھے ڈھونڈ لے تو اپنی راہ آپ
کرتے ہیں کیا سلوک یہی رہنا کے ساتھ
وہ وقت بھی تو آئے گا روز جزا کے ساتھ
رہبر اگر نہیں ہے تو چل نقش پا کے ساتھ

کیسے رفتی کس کے ہوا خواہ کس کر دوست
آنکھیں جو دلی کہو لیں تو دیکھیں خدا کا نور
ظاہر سے بھی ہوا ہے کہیں حسن باطنی
مشترک عدد خدا کا موحّد خدا کا دوست
جس دوام سے جو بچی ابرو تو کیا
خچ پیر تے ہیں سب یہ مخالف ہوا کر ساتھ
ہر رنگ میں بھروسے اس کا خدا کر ساتھ
دل میں ہو نور علم بھی رنگ خدا کر ساتھ
پھر اولیا پرست ہوں کیوں مصطفیٰ کر ساتھ
غارت معاشرت ہوئی بیجا حیا کے ساتھ

یہ دوست ہی تو دشمن جان ہوتے ہیں محب
رکھ اعدا ملے میں ہر آشتی کے ساتھ

پیکے

ہے یہ جنت دشمن جانی مری
اپنی تصویروں سے ہے اب انکو شوق
بے حجاب آیا وہ میرے سامنے
بلے و فاون سے یہ امید وفا
خاک ہونے تک مرے احباب کو
عورتوں کی سب پائین تل گسین
گالیاں کہلوائیں بنوا کر مجھے
میں نہ ماتون گا کبھی اس کا کہا
دل میں ہے جب تک کہ یہ حرص ہو
کیا سین گے آپ گہر اجاینگے
عزت و دولت تو سب قربان کی
گہر میں ہے آباد ویرانی مری
چھاگئی آنکھوں میں حیرانی مری
جب طبیعت اس نے بھجانی مری
اے رے کینٹ نادانی مری
ہے بہت دشوار یاد آتی مری
ایک کفارہ ہتی تہہ بانی مری
آپ نے کی خوب مہمانی مری
ہے طبیعت تو یہ دیوانی مری
دور ہوگی کیا پریشانی مری
دستان ہے ایک طولانی مری
رگہی ہے جان اک جاتی مری

سنگ دل بھی قوم پر روئے لگے کام آئی مرثیہ خوانی مری
 دیکھ لے تصویر اپنی اس بستے کہا کیا نہیں صورت یہ لافانی مری
 ان زمینوں میں کہتے سنہنوں بلند کیا طبیعت کی ہے جولانی مری
 اہل فن کے سامنے مشکل ہولادت ہو گئی بیکار لسانی مری
 اب تو اردو کی دکن میں ندر ہے کام آئے گی زبان دانی مری
 عورتیں مردوں کی ہوں تخی رفیق ہے یہی تسلیم نسوانی مری
 مرگیا ہوں مہوشوں کے عشق میں چادر تربت ہے فورانی مری
 پردہ چوڑا علم سیکھا کیا کیا تم نے کوئی بات بھی مانی مری
 عید و قربان میں بجائے گاومیش کیجئے گا اب کے قربانی مری
 عشق میرا لوشہ جیوانی سے پاک فخر یوسف پاکدامنی مری
 صورتِ تصویر وہ خاموش ہرین رنگ لانی خوب حیرانی مری

یہ محبت ہی حماقت ہے صحب

پوچھتے ہو کیا پشیمانی مری

عیب و بھونڈے آپ خود اپنے وہ قاتل اور جو نہ چونکے حشر تک وہ قوم غافل اور ہے
 قوم کے رہبر رہتے ہیں انتہا کے خود غرض جس سے ہو یہ کام وہ انسان کمال اور ہے
 علمِ دایم زندگی ہے جہل ہے انسان کی موت اب جیوان اور ہے ترہر بلاہل اور ہے
 جیتے جی ہی دفن ہیں قبروں کے اندر تین کیا کوئی پردے سے بڑھ کر رسم قاتل اور ہے
 سیکھتے ہیں وہ ہنر ہم سے تو ہم بھلی ان عجب قوم عاقل اور ہے وحشی و جاہل اور ہے
 اہسان ہند ہیں پیران بے پر کے مرید کیا کوئی دنیا میں مکاروں کا قاتل اور ہے

خوف جان بھی ہو تو کہہ دیتے ہیں منہ پر بات سچ
بڑوں کا اور دل ہے اور یہ دل اور ہے
ہے سگ دنیا ہی یہ انسان کی حد جدا
نوع عالی اور ہے حیوان سافل اور ہے
گو نظر میں سب کی سائل خواہ ہے لیکن محب
بھیک مانگے قوم کی خاطر وہ سائل اور ہے

خواہشِ جنت نہ کچھ پروا عذابِ نار کی
ہم تو راضی اُس پہ ہیں مرضی ہو جو عفار کی
حفظِ عفت کے لئے تعلیم ہے حصنِ حصین
یہ نہیں تو کچھ نہیں اونچی بھی گردوار کی
سیر ہو جائے گی پردے کے اٹھار کو نظر
روکنے سے اور بڑھتی ہے ہوس دیدار کی
جسکا ہر اک فرد اپنی ہی غرض ہو شمار
پوچھیے حالت نہ کچھ اس قوم کے ادبار کی
ہے دماغِ قوم کی تصویر عکسِ شاعری
ہر مکان کے واسطے اک دن خرابی ہے ضرور
تو بھی اک دن چوڑا کر یہ سیم و زمر جائے گا
بیکسی دولت و رسوائی و شہنامِ خلق
کیا کرے کوئی حفاظت ان قدیم آئندگی
پہلے تھا کچھ صنعت اب غفلت ہے طاری قوم
بیکسی دولت و رسوائی و شہنامِ خلق
اے میحاصو تہو اس قوم کی اب زندگی
گر ہے ہیں غارِ نکبت میں مثالِ سنگِ ہم
عورتوں کو بھی تو دو آنکھیں خدا ہی نہیں دین
ہے کوئی اگلے و امواج کی حمایت پر غرض
دوست دشمن میں نہیں اس قوم غافل کو تیز
ان مسلمانوں کا یہ موسم بہت تو یہ جموع ہے

بعض حکمت
خوشی پران
ہیون کی حالت
کرتے ہیں
چنانچہ حقیقت
چین

مرد کا زیور تو ہے تیغ و شمشیر و سنان
کیا زمانوں کی نظر میں آبر و تملوار کی
جو نہ ہو مظلوم کا حامی نہ بہر دشا
کیا ضرورت ہند کو اُس نا بکار اخبار کی

اے محب کیا پوچھتے ہو پردہ والی کا مزاج

گھنٹی جی جاتی ہے طاقت دم بہم بیمار کی

پاس وعدہ کا نہیں تنجھو مکر نے والے
دل میں ارمان لئے جاتے ہیں مرنے والے
گر نہیں علم تو تجربہ سے جو یہ طاؤس حسین
از مرے نان سے بن بٹھن کے سنوڑیوالے
دل جو خالی ہو تو کیا خاک مہنا میں نکلیں
چاہے اب سے پانی کر ہیں بھر نیوالے
دیکھ پروانوں کو کس شوق سے جل جاتے ہیں
کچھ پس و پیش نہیں سوچتے مرنے والے
بزدلی جو طعصیت میں بہادر ہو حب
موت سے بچتے ہیں کب موت کو ڈر نیوالے
کثرت کا اسے ہوتی ہے قوی ہر قوت
کبھی تھکتے ہی نہیں کام کے کرنے والے
اہل سازش سے ہر ایک گھر کو بچائے اللہ
سوزش و داغ سے جل جائیں مگر افس نہ کرین
عشق کا جوش ضعیفوں کو بھی کرتا ہے جوان
بے دہرک کو دہڑین آگ میں اور جل جائیں
دیکھ بچپائیگی دل کو نہ لگا اے بیل
چار دن کی یہ جوانی ہے یہ جو بن بیہ او بھار
منہ سے کہہ دینا تو آسان ہے مرنے کا مشکل
عشق وہ بخر فنا ہے کہ جو ڈوبا وہ گیا
ان بتوں کو نہیں عشاق کے مرنے سے عرض

دل میں ارمان لئے جاتے ہیں مرنے والے
از مرے نان سے بن بٹھن کے سنوڑیوالے
چاہے اب سے پانی کر ہیں بھر نیوالے
کچھ پس و پیش نہیں سوچتے مرنے والے
موت سے بچتے ہیں کب موت کو ڈر نیوالے
کبھی تھکتے ہی نہیں کام کے کرنے والے
مسجدین ڈھاتے ہیں یہ گانٹھ کتر نیوالے
ضبطیوں کرتے ہیں دم عشق کا بھر نیوالے
کام کر جاتے ہیں دنیا میں نہ کرنے والے
دیکھتے مرنے ہیں یوں قوم پہ مرنے والے
ان گلون کے تو ہیں ادراک بکھرنے والے
کہیں ہوتے ہیں یہ رنگ ٹھہر نیوالے
ہم بھی دیکھیں تو وہ ہیں کون سے مرنے والے
ہم نے دیکھے ہی نہیں اس میں ابھر نیوالے
مفت میں جان سے جاتے ہیں یہ مرنے والے

منزلِ دہرین جتنا ہی زمین کم اچھا
 نچ سہتے ہیں بہت اس میں ٹہرنے والے
 اک دن خاک تری گردِ سہرہ ہو گی
 بسرِ گل پر بھی او پاؤں نہ دہرنے والے
 عیشِ شبِ بھان میں نہ کیوں صبر ہو دل کو کہ محب
 ہیں یہاں نچ و خوشی دونوں گزرنے والے

جسم گئی جب اُدھر نظر پہنچی
 پھر اُدھر سے نہ وہ ادھر پہنچی
 میرے نالوں ہی سے وہ برہم تھے
 اور یہ آہ پر اثر پہنچی
 ہم نے تو کی نہ ایک دن بھی تلاش
 روزی روزِ عمر بھر پہنچی
 کل گئے تھے وہ خود قیام کے گھر
 مر گئے ہم جو یہ خبر پہنچی
 دل کی ٹکھون سے دیکھتا ہوں اُنہیں
 جھٹکے نظر پہنچی
 دیکھیں کس کس کو ہر چڑھتا ہے
 ناگنی زلفِ تارِ کر پہنچی
 خوب پردہ ہے یہ کہ پردہ نشین
 شہرِ گشت کر کے گھر پہنچی
 بال سر کے سپید ہونے لگے
 شامِ رخصت ہوئی سحر پہنچی
 کچھ طبیعت پھری تھی دنیا سے
 نہ لگا دل تو پھر اُدھر پہنچی
 جہاں کہی پردہ نشین جو پردے سے
 سب کی رخسار پر نظر پہنچی
 اس بلندی پر آشیان نہ بچا
 گر یہ خود تاسِ شجر پہنچی
 دل کو دل ہی سے راہ ہوتی ہے
 جو ہوا و ان میں سانِ خبر پہنچی
 ہر فنا کے ہے بعدِ دور بقا
 راتِ گدھی تو پھر سحر پہنچی
 گل جو مرجھاے اور رنگ جما
 خبر آمدِ ثمر پہنچی
 اور پردے سے شوقِ دید بڑھا
 ساتِ پردوں میں بھی نظر پہنچی

اے محبت بڑی بلا ہے تو کر دیا کام ہی جدہ پہنچی
 تھی بلا خیز ہی شبِ بحرِ ان حشر کی اور یہ سحر پہنچی
 ملک کی باند ہے در کو کتنا تھا کہ کچھ آواز نامہ پر پہنچی
 حقِ طبیعت میں عشق کی جو کشش خود بخود جانبِ سحر پہنچی
 چھپکے دیکھتے ہی وہ مجھ کو تا بہ رخسارِ جبِ نظر پہنچی
 کٹنے سب محب کٹن رستے

آخری منزل سفر پہنچی

دل پہ قابو ہو محبت میں بڑی مشکل ہے ہوا کہی دل جو ہمارا وہ پرایا دل ہے
 عشق میں ضبط نہیں ہل بڑی مشکل ہے ہاتھ سے جا کے نہ آئے وہ ہمارا دل ہے
 دین و دنیا میں گرفتار ہو وہ غافل ہے چوڑی میٹھا ہے جوان سب کو وہی عاقل ہے
 پیار سے رکھنے کا لہر دل نازک کو تند خواہ ہیں نازون کا یہ پلا دل ہے
 اے خدا اس بت کافر کے سوا اور ہے کیا اور اُس بت میں بھی دیکھیں تو یہی کُل دل ہے
 اپنے مرنے کا تو کچھ غم نہیں لیکن ہے یہ رنج کہ پشیمان بہت دل میں مرا قاتل ہے
 آخر سوختہ خوبشید پر آتا ہے نظر خِتابان پہ تمہارے جو ذرا سا تل ہے
 نہ کچھ پوچھ نہ گناہ سے ہو جائے سرو کشتہ ناز تمہارا تو ابھی بسمل ہے
 عشق وہ بحرِ پرافات و بلا ہے جسمین نہ تو کشتی ہے نہ پل ہے نہ کہیں ساحل ہے
 عشق مجنون کے تو باقی ہیں جہان میں چرچے اور مجنون ہے نہ لیلیٰ ہو نہ وہ محل ہے
 جتنا جی چاہے ستا ہم نہیں شاکِ لیکن خوف تو یہ ہے شکر کہ خدا عادل ہے
 صحنِ گلشن ہی میں رکبہ دے یہ فیضِ صیاد کیا سمجھتا ہو کہ مٹی کا ہمارا دل ہے

جیل خانوں میں بھی تعلیم سے آسان نگر
پر وہ دارون ہی کی تسلیم بڑی مشکل ہے
کر دیا عورتوں کو پردہ مہلکے ہلاک
دق کی کوہے تو افسوس کیسے کوسل ہے
گھر میں چھپ جاتے ہیں ج طرح سرچہ بال میں
جب یہ سنتے ہیں کسی شاپ کا آیا بل ہے
آج کل پاس زر و مال ہے جس احمق کے
قطعہ وہی عاقل وہی لایق ہے وہی قابل ہے
پاس جسکے نہیں کوڑھی نہ کوئی یار شفیق
کال فن بھی اگر ہے تو وہ ناقابل ہے
چھوڑ دیتے ہیں ضعیفی میں یہ اعضا بھی تو تھ
زندگانی میں بڑا پا ہی کڑی منزل ہو
یک رکھی ہوئی چھاتی یہ ہرے سل ہے
گھر میں بیٹھی ہے جوان بیوہ تو کہتی ہے بیان

علم بھی جیل بھی اک امر اضافی ہے محب

نہ کوئی عالم مطلق نہ کوئی جاہل ہے

آدمی ہے خانہ دنیا بنانے کے لئے
اور یہ افلاک ہیں بنیاد ڈھانے کے لئے
مانگتے ہیں در بدر مسجد بنانے کے لئے
قطعہ خوب یہ تدبیر ہے روئی کمانے کے لئے
کر دیا افلاس نے یہ مال ناجائز حلال
ہے خدا کا مال ہی بندے کے کہانیکے لئے
اس مکان کے مذہب و حکمت ہی دو محارین
وہ گرانے کے لئے ہے یہ بنانے کے لئے
ہم سبکو دشمن کو ہے خانہ بدوشی ہی پسند
اپنی آزادی نہ دیگے قید خانے کے لئے
جس و نکست نے کیا ہے قوم کو کیا مدد دل
چارے عین کوئی مرد سے جلانے کے لئے
اختلاف مذہب و ملت سے کیوں عاقل لڑیں
کیا یہ مذہب آئے ہیں لڑنے لڑانیکے لئے
غیر ممکن ہے کوئی مذہب تغیر سے بچے
چارے ہادی ملت ہر زمانے کے لئے
جس وایم سے ابھی چڑھنگی کیا یہ عورتیں
اک زمانہ چارے وہ وقت آنے کے لئے
لطف دنیا کیوں نہ جی بھر کر اٹھائیں زلزلہ
ہم سرے دہر میں آئے ہیں جاسیکے لئے

باغ ہستی میں بسیرا کوئی دم سے بلبلو
 جیسے جی تو بات بھی پوچھی زیاروں کی کبھی
 دائے ناکامی مری کوشت آئی ہے قصا
 م گیا ہوں پھر بھی ہے میرے جلائی کی ہوس
 گلہ خون یہ حسن کیوں افسردہ نے مکو دیا
 بعد مردن بھی ہے یہ رنگ محبت کا اثر
 سامنے غمرون کے آتے ہیں مگر عشاق کو

چاہیے دو تین تنگے آستھیانے کے لئے
 آئے ہیں اب قبر پر آستو بہانے کیلئے
 جب ہوئے بن ٹھن کے وہ تیار آنے کیلئے
 لاش پر وہ آئے ہیں مردہ جلائے کیلئے
 کیا چھپانے کو دیا ہے یاد کھانے کیلئے
 پھول لائے ہیں لحد پر وہ چڑھانے کیلئے
 خوب چھپ جاتے ہیں پر وہ مین لڑ کیلئے

رود رہا ہوں مین تو مثل ابر باران آ محب

اور وہ ہنستے ہیں لوبجلی گرا لے کے لئے

وصف کیا ہوں عمر کے حیدر کے
 آتش طور یہ نہیں مونسے
 قید رکھتے ہیں عورتوں کو یہ مرد
 مرد عورت میں کچھ نہیں ہے فرق
 مفت دیتا نہیں خدا بھی کچھ
 عورتیں کیا قص میں ٹھہریں گی
 سات بردون میں عورتیں ہیں نہان
 علم و فن کی مسام را ہوں مین
 غنچہ دل نہ عادتوں سے بچا
 موسم کا دل دیا خدا نے ہمیں

دو نو بازو تھے یہ سیمبر کے
 جلو سے ہیں اُس رخ منور کے
 کیا کھینچے ہیں انکے پتھر کے
 دو نو بازو ہیں یہ برابر کے
 حورین ملتی ہیں جنگ میں مر کے
 پر جو ٹھٹھکیں مرغ بے پر کے
 کیڑے کیا جانیں لطف منظر کے
 ہم ہیں محتاج ایک رہبر کے
 جو کے آئے جو باد صبر کے
 اور یہ بت بناے پتھر کے

خود یہ چڑیاں نفس میں جاتی ہیں کیا اوڑے مرغ کوئی بے پر کے
 اس خدا سے توبت ہی بہتر ہے فائدہ کیا ہوا دعا کر کے
 کیا زبانی پیام کا ہر یقین ہم تو قائل نہیں پیہر کے
 رہ کعبہ سے دیر لے پہونچا جو مئے پاؤں ایسے رہبر کے
 کھیل سمجھیں ہیں آپ خدمتِ قوم یہ تو ہیں کام رند گی بھر کے
 رات کو مر کے صبح اٹھتے ہیں ہم بھی قائل ہیں روزِ محشر کے
 اب تو پتہ و فنگ میں ہر کمال تھے کبھی دن سنان و نجر کے
 کیسی دوزخ کہاں جنان و اعظا خوب طائر اوڑاے بے پر کے
 دم نکل جائے گا ابھی دم میں آپ پہلو سے گردا سر کے
 گوری گوری یہ عورتیں جاہل بت گھروں میں ہیں سنگ مرمر کے
 کیا کہن راستہ ہے جس میں کہیں نقش پا بھی نہیں ہیں رہبر کے
 مصلح قوم حامیِ شہوان وصف ہے ہیں محمد اختر کے
 بے وفاؤں پر کچھ اثر نہ ہوا خوب پچھتائے ہم وفا کر کے
 کون مانے گا شیخ کی باتیں عرش پر پہنچے آپ بے پر کے
 ہم محبت کے ہیں غلامِ محب اور بندے نہیں ہیں کچھ نہ کے

در سے جو آئین ہم کن کے لئے چاہیے تعلیمِ عشق ان کے لئے
 جو دئے تھے باپ دادا نے علوم ہم نے دے دیو پر سے گن گن کیلئے
 دل اٹھائے آپ کے جور و ستم اسکو پالا تھا اسی دن کے لئے

علم و فن کے پہلے بچوں کو کھلائیں
ایک دن چھڑا تھا اس پر اپنے
جیسے ہی کچھ قوم کی خدمت تو کر
نوجوانی میں ادب سے کیا عرض
ہاتھ آئے جب نہ پھول اس باغ کو
وہ نہ آئے قبر پر بھی بعد مر گئے
ہو گا دعویٰ حشر میں اس خون کا
پیر کو کم سن سے مشاطہ نہ جوڑ
واسے بے علم کچھ پور ہے کیا جواب

آنکھ اٹھا کر بھی نہیں وہ : : یہ کہتے

جان دیتے ہو محب جن کیلئے

بزمِ رندانِ خسرا باقی میں جانا چھوڑ دے
طفل کو جتنا مسائیں اتنی ہی ہڑتائی ہر ضد
لحمِ خنزیر اور دم سے بڑھ کے عیتِ حرام
عشقِ خود دیوانگی سے اور عاشقِ نا سمجھ
دیکھ لجاتی ہیں نادانوں کو کیا کیا نعمتیں
عاشقوں کے خونِ ناحق کا نہ لوسر پر عذاب
ہے زمانے کی طبیعت آجکل جدت پسند
امتحانِ عشق میں پورا نہیں اترتا کوئی

ساتی بہت عیب کو منہ لگانا چھوڑ دے
عقل کی کرپہروی دل کا سنا چھوڑ دے
بھائیوں کا خون پینا گوشت کھانا چھوڑ دے
اے پرہیز عاشق کو دیوانہ بنانا چھوڑ دے
اپنی دانائی کا فخر و ناز دانا چھوڑ دے
مرعِ دل کو دامِ الفت میں پھیندنا چھوڑ دے
رنگ تو اپنا جاڑ ہر اپنا چھوڑ دے
بدگمان تو عاشقوں کو آزمانا چھوڑ دے

صورتِ رشک و حسد بینِ ثنوتِ کبر و عز و ر
 گر چہ منہ اکبار تو سومر تیرہ رونا پڑا
 تو دل آزاری نہ کر اللہ جو تار ہے خفا
 پھر کھلائے آگے خود صیا داپنے ہاتھ کو
 چہوڑ بیٹھے واعظ و نیا کو جست کے لئے
 مسخرون کی دل میں لوگوں کو نہیں عزت کوئی
 عاشقوں کے خون پر دے گا گوہی لال تلک

نامِ الفت ہی بُرا ہے۔ لیجئے گراس کا نام

زشت صورت بھی محب صورت دکھانا چہوڑ دے

یوں مسلمان ٹکڑے ٹکڑے جنگِ باہم ہوئے
 اہل یورپ کیوں ہمارا اب بجا لائیں نہ شکر
 گریہ و زاری سے اپنی جو گئی اصلاح قوم
 اب وہی سر تاجِ عالم ہیں وہی امینِ فخر قوم
 ہم غریبوں نے کئے وہ کام خلقِ اللہ کے
 شک نہیں اس میں کہ بنیادِ تمدن آویز ان
 کیجئے جتنی دوا اتنا ہی بڑھتا ہے مرض
 وقت کو شش کا ہے موقعِ قوم کی امداد کا
 متافقاتِ شیعہ و سنی کا کیا مہلک اثر
 فلسفہ و نشرین بھی اس انسان کو ٹھک رہی کون
 ریزہ ریزہ کوہ جیسے نقبِ پیہم سے ہوئے
 نیم وحشی یہ مہذب آدمی ہم سے ہوئے
 تلک پر دے یہ ہرے اس چشمِ پر ہم سے ہوئے
 قوم کی خاطر جڑے جو ایک عالم سے ہوئے
 جو نہ اسکنِ رفیرہ و نہ خسرو و جم سے ہوئے
 سیکڑوں اور رائے آباد ایک لاسِ دم سے ہوئے
 زخمِ تیر عشقِ مازہ اور مرحم سے ہوئے
 فائدے کیا مفریہ خوانی سے ماتم سے ہوئے
 آپ خود برباد ہم اس جنگِ باہم سے ہوئے
 جو نہ شیطان سے ہوئے قحوکام و وہم سے ہوئے

کب رفاہ عام کی خاطر وہ خاتم سے ہوئے
مضحل کیا عورتوں کے جسم اس سم سے ہوئے
نام پردہ سنتے ہی کیوں آپ برہم سے ہوئے
آدمی ہوسپ یہ پیدا ایک آدم سے ہوئے
شاد ہیں ہم آشنایا جب سے کہ اس غم سے ہوئے
منہدم کتنے چین پاراں پہم سے ہوئے
وہ سیلماں کے بھی قابو میں نہ خاتم سے ہوئے
سب اوسی کے ہیں عنایات و کرم ورنہ محب۔

کسکو تھی اسید کی کام جو ہم سے ہوئے

سب کوششیں دہری رہیں قسمت بد گئی
پھلین مشاعین گریہ کی تیلی سمٹ گئی
زنگین قباے عنچہ سر بستہ چھٹ گئی
سوئے نہ شب کو نیند ہماری اوچٹ گئی
آمد بڑی تو جنس کی قیمت ہی گھٹ گئی
نخلین جو گھر سے عورتیں کیا تاک کٹ گئی
گر ایک بار بھی وہ کسی سے لپٹ گئی
نظرون میں اہل بخل کے دنیا سمٹ گئی
اے سنگ دل فلک تری چھاتی بھٹ گئی
دو چادر گام اور یہ پیچھے ہی ہٹ گئی

عورتیں پورپ کی کرتی بین سخاوت کو جو کام
زہر قاتل سے بھی مہلک پردہ نہ سوانہ ہر جہ
جس دایم سے چھوڑنا قیدیوں کا ہو ثواب
نسل پر کیا نخر ہے علم و عمل پر فخر کر
ایک درد قوم پر قربان لاکھوں راحتیں
کثرت دولت بھی کر دیتی ہے قوموں کو تباہ
جو شیا طین علم کی قوت سے ہو جاتی ہیں بڑ

ساحل ہوا قریب تو کشتی آٹھ گئی
کثرت سے زر کی ہوتے ہیں تنگ در و در تنگ
آئی بہار جوش جنوں کا ہوا یہ زور
چھیڑی تھی درد قوم کی کچھ دل نے داریاں
کمر بہت جو تنگو بڑ مانی سے اپنی قدر
باہر کے آنے جانے سے کیوں روکو ہیں آپ
پیسچا بھڑانا قہجہ دنیا سے ہے محال
دولت بڑی تو اور کشادہ دلی گھٹی
سینہ زنی کو بیوہ کی قودیکستارا
آگر بڑا ناچار انا اس سست قوم کو

پیدا کیا علوم جدیدہ نے انقلاب
دنیا کی دیکھ لیجئے کایا پلٹ گئی ہے
چروٹا ہے کوئی عشق کا پہلو جو ہم کہیں
اس شاعری کی تھی جو بصاعت دہ گھٹ گئی
کیا باہمی نفاق سے ٹکڑے ہو اور ملک قطعہ
غیر ذہن میں سب ریاست اسلام پٹ گئی
بحرفنا میں ڈوب کے ابھرا نہ ایک بھی
منجد یار میں جو تاؤ ہمارا سی الٹ گئی

بودی عورتوں کی مرست سے فائدہ

دیوار گر پڑی جو صاحب سقف پٹ گئی

ہماری قوم بیماری کو اپنی یا خدا سجھے
جہالت کہ مرض تعلیم حکمت کو دوا سجھے
سیما ہے کہاں جو درد و قوم بینوا سجھے
مرض سجھے علل سجھے اثر سجھے دوا سجھے
ہم اس جہل و تعصب کو کہیں کیا تم کو کیا سجھے
اسے دام طاقت اس کی گرداب بلا سجھے
غلامی کا ذریعہ علم کو سجھے تو کیا سجھے
ہم اس کو زور بازو کے خدا غل بنا سجھے
سجھتے ہیں یہ نادان عورتوں کے جہل کو اچھا
بجھتے تو یہ غیر قوموں سے جو بچھو علم و حکمت میں
رہے یہ غیر قوموں سے جو بچھو علم و حکمت میں
کئے در پردہ لاکھوں ظلم کو ہم پر مانے نے
بغیر اسباب کا لکچہ نہیں ہوتا ہے دنیا میں
ظالیا خاک میں گوتے ہو کہو اے فلک لیکن
سجھتے ہیں شفق کو پیچہ غور شید کی رنگت
سجھتے ہیں بہت قسمت سے دولت ہاتھ آتی ہو
جو سجھے دولت جاوید ان علی خزانوں کو
جہالت عورتوں کی زہر ہے اولاد کو حق میں

جہالت کہ مرض تعلیم حکمت کو دوا سجھے
مرض سجھے علل سجھے اثر سجھے دوا سجھے
اسے دام طاقت اس کی گرداب بلا سجھے
ہم اس کو زور بازو کے خدا غل بنا سجھے
سجھتے تو یہ نادان عورتوں کے جہل کو اچھا
بجھتے تو یہ غیر قوموں سے جو بچھو علم و حکمت میں
رہے یہ غیر قوموں سے جو بچھو علم و حکمت میں
کئے در پردہ لاکھوں ظلم کو ہم پر مانے نے
بغیر اسباب کا لکچہ نہیں ہوتا ہے دنیا میں
ظالیا خاک میں گوتے ہو کہو اے فلک لیکن
سجھتے ہیں شفق کو پیچہ غور شید کی رنگت
سجھتے ہیں بہت قسمت سے دولت ہاتھ آتی ہو
جو سجھے دولت جاوید ان علی خزانوں کو
جہالت عورتوں کی زہر ہے اولاد کو حق میں

مگر افسوس ہم اب تک نہ یہ جو رجھا سجھے
مصیبت کو بھی ہم اعمال کی اپنے سزا سجھے
اسے بھی اے غلگ ایک ہم تیری ادا سجھے
مگر ہم تو کسی کے پاؤں کا رنگ حنا سجھے
مگر ہم تو اسے تعلیم و محنت کی جزا سجھے
آل انڈیشس ہیں وہ تو ہم کی سچی بھابھا سجھے
مگر غم اس کو بھی کوئی اچھی دوا سجھے

۵
قصیدہ امیر سے
مراد و جہ
بزدل ہند ہے

ہنہیں آزادی سحران سے عفت کو کوئی خطرہ
بر کی اسکون سنے کر دین بند راہن سب ترقی کی
وہی ہر علم میں پہنچنے دین مسراج ترقی پر
نہ بجھے اپنی ہی عفت کے یہ سارے نتیجہ میں
بجھتے ہی نہیں یہنا کچھ کچھ اقتصادے وقت
مکافات علی کو دیکھتا ہر دم رسے انسان
بھلائی ڈھونڈتے ہیں اپنی جوتھی بڑائی میں
فلک پر بیگان ہند کا یہ خون ناحق ہے
کمال نفس ہی مقصود تعلیم و ریاضت ہے

فلط ہے قید راہم کو اگر کوئی حیا - بجھے
ہمیں غارت کیا کافر و احوان سے خدا کچھ
جو اپنے آپ کو اس راستے میں خاک پا بجھے
یہ کر دے تو ان کو اپنے چرخ کے چور و جانی بچے
وہی اشیاء میں چہر زمانے کی ادا بجھے
بھلائی کی جزا بجھے بڑائی کی سزا بجھے
نضر کو نفع وہ بجھے برا بجھے برا - بجھے
شفق بجھے کوئی یا جلوہ رنگ بننا بجھے
دنات ہے جو زور کو علم کی کوئی جزا بجھے

اسی کا نام کچھ باقی محب رہتا ہے دنیا میں
جو حب ملک و ملت میں فنا کو بھی بستا بجھے

مطلب امیر سے غرض بادشاہ سے
مقصود خط نفس ہنہیں ہکو بیاہ سے
گھر پڑنک کر خوشی میں نہ ہی دیکھتے ہیں سیر
دم توڑتی ہیں غار جہات میں عورتیں
شاداب پھل یہ لائیں گے کیا متصل درخت
ڈرے کہیں تباہ نہو جائے ملک ہند
کاٹی زبان کے عرض بھی کچھ کر سکیں نہ ہم
ہے مرد و زن کو غرض بصر کا جو حکم رب

تیرے گد کو کام تری بارگاہ سے
تیرے بیج رو گئی ہے ہزاروں نگاہ سے
تکلیف عمر بھر کی ادا کھاتے ہیں بیاہ سے
ان بیکسون کو کون کھائے گا چاہ سے
ہوگا ہر اند باغ کبھی خشک کاہ سے
یار با سے بچاؤ بیوہ کی آہ سے
کرتے ہیں سلوک میں کیا داد خواہ سے
منظور ضبط نفس ہے نیچی نگاہ سے

چرخ گشت گریہ کر دیا ہے یہ مردوں کو بد نظیر
 آزاد غبرقوں کو بنایا ہے نوندیان
 مظلوم غبرقوں کو کیا قید ہے سبب
 مجبور غریبین ہیں تو آزاد بین یہ مرد
 ان قیدیوں کے حال پہ بھی التفات ہو
 شاہی کی گر ہو س ہے تو کر خدمت وطن
 مردوں سے مانگتے ہوئے پھر تڑپیں حاجتیں
 مقصود شاعری سے ہے نگہ پار و درل
 گر اہ ہو کے پایا عجیب کعبہ مراد

اچھا ہوا محب جو پھر ہے خاد راہ سے

خاکساروں سے فلک بعض عداوت کیسی
 ہم سے نافرمانی یہ زمانے کو عداوت کیسی
 ایک دن وہ تھا کہ ہم سارے مہذب تھا کوئی
 اپنے آپس ہی میں ہم آپ بڑے مرتعین
 مرد میدان ہیں تو کچھ جہل و تعصب کڑیں
 ہم سناٹے ہیں جنہیں تھقہ در و نساوان
 عقل دی ہے نہیں اندر نے سوچو سمجھو
 جسکو دیکھو وہ ہے افلاس کو ہاتھوں کو تباہ
 عمر بپائی عجیب رخ مصیبت میں کئی

پڑ گئی ظلم و ستم کی تجھے عادت کیسی
 ظلم کی اپنے بھجوتے ہو یہ عادت کیسی
 آج دھشت میں ہیں بے شل جہالت کیسی
 اہل اسلام میں آپس میں عداوت کیسی
 یہ درندوں کی لڑائی یہ حاقت کیسی
 ہاتھ کاٹوں پہ وہ دہرتے ہیں ساعت کیسی
 یہ ہر اک بات میں تقدیر و قناعت کیسی
 چھا گئی ہند پہ آپے چرخ فلاکت کیسی
 ہم نہیں جانتے دنیا میں ہر راحت کیسی

عمر ساری تو ستم ہجر صنم میں گزاری
بے ہنر کی ہنیں دنیا میں ذرا ہی عزت
بہیک مانگین گے نہ سکین گے مگر کوئی ہنر
نہ کوئی خوف تترل نہ ترقی کا خیال
گرچہ اس عہد میں ہے ہر طرف آسائش خلق
بے زور و ڈاکے کی ٹل ہے نہ بیدار کو ظروف
جان دی مال دیا جو کھاتم نے وہ کیا
باندہ سکتے ہنیں ہتیار بھی ہم بہرِ رخسار
لطیف شادی ہے اُسے جبکی ہے بیوی لایں
ان جہم تیدیوں سے مرد کو کیا گھر میں خوشی
ہے ہی علم تو اک حضرت آدم کا شرف
عورتیں کہتی ہیں واعظ سے کہ چل بیٹھوئے
ساتھ دولت کے گئیں بے یہ صفات حسنہ

تنگدستی میں محب جو دو سخاوت کیسی

مرتبہ پڑتے ہیں سدا ہم تمہارے سامنے
کیا کریں اظہار و دو غم تمہارے سامنے
دیکھتے ہو تم کہ حال اپنا ہے قانونِ سوتابہ
تم نے اتنا بھی نہ پوچھا کس کے دل میں دردِ بچا
یاد ہو گئی تم کو اہل ہند کی وہ غرضیں
ہو رہا ہے تو تم کا ماتم تمہارے سامنے
غم تمہارے سامنے ہے ہم تمہارے سامنے
پھر شکایت کیا کریں ہر دم تمہارے سامنے
نالے ہم کرتے رہے ہم تمہارے سامنے
ہو چکی ہے ہم پر یہ ہم تمہارے سامنے

ہم بیاہی اور بڑا ہا کا کہیں کیا تم سے حال
کس نے روکا ہے نہیں جنگی تری کی سر سے
قید میں وہ ہے تو یہ ہم تمہارے سامنے
کیا نہیں موجود تو ہم تمہارے سامنے
کیا ادارت کا مہاجب ہم وطن ہوں زیر شاہ
وہ ہے غیرت با قوم توڑے دم تمہارے سامنے
اس اٹھارے میں نہیں جیسے ہو کشتی شہب

پہلوان بیٹھنے کا کیا اب ہم تمہارے سامنے

خواب عیش و طرب ہے ہمیں فرصت کیسی
خاک میں مل گئی سب دولت و عمرت انوس
وقت کی مفت لٹی جاتی ہو دولت کیسی
اب تو کچھ جو نکلے غفلت کیسی
بے ریاضت نہیں آتا ہے کوئی علم و ہنر
ہو گئے اپنے ہی اعمال سے ہم آپ ذلیل
کوئی خوش حال نظری نہیں آتا اسوس
ہاتھ پھیلانے سے بڑھ کر نہیں ذلت کوئی
فادہ مستون کو کہاں نشہ دولت کا سرور
پانا لون سے فلک کوئی بھی رکنا ہے غبار
عہ طفلی ہی میں پڑھنا ہو تو پڑھا سے نادان
خاک میں مل گئیں غفلت ہی سے تو میں اگلی
عمر ساری بچہ بے کار گئی کچھ نہ کیا
عمر توں کے لئے یہ باغ تو ہو کج قفس
کیون یہ بے جرم مقید ہیں گھروں میں نولن
ایک دن وہ تھا مسلمان یہ مسلمان تھا شمار

اوٹھ گئی قوم سے ہمدردی اسلام کی رسم
 فقر پر فخر ہے شاہی سے گرائی اب تو
 احسان خورشید سے کہ ان اور محبت کیسی
 مانگنا بھیگے کاعزت ہو تو ذلت کیسی
 حسن و انانی تہی چھپائے سے کہین چھپتا ہے
 سات پردوں میں بھی ہو جاتی ہوشہر کیسی
 مر گیا آج محب قوم کا دیکھنا نہ عروج

اس کے لاشہ پہ کھڑی روتی ہے حسرت کیسی

الہی جہل و تعصب سے تو نکال بیجھے
 اب اس کے ہر چین یہ زیست ہو حال مجھ
 بغیر علم سے یہ زندگی وہاں مجھے
 جو موت آئے تو ہویا رکاو وصال مجھے
 سٹائیں دل سے یہ دیو سیوں نے امیدیں
 قرار کو ہے ہر لحظہ ہے گستاخ بڑا د
 ہزار چٹ گئی غمراہی کا ن ساری
 عروج قوم کا کچھ دیکھنا ہوا نہ نصیب
 چھٹا بلاؤں سے بوجھ چا کر عشق کیا
 حسد کی آگ سے یارب بچاؤ دل کو
 جو ابرو سے نے نان جو وہ بہتر ہے
 حریص کو ہنہین دنیا میں راحت و آرام
 ہر ایک کلام میں اتنی ہوئی ہے ناکامی
 کیا جو باغوں کا اس نفس دشمن جان کا
 اُدھر ہے حرص کا طوفان اب ہر جہل کا غار
 شرف ہو علم سے ہمہ ٹوں کی اُنوں سے کو نہیں
 بغیر علم سے یہ زندگی وہاں مجھے
 جو موت آئے تو ہویا رکاو وصال مجھے
 کہ خواب ہو گیا امید کا خیال مجھے
 بتا رہے اشارے سے یہ ہلال مجھے
 رہے گانا بہ قیامت یہی ملال مجھے
 دکھایا چرخ نے افسوس یہ زوال مجھ
 نہ خوف نہ ہجر نہ ہے حسرت وصال مجھے
 یہی ہے نارِ جہنم نہ اس میں ڈال مجھے
 پلاؤ چاہیے رازق نہ شیر مال مجھے
 الہی خواہشوں میں دے تو اعتدال مجھے
 کہ کامیابی کا آئے گا کیا خیال مجھے
 ذلیل خوار کرے گا یہ بد خصال مجھے
 الہی پاؤں کو لغزش ہے تو سنبھال مجھ
 بنائے گی نہ شریف آدمی یہ شال مجھے

عدم سے آئے تو دیکھا یہ دل فریبِ سماں
 جو پارِ سالِ سماں تھا کہاں ہے وہ اسال
 کر گئی قوم کوئی قدر میری خدمت کی
 ملائے خاک میں مٹی تو میری کی بر باد
 یہ ریل عمر کی جاتی تیرے سنہ سے ملکِ عدم
 خوشی میں غم کا ہے ڈر غم میں ہو خوشی کی امید
 تباہ ہوں نہ کہیں اور اہلِ حسد ابھی
 زمانہ خود یہ بقا و فنا کے پہر میں ہے
 مری لہ کا مٹا نشانِ نگردش چرخ
 ضرور گھٹکے بڑے گی مثالِ بدریہ قوم
 دکھائے گا کوئی منظرِ پستِ انتقال مجھے
 سنبے دکھائے ہیں کیا دیکھ ڈوسال مجھے
 یہ خواب میں بھی کہی آئے گا خیال مجھے
 کرے گا اور یہ کیا چرخِ پایاں مجھے
 نشانِ میل سے ہر ایک ماہ و سال مجھے
 عروج میں بھی ہے اندیشہ زوال مجھے
 یہی ہے انکے تغافل سے احتمال مجھے
 بتا رہے ہیں یہی روز و ماہ و سال مجھے
 کرین گے بعد فنا بھی وہ پایاں مجھے
 ہلال دیکھا تو آیا یہی خیال مجھے

مثالِ سرِ درجے فیضِ بے غمِ بہنِ محب
 کرینگے خاک وہ اس بارغِ غمِ نہاں مجھے

کبھی جو آتا ہے اعمال کا خیال مجھے
 وصالِ یار کا آئے گا کیا خیال مجھے
 ہلال دیکھ کے کہتی ہے چرخ سے بیوہ
 میں اپنے آپ کو اس وقت سمجھنا قصِ تر
 یہ جس دایمی پردہ نہیں ہے حکمِ خدا
 کھلی جو علم کے سر سے چشمِ دل تو کھلا
 کہاں یہ علم کی نعت کہاں یہ عیدِ ذلیل
 کمال ہوتا ہے اُس وقت انفعال مجھے
 یہ آرزو یہ تمنا تو ہے محال مجھے
 یہ تیغ تیز ہے کر ڈال تو حلال مجھے
 کہ جب علوم میں حاصل ہو اکمال مجھے
 نہ بحث آپکو اس میں نہ قسیدِ دقال مجھے
 ہر ایک شے میں دکھاتا ہے وہ جمال مجھے
 کیا ہے حمتِ باری نے کیا نہال مجھے

نہاں سے دھندلے فردا کو میں سمجھتا ہوں روزِ حشر کھاؤ گے تم جمالِ سجھے
منارِ علم کا کافی یہی خزانہ ہے نہیں جو دولت دنیا تو کیا ملالِ بجھے

میں اپنی قوم سے چاہوں گا خدمتوں کا صلہ
محب یہ تمہارے گاہیوں سے بھی خیالِ بجھے

نہیں کی علم میں محنتِ جفا کی یہ ہستی ہم نے خود اپنی فسا کی
ہمارا دل کیا تم نے جفا کی جہنم پر بھی تو پھر جہنم سے وفا کی
مہ حاصل کی زبانِ حاکمِ وقت مسلمانوں پر بھی تم نے خطا کی
ہر اک شے میں نظر آتا ہے جلوہ نہ دیکھو تو یہ محنتِ خدا کی
خدا خود آپ ہے دانا و بیبا ہمیں پھر اس سے کیا حاجتِ عاقل
بہت پائیں گے یہ دنیا میں راحت جو علم و فضل میں محنتِ ذرا کی
ہوئے ہم منہل آکر دکن میں عجب تاثیر ہے آب و ہوا کی
ہوئیں یہ عورتیں کیوں زندہ در گور کوئی حد بھی تو ہے شرمِ نحیا کی
سرِ پانا زو حسن و دلربائی عجب تصویر ہے اس دلربا کی
کھلائے گلِ دہان یاں شمع کی لگی عجب رفتار ہے بادِ صبا کی

تپِ فم سے جلی جاتی ہے یہ

محب کیا قوم نے اس کی دوا کی

مرویدان میں نہیں راہ سے پھر جانیکے مشکلیں لاکھ ہوں لیکن نہیں گہرا نیچے
باغبانِ سست ہو اگر ہم بیسر نہیں آب سب یہ آثار ہیں اس باغ کے رعنائی کے
سیر کرنے کے ہیں کچھ تو چمن کی صبا اس گلستان میں نہیں پھر کبھی ہم آنیکے

نو جوانوں! تمہیں مجھ سے کون کیسی انجام
 کشتِ عالم میں پینکی کا ٹرنتا ہے
 پیر بننے ہیں کوئی صوفی صافی کوئی
 گالیان دیتے ہیں دین ہم تو ہیں پردیگر خلافت
 غفلت و پستی و خود بینی و خود راسی و جہل
 حاقط و شبلی و منصور و جنید و خیام
 بریں ہے جہد و دستار گردل میں فریب
 ماقولوا کچھ تو مری باتوں کو سمجھو اللہ
 نکتہ چینیوں کے فقط ہم ہی پند ہیں منت کش
 عشق صادق کا یہ معشوق پہ ہوتا ہے اثر
 مے کے ہو کے مین دیا زہر جوساقی نے نہیں
 حیف ہو بکوزمانہ کہے جاہل و حشی
 سیر و تفریح نہیں ہے فقط آبادی میں
 ایک در بند جو ہو سیکڑوں کھل جاتے ہیں
 کیون ارٹے بیٹھے ہواب جاو محب گہرا اپنے
 بزم ساقی میں نہیں ساغر مے پانے کے

جوار مان سے خالی ہے وہ دل ہی ہو
 چھپین لاکھ پردوں میں پر خون ناحق
 نہیں جس میں یلیا وہ محل یہی ہے
 کبیکہ خدا سے کہ قاتل یہی ہے
 ہماری ترقی کا حاصل یہی ہے
 شرابین نہیں کوٹ پتلون پھین

سنا پیر تیر ہے پردے کا حاتمى قطعہ اصول تمدن سے جا ہل گیا ہے
 سمجھتا ہے پردے کو یہ عین نفرت بڑا فاسق اور عاقل یہی ہے
 ترقی کرین مرد بے عورتوں کے غلط فیصلہ و عسم باطل یہی ہے
 پڑھیں عورتیں سخت پردے میں کیونکر بخاری ترقی میں مشکل یہی ہے
 فلک نے جو پردہ کا دیکھا ترپنا کہا سخت جان نسیم بدل یہی ہے
 کرین اپنی غفلت کی کیا ہم شکایت ہمیں جس نے مارا وہ قاتل یہی ہے
 حرم میں بھی ہے خال اسود کی پوچھا ترے مصحف رخ کا کیا تل یہی ہے
 نہیں کچھ زمین پر ہی شادی بیوہ فلک پر بھی انجم کی محض یہی ہے
 نہیں ماتم قوم کچھ انجمن میں چین میں بھی شور عنادل یہی ہے

ہمیں قبر میں رکھ کے احباب بولے

عدم کی محب پہلی منزل ہی ہو

در و دل اپنا کوئی کیا جانے اس کو ہم جانیں یا خدا جانے
 آدمی کیا کہے کوئی اُس کو جو نہ اپنا بھلا بُرا جانے
 ایک دم کی حیات پر یہ خوشی غنچہ انجم زلیت کیا جانے
 بھوکون مر جائیں گو تمام غریب ان امیرون کی پر بلا جانے
 ابھی ہو جائے دور در و فراق علم کو قوم گر دوا جانے
 کیا ہے یہی بشر کے لئے آپ کو سب کا خاک پا جانے
 ہر مصیبت کو چار سیۃ انسان اپنے اعمال کی سزا جانے
 اتنا کس کو کیا خدا نے ذلیل کیا ہوا ہم سے کوئی کیا جانے

جانی ان تک تو کچھ اثر ہو
سبے دعا کی جگہ خدا جانے
جانتا ہے وہ مجید سب دل کا
دل میں کیا اُن کے ہر خدا جانے
خاک پر پہنچا یہ گاہ منزل پر
راستہ چو نہ رہنا جانے
طالبِ معرفت سے یہ کہہ د
ایک دوڑ بھٹا اٹھا جانے
اُس کی نظر دین میں کیا کائے طور
دل کو چڑھو نہ خدا جانے
راحتِ تاب سے اُسی کو نصیب
جو عدد کو بھی ۲ شتا جانے
کیون سے یہ دورِ مرگ پیدا
کون خالق کا مدعا جانے
ہر ہنر کو ہے موت کا تو یقین
پر کہاں اور کب خدا جانے
کیون زمانہ کرے مدد اُس کی
وقت کا جو نہ مقصدنا جانے

خاک ہے اسکے سامنے کبیر

جو محبِ علم کیسیا جانے

قید محلوں میں بین تازلیست یہ عزت اچھی
زندہ در گاہیں بے جرم شرف اچھی
ذلت قوم سے ہر طرح کی ذلت اچھی
قید تہذیب سے آزاد دلی وحشت اچھی
ہٹو کرین کہاتے ہوئے پھرتے بین عالمِ فانی
ایسی تعلیم سے دانش جہالت اچھی
گنجِ قارون بھی اگر کام نہ آئے تو ہو خاک
رحمتِ بارگشی سے تو قناعت اچھی
روئے اپنے گناہوں پر کہ وہو جائیں گناہ
اپنے اعمال سے جتنی ہو نہ امت اچھی
روز کے بیم دور جا سے تو ملے گی نصرت
دیکھیں سے تری داغِ تیر تیا مت اچھی
فائدہ کیا جو کیا سچ ز سرخ و سفید
فائدہ قوم کو جو جس سے وہ دولت اچھی
گالیان دیتے ہیں دیتے دو مگر رنج یہ ہو
گالیان دینے کی ہوتی نہیں عادت اچھی

دوستی ادس کی بُری اُس سے عداوت اچھی
 صداقت کہنے میں جو زلت ہو وہ ذلت اچھی
 رند و اوباش کے سایہ سے بھی نفرت اچھی
 نیک نامی سے جو شہرت ہو وہ شہرت اچھی
 میری صورت سے بُری انکی تو سیرت اچھی
 خوبصورت کی ہو اگر تپ ہے سیرت اچھی
 علم رکھتے ہیں وہی جنگی ہو قسمت اچھی
 قتل اچھا ہے جو قاتل کی ہے نیت اچھی
 سب عبادت سے ہے یہ ایک اطاعت اچھی
 نفع ہو خلق کا جس میں وہ عبادت اچھی
 زاہد و خوب یہ نفرت ہے یہ رغبت اچھی

دشمنِ نفس کی باتوں میں نہ آنا اسے دل
 سچ کہے جاؤں گا گو لاکھ بُرا جہس کو کہیں
 صحبت بد کے اثر سے نہیں بچتا کوئی
 یوں تو بدنام بھی ہوتے ہیں جہاں میں شہ
 کیوں نہ چچہ خنم حقارت سے عدد دیکھتے ہیں
 روح و قالب کے تناسب میں بھی نسبت ہویم
 بد نصیبوں کو کہاں دولتِ تعلیم نصیب
 خیر و شر میں انہیں کچھ فرق مگر نیت کا
 خدمتِ ملت احمد میں کمر بستہ ہوں
 خیر کر چھینک یہ تسبیح و مصلیٰ زاہد
 ترک دنیا ہے ادھر خواہشِ جنبت سے ادھر

دولتِ علم ملی اور بوس کیا ہے محب

اس سے بڑھکر بھی کوئی اور ہے دولتِ اچھی

فطرت کا مدرسہ یہ سارا جہان مجھے
 ہر خاد و شوق ہے نوکِ سنان مجھے
 دینے ہیں قتلِ گرین کئی امتحان مجھے
 چکر میں ڈال رکھا ہے کون آسمان مجھے
 رکھتا ہے تیکہ وہی میں عشقِ بتان مجھے
 گھاتے میں ل رہیں گے یہ جو جہان مجھو

مٹا نہیں ہے درسِ حقیقت کہاں مجھے
 طے کس طرح سے ہوں رہو الفت کی منزلیں
 کیوں کر ابھی لے سندا استادِ عشق
 لینے دے دم کہیں تو نہ اب در بدر پھرا
 گھر میں خدا کے جانے کو اٹھتے نہیں قدم
 زاہد و ثوابِ خدمتِ اہلِ وطن سے نقد

محبوب سے کچھ عرض ہے نہ کچھ دیر سو کو کام
 ملے سے ان بتوں ہی کے لئے میری خدا
 اس کی نگاہوں میں رہی ہے رات دن دعا
 ہو نا نہیں میری خواہش میں غیبی روح کو سکون
 لینے وہ نہ گردش قسمت نے ان بھی دم
 کو بھی - چہ ہو وہ دل میں جو اور دوست کے شکر بھر
 نہ نصیب نہ رہی رہا نہ دنیا نہ کسم
 لایا ہے آپ دور دنیا عدم سے جو کچھ چکر
 میں خواہ نہ خواہ خواہ خواہ کو بھیجے اسے اپنا فرض
 میری میں غم کر رہے تو - چہ باقی میں صفا
 روز رکھا نہ اڑ پڑی کہ بسد نہ کہ گئے
 دیتے ہیں نہ چکا کیا رہتا میں میں تشریف
 حق کو کی بات نہ ہر سے ہوئی تہ تلخ تر
 اتر اتر ہو گئے پھر رفتہ بہر
 چلتا ہے زور گردش تقدیر سے کہیں

کہتا ہوں دوستوں سے جو میں راز دل محب

اسو اے خلق کرتے نہ یہ راز دان سب مجھے

غریب کا ہے معاون جگر یہ کسا ہے
 غمناک ہند پہ سینہ سپر یہ کسا ہے
 زمین سے اوگے ہی ہوتا ہو خاک پر پودہ
 زمین کا آب و ہوا کا اثر یہ کس کا ہے

یہ پوچھا میں نے شبِ باہ و یکہ کر رخ یار
و رختِ علم کے پھل کھا کے شاد ہو کر پرب
نوشی سے اپنے سر پہ گلیں گلیں غلِ خوانِ بین
فکارت سے کرتی ہیں باتیں بلند دیوارِ بین
بارے باغ کے پھل کھا کے پوچھ رہی ہو لوگ
شہیدِ دریا خانی زمین اگر شب و روز
سستی کی بہت عروا نہ کا جواب نہیں
خزانِ بیدار سے فصل بہار میں یہ چین

زمین کا چارہ تو وہ نہ تھا تو یہ کس کا سر ہے
جو جنتِ ناز کا نہیں ہے یہ شکر یہ کس کا سر ہے
جس میں رنجِ ہمارے گزرتا ہے کس کا سر ہے
مکانِ یاد کا قافلہ ہے یہ کس کا سر ہے
یہ بیج بویا ہے کس نے سونپ دیا ہے
تو خونِ چرخِ پرستام و سحر یہ کس کا سر ہے
جلے جو جیتے ہی جی خود جگر یہ کس کا سر ہے
ہوا کے ہند میں تھی اثر یہ کس کا سر ہے

بہرِ خدا کے محب جب نہیں کسی کا ڈر
تو کیوں سکوت ہے خوف و خطر یہ کیا ہے

سُتر کو کھولے سے زمین پہ گنگنے کیلئے
عورتیں کہتی ہیں گھٹا ہے مکان میں جو
وہ طلباء ہیں جدا جو ہیں زمانہ کے مرید
ہند آمیز پڑ ہے شعر جو ہیں نے تو کھا
کیا ہی ادب ارفاق غفلت میں دیو چا آ کر
کامِ انسان کو نہیں کوئی تو کچھ پڑھنے ہی دو
بارغِ عالم میں یہ نیکی و بدی کا ہے اثر
دل ہے پہلو میں کہ ہے گو دینِ فنا بجا
وعدہ وصل ادھر اور ادھر ہے انکار

آسمان جھکتا ہے ہر بار ملنے کے لئے
دل جو گہیرائے کہاں جائیں ٹھٹھرتے کیلئے
یہ طبیعت نہیں ہر سانس پہ تیرا ڈھلنے کیلئے
آپ ہی رہ گئے ہیں زہرا گنگنے کے لئے
کچھ بھی مہلت دلی ہو کو سنبھلتے کے لئے
چارے شغل کوئی جی کے پہننے کیلئے
پھول پہننے کیلئے خار ہیں پہننے کیلئے
کیا ڈنڈا ہوتا ہے ہر شے پہ پہننے کیلئے
ایک دم چارے سوزنگ بدلنے کیلئے

اپنی جاگیر سب کچھ ہوسے دل پر قابض
میر سے ارمان نہیں رہا کئے تھیں کھینچے کیلئے
دھل میں جھڑکے دھڑکے سے ملے کیا آرام
اک کھٹکا ہو گا دل کے دھڑکنے کے لئے
اسے فلک رنگ خیالات نہیں پختہ رہے
بدن میں چلے یہ رنگ بدلنے کے لئے
غمر و ناز کے تیروں کی وہ بوجہ ہوا ب
دم کی مہلت ہی نہیں دل کو سنبھلنے کیلئے
ہر خان دیدہ چین میں تو بھارا آئی ہے
یہ مگر باغ نہیں پہونے پہونے چلنے کے لئے

مات بھی ہو جو محب تو بھی نہ ہار دیتا

سیکڑوں اور ہرن چالیں اگلی چلنے کیلئے

بزم میں جب کوئی نسوان کا عداوتا ہے
کیا کہوں آنکھوں میں میر سے تو لہو آتا ہے
شاعروں کو نہیں کچھ بھی حق باطل سے غرض
روح و زمیں میں تو نقطہ آنکھ غمت ملتا ہے
اوج سے ہم سو سہ پستی میں بس بیٹو اگل
جس طرح کو دے پانی لب جو آتا ہے
ایک ہمدردی انسان ہے عبادت کافی
بٹھیکیں آتی ہیں ہکو نہ وضو آتا ہے
چشم محمور کا رہتا ہے جو ہر وقت خیال
رات کو خواب میں بھی جام دے سوتا ہے
بے قصداً خنجر بران میں نہیں کاٹ کوئی
کند ہو جاتا ہے جب تابہ گوا آتا ہے
کس کہتے ہیں بڑا لوگ مجھے حیرت ہے
جب نقصات ہر اک چیز میں تو آتا ہے

اُٹھ گیا قوم سے اب تو حق و باطل کا تمیز

لگ کہتے ہیں محب کو کہ عداوتا ہے

دیکھو جسے وہ اپنے ہی رنج و غم میں ہے
افسردگی کا دور اب اس انجمن میں ہے
کیون کر ابھی گھٹیل جہالت کی تیرنگ
جب آفتاب علم ہمارا آگہن میں ہے
مرنے کے بعد بھی نہ گئی حسرت وصال
اک دہیر سرتون کا ہمارے کہن میں ہے

ہندوستان سے اٹھ گیا انہوں نے شعر
بے تربیت نہیں کوئی تسلیم کا شعر
انسان کی صنعتوں کی ہے تباہیوں میں سر
سنگوش ہوش سے کبھی مجنون کی بھی بڑ
پروے کے حامیوں سے یہ پوچھے کوئی ذرا
کیا لاغری ہے لاش پر کہتے ہیں آکودہ
غربت میں عمر بھر رہے مگر کھپ گئے عزیز
اٹھتے ہی کچھ زمین سے ٹھٹھرتا ہے ہر ذرہ
رسموں کی چوڑی کا تو ہر کوئی نہیں لیتا

کیا ہو سکے گی ہم سے محب خدمت وطن

بہت نڈول میں اور نہ طاقت بہن میں ہے

روان جو آنکھوں سے اکیل آب رہتا ہو
دبے گی جہل و قصب سے کیا شعاع علوم
شمار جرم ہے کیون مختصر بروز شمار
جو چونکتا ہے وہی ہے یہاں پریشان حال
یہ کارخانہ عالم تو ہے فریب نظر
بھرا ہے جگمگے رنگ و پے میں زہر بغض و حسد
عدو پہ آپکی ہر دم تپے گرم کی نگاہ
عجب غلہ و احباب کش ہیں اہل جہان

تو دل ہمارا میاں دو آب رہتا ہے
و باگہن میں کہاں آفتاب رہتا ہے
خدا کے پاس تو لکھا حساب رہتا ہے
وہ ہوشیار ہے جو ست خواب رہتا ہو
ہمارے سامنے دائم مراب رہتا ہے
مثال مارا نہیں پیچ و تاب رہتا ہے
یہ دوستوں پر مگر کیوں عتاب رہتا ہے
کہ اُن کا دوست ہمیشہ خراب رہتا ہے

یہ کوئی دم کا تقصیب ہے پھر ہے مطلعِ صفا
 بہر ایک ہند کے عاقل کا ڈھونڈ نہیں اگر ممکن
 بنے جوان جو پیری میں منہ ہوا کا لا
 اسی کو ملتی ہے کچھ علم و فضل کی دولت
 ذرا سی بی کی کہ جو مستوں میں ملگور ہی ہو گیا
 وہ خام طبع بھی ہوتا ہے پختہ جل جل کر
 خوشی حیات کو لازم ہے گر چہ ہو ہو دم
 قرار مہر ہے نصف الہیہ پر جنت

کمالِ حسن کو لازم ہے جلوہ اندازی

کہانِ محب رخِ سپرِ نقاب رہتا ہے

دل سے تذلیل ضاعت جو نکل جائے ابھی
 نفس گرم جلے دل سے جو بیوہ کھینچے
 اے میحازِ امیہ ہوا ہے لب گور
 کج روشِ یسوں کی تعلیم میں ہو گئے سید ہے
 عجز تو! صبر کرو قید سے بھی چوڑا لگی
 نہ چنان بیوہ کے رونیکا اگر حال لکھوں
 بیوہ نالہ جو کرے عرشِ بلائے والا
 سختی پر وہ نہوان کا اگر ذکر کر دوں
 ترک خواہش ہے کہانِ دل پہ نہیں جب قابو

مفلسی ہند کی دولت سے بدل جائے ابھی
 تو فلک بھی شرِ آہ سے جل جائے ابھی
 دارِ علم جو دے تو تو سنبل جائے ابھی
 شاخِ پیچیدہ کا کس طرح سے بل جائے ابھی
 یہ بلا بھی جو خدا چاہے تو مل جائے ابھی
 ایک چشمہ مری آنکھوں سے اُبل جائے ابھی
 تو دل رعد بھی سینہ میں دہل جائے ابھی
 سنگِ دل نیز کلہیجہ بھی نگھٹ جائے ابھی
 اچھی صورت پہ یہ نادان چل جائے ابھی

شک ہو تا سب سے گہرہ توں کی کاوش سے
 زائد خشک تو زندہ سے بھی بڑا بکر ہر جھیل
 اگر زبان سے ہو بیان سوزش در دشوان
 ایک مدت میں ریاضت کا غر ملتا ہے
 موزین کی تو ہے کیا اصل اگر وہ چاہے
 یہ کوئی موسم ہے ساخنہ میں جو ڈھلے ابھی
 یہ نمانوش خیمے بھی نکل جائے ابھی
 دل جو فولا دکا ہو وہ بھی گھیل جائے ابھی
 کیا لگاتے ہی شجر علم کا پھل جائے ابھی
 مارگر دوں کا سرخس کھل جائے ابھی
 درد دل تیرا محب کاں لگا کر جو سنیں

تو خون سحر بانی کا یہ پھل جائے ابھی

سب ہی یہاں نثار ہیں جن و جمال کے
 پورپا میں ہے ہر ایک تو قربان قوم ملک
 بے جوتے بے مانگتے ہیں خوشتر مراد
 فیدنا میں پیر کے تقلید کیوں نہ ہو
 کھائی جہنم نے ہیں رہ الفت میں ہو کین
 گدرا جو ایک گورگریان سے میں محب ق
 چادر کسی پر اور کسی پر ہیں چند پھول
 پوچھا یہ میں نے دل سو کہ کیا فائدہ انہیں
 مرقد سے اک امیر کے پھر آئی یہ صدا
 افسوس ایک چیر بھی آتی نہیں ہے کام
 تکلیف ہے کہ جمع کیا مال عمر جمہ
 یہ سب نیا دوزخ بھی اب تین دن کے ہیں
 غفاگر ہیں پوچھنے والے کمال کے
 کہتے یہاں جہاں تو ہیں اس خیال کے
 طالب یہ نا سمجھ ہیں خدا سے حال کے
 ہیں نیچری گرو کے یہاں سب یہ بالکے
 رکھتے یہاں قدم ہیں وہی دیکھ بہال کے
 دیکھا بنے ہوئے کئی مرقد ہیں حال کے
 آنار اور بھی ہیں کچھ افلاس و مال کے
 اطلس کے قبر پوش ہوں انہیں کے شال کے
 وارث یہاں تو زندہ ہیں مرد و بکوال کو
 رکھتے تھے احتیاط سے جنکو سنبھال کو
 ہاتھ آیا ہو مال سے کیا جز ملائی کے
 پھسکے گا پھر یہاں نہ کوئی پھول ڈال کے

لیگانہ کوئی نام بھی میرا زبان سے کرتے ہیں کسکو یاد یہ دنیا کے ہاسکے
کہتا ہوں تجہ سے میں یہ ذرا کان دہر کر سن سب دوست ہیں جہان میں مال و ستار کے
دنیا میں رہ کے مال کی کرنا نہ تو ہر پس پہنٹتے ہیں اُس سے آؤں بچھڑاؤں جالکے

اولاد کام آتی ہے اب تو نہ مال و حبات

جز خاک کیا نصیب ہوا ان کو پال کے

عمر بھر تجو بکوا و فنا تجھے بے دفاعوں کو آہ کیا تجھے
عکس تیرا جودل میں تھا تو اُسے سیزدین جہان نما تجھے
لاکھ تحلیل کیمیاوی کی آب تجھے نہ ہم ہوا تجھے
یہ طلسم جہان ہی پر اسرار جزا خدا اسکو کوئی کسپا تجھے
صاف چھپتا نہ سامنے آنا یہ ادا تیری کوئی کیا تجھے
اہل دنیا تو ہیں غرض کے مرید اور ہم اُنکو آشنا تجھے
جس ثوان کی ہم نے کی تائید ستم قائل کو ہم دوا تجھے
جہل سے موت اور علم حیات قطعہ عزم انہیں کہ فنا بقا تجھے
مفسی مال و عزت و دولت سب کو اعمال کی جزا تجھے
آئی جو کچھ بلا تو اس کو بھی اپنے کرتوت کی سزا تجھے
اپنے ہاتھوں سے آپ کو میٹا اور پھر چرخ کی جناب تجھے
شیخ کو اپنے کشف پر سے بجز نماز قطعہ قوت بائیں وہ خود کو کیا تجھے
ہم سے پوچھیں تو صاف نہ کہیں سب کو ہم بیچ ماسوا تجھے
نیک شکوہ تصف و قدر عزم کو راحت کا پیشوا تجھے

گلیا خودی نے ہمیں کیا پیونو

انتہا وقت الٹا سب کو محب

دو محبت کو جسکی نہ غنا سمجھ

آپ پر قائم حساب رہا یہ پتہ کیا کہ نہ پتہ
ہند کی ہالہ نہ ترا سب دیکھتے کیا کیا کہ نہ پتہ
نہ جتنا عین کا با سب دیکھتے کیا کیا کہ نہ پتہ
قوم پر مہر نہ تو اس کو سیکھتے کیا کیا کہ نہ پتہ
ہم پر خدا کا عتاب دیکھتے کیا کیا کہ نہ پتہ
عورتوں پر یہ نڈا سب دیکھتے کیا کیا کہ نہ پتہ
چھوٹا سستا وڈا کیا سب دیکھتے کیا کیا کہ نہ پتہ
جہل کا چھایا سما سب دیکھتے کیا کیا کہ نہ پتہ
بالٹیکل انقلاب دیکھتے کیا کیا کہ نہ پتہ
رُخ پر تمہارے نقاب دیکھتے کیا کیا کہ نہ پتہ
نشر جانم شراب دیکھتے کیا کیا کہ نہ پتہ
سامنے لپکتے سراسر دیکھتے کیا کیا کہ نہ پتہ
جہل میاں دو آپ دیکھتے کیا کیا کہ نہ پتہ
عبس دوا می حیا سب دیکھتے کیا کیا کہ نہ پتہ
خام بر آتش کیا سب دیکھتے کیا کیا کہ نہ پتہ
خون حساب و کتاب دیکھتے کیا کیا کہ نہ پتہ

جو شمع ہی جہر شہاب سیکھتے کیا کیا کہ نہ پتہ
پتہ کو رتی نہیں سب پر پتہ پتہ نہیں
بے ہنری سے ہمیں اب تو ہر دشوار زیست
تھک گئے سب چن کر جو نہ چلی کان پر
قویا وہ بے پلگ دو ٹون بلاتین ہیں ایک
سخنی قید و دام جھیلتی ہیں تاید زیست
سچ ہے بہت پاندار جھوٹ ہے ناپاندار
چپ گیا خورشید علم طلعت دیوچر ہے
کل جو تھے خزا کل شہر بد آج ہیں
دیکھتے ہیں منظر سب جہر تن پر شہر ہیں
عیش میں سرست ہیں پاس کے یہ دولت امیر
سب سے نظر کا فروبہ اصل میاں کچھ نہیں
علم سے سیراب ہے صوبہ پنجاب بھی
صحت و تعلیم سے عورتیں محروم ہیں
پتہ کی عقل و دماغ آتی ہر کچھ دیر میں
عیش کو کرتا ہے تلخ روز جتنا کا خیال

کان جس پر بہن اسے منتظر کہ جہن حالت پاؤں رکاب دیکھئے کب تک رہے
پنڈ محب سنتے ہی کھاتی تھیں بل مثل مار
قوم کو یہ پیچ دتا ہے دیکھئے کب تک رہے

ہماری قوم بھی صندی بڑی ہے ہرانی ریت رسمن پر اڑی ہے
نہیں آسان کچھ ہمدردی قوم یہاں سخت ہے منزل کوڑی ہے
بڑھی جاتی ہیں آگے اور تو میں مگر یہ قوم بھی پیچھے پڑی ہے
غضب ہے سادگی ان لیڈیوں میں نہ سرمہ ہے نہ مستی کی دہڑی ہے
ترتی کر رہی ہیں اور تو میں ہماری قوم منہ تکتی کھڑی ہے
یہ نظم بے بہا نایاب و نادر قطعہ مسلسل ایک موتی کی لڑی ہے
نہیں الفاظ یہ کاغذ پر ہیں بھول نہیں یہ بیتا پھولن کی جھڑی ہے
ہمارے حال پر دوتا ہے یہاں ہر حال پرست اشکون کی جھڑی ہے
حیات تہذیب عنایت علم و دانش کوئی ان سے بھی بہتر پھلڑی ہے
نہیں ممکن رہیں اک حال چہم زمانہ کو تنہا ہر گھڑی ہے
نہیں پابندی اوقات سے کام تو پھر پاکٹ میں کیوں جیبی گھڑی ہے
مرے سر کی قسم کچھ تو بتاؤ یہ چوٹی کس لئے پیچھے پڑی ہے

محب یہ قوم کیا آگے بڑھے گی

نقص میں جہالت میں گڑی ہے

قفص ہی میں گئے ہر چھوٹ کر بھی نہ کام آئے ہمارے بال و پر بھی
مسلمانوں گھٹے تم بڑھ گئے غیہ تمہیں ہے دین و دنیا کی خبر بھی

بلاے جہل سے چھوٹے گا کب بند
کبھی اس رات کی ہوگی سحر بھی
بشر کیا جز خدا ہیں سب ہی فانی
زمین بھی چرخ بھی شمسِ قمر بھی
یہ ہے تاثیر آہ اہل زندان
کہ چیخ اٹھتے ہیں اب دلدار و درکشی
فرشتے سے بھی انسان ہے برتر
جو دل ہے پاک نیست ہی نظر بھی
ثبات و صبر سے کرتے ہیں جو کام
وہ پائے ہیں ریاضت کا شکر بھی
جو ہو صبر و استقامت ہو عسلم و ہنر بھی
برقی بھی پہنچ سکتے ہیں بحسنِ سیرت
نجات کیوں ہے واعظ آپ کو دیکھ
نہیں ہے جز خدا اہل کو کسی سے
اسی کو شکر ہم کہتے ہیں جس میں
امید نفع بھی خوف ضرر بھی
زبان بھی ہو معانی بھی اثر بھی

محب وہ قوم کا ہے جو پئے قوم

لٹانا گھر بھی ہے دیتا ہے سر بھی

صفائی ہاتھ کی دل بھی جگر بھی دیکھتے جاتے
جو وہ دم بھر ٹھہرتے قص سر بھی دیکھتے جاتے
یہ زہرِ شوق لکھتا ہے تو دنیا سے جاتے ہیں
ذرا اس سم قاتل کا اثر بھی دیکھتے جاتے
لگایا مرغِ نسوان ہمتے کس محنت ریاضت سے
یہی حسرت رہی دل میں مگر بھی دیکھتے جاتے
نہ کرتے راہ گم یہ روان منزلِ رقی
اگر زیر قدم بالاس سر بھی دیکھتے جاتے
یہی تعلیم ہوتی رفتہ رفتہ زیورِ نسوان
حسینوں میں اگر علم و ہنر بھی دیکھتے جاتے
ہمارے نظم کی تھی داد دینی اہل جوہر کو
جو آئے تھے قیصرِ ملک گھر بھی دیکھتے جاتے

فلک تک اڑ کے ہم جاتے نہ گرتے یوں محبِ گز

اگر طاقت بھی اپنی بال و پر بھی دیکھتے جاتے

گو حسن بین یہ غور تین بہترین پری سے
کیا غرض نظر عورتوں ہی کے لئے آیا
منطق سے وہی کرتے ہیں پردے کی چاشت
پردے سے عدم کے یہ گل آئین باہر
روکے بہت آنے چرخ فلک سوزیہ تار
ہر قوم کو لازم ہے ترقی و تہذیب
اس نہر نے رکھا یہیں ہر رنگ سے محفوظ
اک ہم ہیں کہ خواہ اپنے ہی گھر سے بہنیں نڈا
ہمدرد مہینوں کے ہیں وہ حامی ملت
پل دلو بچا کر کہ ہزاروں ہیں سب راہ
پتھر کے کلیجے ہوں تو تاخیر ہو کیوں کر
میدان ترقی میں بڑی جانی ہیں تو میں

حیوان سے بھی بدتر ہیں مگر بے تہی سے
مردوں کی بہنیں روک کوئی نظر ہی سے
مس جن کو ہمیں علم ہے یہی نظری سے
گرفتار ہوتا کوئی حب وہ گری سے
اب جذبات کی طاقت نہیں درد و جگری سے
ثابت ہوا ہر ماہ یہ دور قمری سے
اتنا تو ملا پھیل یہ عین بے شری سے
اک وہ ہیں کہ آگاہ ہیں خشکی و تری سے
جو ان کو چھوڑاتے ہیں غم بے پداری سے
غنجہ بھی کہتا ہے نیم سحری سے
نالوں کا بھی زل ٹوٹ گیا بے تری سے
ہم مسرلوں پیچھے ہیں ابھی یہ بھرتی سے

تھاپہ بردہ انسان رہ تسلیم میں حائل

یہ بھید کھلا ہم کو محب پردہ داری سے

جاہلوں کی صحبت سے انہیں غبت ہے
خود تڑپ کر آپ سینہ سے نکل جائیگا دل
کر دیا ادا بارے افسوس کیا دولت پسند
ناخلف اولاد سے ملتا ہے نام اجداد کا
جھیلے میں سختیوں کے کچھ تو سنتی ہے مدد
اہل علم و فضل و دانش سے مگر نفرت رہی
گر ہماری بیقراری کی یہی حالت رہی
نام کو بھی اب نہیں باقی کوئی غیرت رہی
ہم میں باقی کیا سلف کی اب کوئی جرات رہی
عیش و عشرت میں بھی محنت کی اگر عادت رہی

یاد رہتا کہ کون ہے چیز خادان ملک و قوم
خدمتِ قومی سے بڑا کہ مستقل خدمتِ ہر کون
دُشمنوں میں اب مسلمان بھی نہ آئیگا نظر
خوش نصیبوں کے گھر دن میں بہن برہن ہو جائیگا
علم و فضل و خلق و تہذیب و تمدن کہو چکیں
آپ کی الفت میں میں تو جان و دل بھی دیکھا
ہر فضیلت کے لئے آزادی و نیتِ محو شرط

جب سے سیکھا ہے محب پر ترک خواہش کا کل

کیا کہوں تم سے کہ کیسی روح کو راحت رہی

اب تو نقابِ روئے سنوار اٹھائیے
جو رو جفا و غنہ زدہ دلیر اٹھائیے
کانٹے سرِ غرور کے کھاتے ہیں ٹوکریں
یارِ اب ایہ صغف اور یہ پھر اس پہ بارِ غم
تنہا بھی بار ہوتا ہے احسان کے نام کو
کھانے کو گھر میں سو تو کمانے کو ایک ہر
منا ہے انقلاب میں جب سازشوں کو
مشاق دید کہ نہیں اب تابِ ضبط و صبر
ڈھونڈے سے حق بھی ملتا ہوا چھوڑ کر
خادای میں خچہ کرتے ہو لا کہنِ عیشِ محب

پھر ایک بار قلمتہ محشر اٹھائیے
مر جائیے قدم سے نہ اب سر اٹھائیے
سر کو جبکہ بیٹے نہ یہاں سر اٹھائیے
جو اٹھ سکے نہ بوجہ وہ کیونکر اٹھائیے
مر جائیے پہاڑ نہ سر پر اٹھائیے
بارِ عیال و بارِ برا در اٹھائیے
بیٹھے بیٹھائے اور کوئی شر اٹھائیے
زائونے شرم سے تو ذرا سر اٹھائیے
کیون مفت بار منت رہیں اٹھائیے
بچوں کی تربیت میں ہی نہ اٹھائیے

کچھ نہ سوچے عشق زلف لعل لب میں پڑ گئے
 اک سے ہر گئی خاک کوئی خدمت اہل وطن
 بڑ گئے ان کے ملبوم مغربی میں گہر ملک
 کو درود سے نکلے جی جب کو غیبی آواز حق
 لے چکے سہتے پر سلطان ساری دنیا کو مگر
 فلسفی کیا ڈھونڈتے ہیں علت کیا وخلق
 ایک ہم ہیں اور ہے چاروں طرف دشنام خلق
 فلسفہ کو ان ہیوں سے کب ہو امید کمال

فائدہ کیا قوم کو ان اہل دولت سے محب
 ہاتھ آیا مال تو عیش و طرب میں پڑ گئے

وہ طلب میں تری وہ قدم بڑھانے چلے
 ہمارا بزم میں آنا ہے درو کا آسم
 عدم کو جاتے ہیں اسے قوم اب خدا کا
 ہمیں نجات کا کیونکر لیتے ہیں نہ ہو زابدا
 ترے کرم سے یہ پر غوث گھانیاں طو لکین
 ہزار حیف رہے پر وہ عدم میں نہاں
 بچے دی ہی تغیر سے اہل کار یہاں
 امنین کو رکھتی ہے کچھ یاد خود غرض دنیا
 اب اختیار ہے اُنکو کہ وہ سنیں نہ سنیں
 جو اپنی جان سے پہلے ہی ہاتھ اٹھا کر چلے
 اُٹھے جو بیٹھکے مجلس کو ہم دلا کے چلے
 نہ چونکنا تھا نہ چونکی بہت جگہ کے چلے
 کہ عورتوں کو ہم اس قید سے چھڑا کے چلے
 خطر کی راہ میں بھی ہم قدم جا کے چلے
 یگل چہن میں جو آئے تو منہ چھپا کر چلے
 جو ساز غون سے بہت آپ کو بچا کے چلے
 جو یادگار کوئی حسیر کی بنا کے چلے
 فقیر قوم کے اپنی صدا سنا کے چلے

لگائیں مرد بھی مہندی دندانہ پن ہے یہی
دراز علم کی منزل تو عمر ہے کوتاہ
بچے گا اب نہ یہ پردہ کوئی بچائے ہزار
کسی کے روکے سے کہہ رہیں کب جل کر تنکا
لیانہ ہمنے کہی جنگ میں بھی کر سے کام
وہی ہے رہبر کمال روش سے جو اپنی
رہے نہ بعد فنا بھی کوئی نشان باقی
خیال خام ہے اہل جہان کی الفت کا
گئے بلائے جو عشرت میں حاسیان حجاب
یہ خوان کس لئے نوشاہ کو حنا کے چلے
رو کمال میں رو رو قدم بڑھا کے چلے
کہ آگ بہوس کی ٹٹی میں ہم لگا کے چلے
جوا ئی موت تو خود سامنے نقصان کے چلے
چلے جو چال تو دشمن کو بھی بتا کے چلے
رو نجات کا بہرہ پہنچ دھم دکھا کے چلے
ہم اپنے نقش قدم آپ خود مٹا کے چلے
چنی جد ہر کی ہو اس اسقہ یہ ہوا کے چلے
تو نہ چھپانے ہوئے سامنے خدا کو چلے

خدا بچائے شرارت سے اہل شر کے محب

کسی کے گھر میں جو آئے تو گھر جانا کے چلے

بچ و تکلیف ہی میں یاد خدا آتی ہے
خط پردہ کا ہے زور وں پہ بتا لئے بقرط
ان جینوں کو تو آتا نہیں کچھ علم ہند
آہ بیوہ سے لرزتا ہے جو عرش اعظم
خاک میں مل کے بھی ہم قید سے چوڑ نہ فلک
چمن دہر سے کیا کام ہے ہلکویا
جس نہوان پہ کوئی لائے معقول دلیل
ان جینوں کی بھی کچھ چاہیے تعلیم صبر
عالم یاس میں ہر لب پہ دعا آتی سب
اس مرض کی بھی تجھے کوئی دوا آتی ہے
اک لگائی انہیں ہاتھوں میں حنا آتی ہے
ہند پر روزنی ایک بلا آتی ہے
لحد پردہ نشین سے یہ صدا آتی ہے
اس قفس تک نہیں گلشن کی ہوا آتی ہے
یوں تو ہم کو بھی کوئی بات بتا آتی ہے
نہ حیا آتی ہے ان کو نہ وفا آتی ہے

لے
حق۔ علون بہت
نہ پر جو نہرستان
میں آئے ان کو
پتہ نہ تھا

غفلت و کالی و خسر رسوم آیا کیا کہیں عیب ہم اپنے نہ حیاتی ہے
قوت و مال کا موت نہیں کچھ کام آتے شیر کی طرح چھپشکر جو قصداً آتی ہے
زنگ ناسخ کا اور ڈانا تو محب ہے آسان

حضرت داغ کی کب طرز ادا آتی ہے

غیر تو محنت سے جو علم و ہنرمین پڑ گئے
عورتوں کو دیکھ کر آیا یغضو کا خیاں
مصلحان قوم کو لازم ہے عالی ہمتی
کس قدر مہلک اثر تیرا ہے اوقات شراب
تو لگی منہ سے اور ہرچ ہڑتے جگر میں پڑ گئے
یہ نزاکت عورتوں کی قابل افسوس ہے
جب چلین اک گام تو سبیل کر میں پڑ گئے
کرم خوردہ پو دین سے مضحل مان کا اثر
پیر پھر وہ ہو کے کیر طے ٹر میں پڑ گئے
داغ حسرت سینہ شمس و قمر میں پڑ گئے
دیکھ کر ان بہوشوں کو قید میں دم توڑتے
حلقہ تقدیر جب پاسے اتر میں پڑ گئے
کچھ نہیں ہوتا دوا سوا دعا سے فائدہ

خاک در در قوم کو مرحم سے تسکین ہو محب

سینکڑوں ناسور جب گھرے جگر میں پڑ گئے

ہے بند زبان صدر مہم کہہ نہیں سکتے
کہہ سکتے ہیں غیروں سے کہاں در دل اپنا
کیا دل پہ گزرتا ہے الم کہہ نہیں سکتے
لسبیل گئے نہ بند ہوا دوائے نصیبت
تم سے بھی تو ہم قصہ غم کہہ نہیں سکتے
جنت بھی جہنم ہے جو حوریں جو کین جہاں
اب منہ سے بھی ہم حرف تم کہہ نہیں سکتے
سنوان کی جہالت ہی سے ہو قوم بے مردہ
دوزخ کو تو ہم باغ ارم کہہ نہیں سکتے
کیا جہل کا مہلک ہے یہ کہہ نہیں سکتے

پر شیخ سے یہ ستر نقشبند کہہ کر لے گیا
 کچھ حال عدم نقشش قدم کہہ نہیں سکتے
 کیونکہ بت کو خدا اہل حرم کہہ نہیں سکتے
 صیاد اس سے ہم بقتل کہہ نہیں سکتے
 ہے بند زبان حال عدم کہہ نہیں سکتے
 کیا قہر ہے پردہ کا ستم کہہ نہیں سکتے
 اس سے تو ہم اک حرف بھی کہہ نہیں سکتے
 اور آپ کو ایک بات بھی ہم کہہ نہیں سکتے
 اجداد کا ہم جاہ و حشم کہہ نہیں سکتے
 یہ راز نہایت اور سے ہم کہہ نہیں سکتے
 حق بات بھی کیا اہل قلم کہہ نہیں سکتے

حادث ہیں ہمیں اور ہمیں آپ ہمیں دایم
 بیٹھے تو میرا راہ ہیں مسئل کہتے
 جب دیر و حرم دو تین ہے ایک ہی جتا
 کیونکہ چہتا ہے درد و اہل قفس تو
 غنچوں کے تسم کا کھلا اسپ تو یہ عقدہ
 گھٹ گھٹ کے کالوں میں ہی کہتی ہیں سنو
 پردہ ہے بڑا کال لیں موجود زبان پر
 یہ غلم تو دیکھو کہ کہیں آپ ہزاروں
 ادبار میں شہنی جو سچتا ہے زمانہ
 اند کے گھر بھی وہی بجا چتا ہے اکی شیخ
 اندھیر ہے آذادی تحریر بھی چھینیں

پڑ جائے محب قفل و ہن پر نہ تہا

اس خوف سے ہم درد و الم کہہ نہیں سکتے

زمین و آسمان کو ہم بجاتے اپنی آنکھوں سے
 انہیں ہم قوم کی حالت دکھاتے اپنی آنکھوں سے
 اگر غفلت کا پردہ یہ اوٹھائے اپنی آنکھوں سے
 قدم ایسے بزرگوں کے لگاتے اپنی آنکھوں سے
 جو یہ یورپ کو جا کر دیکھ آتے اپنی آنکھوں سے
 یہ بہتر تھا کہ دونوں آواز سے اپنی آنکھوں سے

غم ہم قوم میں طوفان اٹھاتے اپنی آنکھوں سے
 خدا قدرت جو دیتا غیر کے دل میں ہماؤ کی
 نہتا جس دایم پردہ نسوان کہی باقی
 حرم کیا دیر میں بھی ہم چہتا ہے اہل دل کوئی
 نہ ہوتے علم و آذادی نسوان کو کہی دشمن
 پسند غیر کیا انتہا سب زوہر و شوہر

کیا چرخ کے ہے دل میں کدورت بھری ہوئی
تیرے خیال ہی میں ہیں دن رات ہر محسوس
لے لیتے ہوا بات میں کیا دل میں چٹکیاں
بعد فنا ہو خاک مری گرد کو سے یار
کرتی ہے دم بدم خم مے کی طرح سے ہوش
واعظ کہہ ہی نہ آسکی حوروں ہر شمشیر پر
کیا بذلتی ہے رکھتے ہیں زن کو نفس میں بند
افلاس میں بھی بٹھا ٹھہا امارت کے ہیں وہی
لازم ہے یہ صفائی کا ہو خوب انتظام
قید و دام پر ہے بہت جنگ و خونریز و ناز
ہے خاک مثل شیشہ ساعت بھری ہوئی
دل میں ہے کیا شراب محبت بھری ہوئی
رگ رگ میں آپ کے ہے شرارت بھری ہوئی
دل میں ہے خاک یہی حسرت بھری ہوئی
دل میں ہمارے آپ کی الفت بھری ہوئی
دنیا کی نعمتوں سے طبیعت بھری ہوئی
ہے آپ کے دماغ میں وحشت بھری ہوئی
اب تک ہے کیا سرون میں امارت بھری ہوئی
ہے آج کل تو شہر میں خلقت بھری ہوئی
ہے کوہ پری میں ان کی حماقت بھری ہوئی

شیشے میں جسطح سے پہری ہو محبت شراب

دل میں ہے اس طرح سے محبت بھری ہوئی

دل کے ٹکڑے سینہ صد چاک میں مل جائینگے
آپ کو ملنا ہو گر لمبا کیے وعدے ہیں کیا
خاک ہونے پر بھی مٹا ہے کہیں جن جن جال
خا پر حسرت وہ گلون میں کیا ملین گرو بلبلا
ہم گنہگاروں کی بھی دو جا نیگی آلاشیں
ایک مجنون ہی نہ تھا کچھ خار و زار عشق میں
دامن کوشش نہ چھوٹے لاکھ پروں میں چھپیں
اور یہ ارمان بھی سب خاک میں لمبا نیگے
کیا ملین گے آپ جب ہم خاک میں لمبا نیگے
ڈھونڈو ہر پار و کنو سب افلاک میں لمبا نیگے
جو ہمارے سینہ صد چاک میں لمبا نیگے
قطرہ ناپاک بحر پاک میں مل جائینگے
ڈھونڈو لاکھوں دشت و دشتنک میں لمبا نیگے
ایک دن وہ ہم ہیں جن کی تاک میں لمبا نیگے

کیون مٹانے کی ہمارے سعی کرتے ہیں عدد
کیا ملیگی میٹرک والوں کو اسے خدمتین
ڈھونڈ بیٹے تو دونوں عالم کو صفات نیک
کب وہ جوہرِ حیرت کی تیسخ ہالی میں ملین
آپ ہم غفلت سے اپنی خاک میں مل جائیگے
عہد ہائے خطر سانی ڈاک میں مل جائیگے
ایک بحرِ عشق کے تیر اک میں مل جائیگے
جو تمہارے ارد سے سفاک میں مل جائیگے
وصل کی درخواست پر وہ ہنسکے کہتے ہیں مجھ
حشر کے میدانِ دہشتِ ناک میں مل جائیگے

کیون بنائے دل تون کو اسے خدا فواد کو
انتظارِ رنج ہے اب موت سے بھی سخت تر
بہول جاتے ہو ذرا سی دیر میں وعدہ ہی تم
ایک شے کی بھی حقیقت سے نہیں واقف ہیں تم
کم نہیں فتر سے مجھ کو غیر سے ان کے کلام
کیا بچے گی وہ عمارت کیسی ہی مضبوط ہو
اس جہنم میں اُس کے قامت کی نہیں کوئی نظر
اور حیوان کے ہیں افعال و فطرتِ مستقل
مجھ کو بلو اگر کہا گس نے بلایا ہے تمہیں
دل میں رہتا ہے تصورِ بارگاہِ آہٹوں پھر
وائے حسرتِ نزع میں بھی دیکھنے آؤ نہ وہ
بہول جاتے ہیں زمانے کے غم و رنج و الم
کیا پڑانے آہ میں نالہ میں ہے باقی اثر
کیا اثر ہوں ان پر اپنے نالہ و فریاد کے
دیکھئے کب چھوٹے ہیں ہاتھ سے صیاد کے
کس سو شکر سے کیجئے جا کر تمہاری یاد کے
جانتے ہیں خالصہ کچھ آئے خاکِ باد کے
کون سے احسان سر پر نشترِ فساد کے
کہو نہ دالے ہوں لاکھوں سبکی بنیاد کے
ہیں کہاں ابوٹے سے وہ قد سرور کوثرِ شاد کو
ہیں مگر کتنے مخالفتِ فعل آدمِ زاد کے
وائے نعت میں کہاں لائق تھا انکی یاد کو
جاگ اٹھے ہیں نصیب اس خانہِ برباد کو
خاک میں سبیل گئے ارمانِ دلِ ناشاد کے
یاد آئے ہیں مرنے جب آپ کی بیداد کے
کیجئے انداز پیدا اور کچھ فساد کے

روز گھٹتے ہیں غلامی سے غلاموں کو دماغ
ایک دن وہ تھا کہ ہم کہتے تھے غیر مرد کی بڑ
خاک وہ تعلیم ہے جس سے نہ ہون عالی دماغ
ایک بھی دیکھا نہیں ایسا مصور ملک میں
اٹھ گئے موجد رہے باقی لکیر و کئے فقیر
ہم پھرین آزاد باہر دوست اندر قید ہوں
اور آزادی سے بڑھتے ہیں خواہ آزاد کے
ایک دن یہ ہے کہ ہم تحمل جہین امداد کے
پیٹھ پر لاتے ہیں اور پکے کتا بین لاد کے
نام کا دن سے سنے ہیں معنی وہ ہزار کے
حوصلے سی اب نہیں انکو نئے ایجاد کے
دیکھ لے جسے نہ دیکھے ہوں جگر نولاد کے

شاد تھے بے فکر تھے آزاد رہتے تھے محب
آب دانے نے پھنسا یا دام میں صیاد کے

رہا حجاب تو اس شوخ فتنہ گر سے بچے
تہارے ہجیرین کس طرح رات دن ہجور
غضب کا سحر ہے نظر دن میں ان جینونکی
بقائے روح کے قائل نہیں ہیں جو اخطا
بجلا ہے خیر کا انجام اور شر کا بُرا
بنائیں ماؤں کو لایق کہ قوم ہو لایں
تمام عمر تو بچتے رہے محبت سے
نگاہ ناز کے چلتے ہیں تیر ہر جانب

ہزار فتنہ سے طوفان سی اور شر سے بچے
بلائے شب سے بچے آفتِ سحر سے بچے
خدا بچائے خود ملک تو وہ نظر سے بچے
چھٹے عذاب سے وہ دہشت سحر سے بچے
بشر کو پناہ ہے یہ فتنے سے اور شر سے بچے
محال ہے کہ کوئی مادی اثر سے بچے
مگر منزلِ آخر میں اس خط سے بچے
جگر کہان سے بچے اور دل کہ ہر سر بچے

دہی میں قابلِ لغت جو بے غرض ہیں محب

بشر کو چاہیئے ہر جو غرض بشر سے بچے

اُس نہ کامل کی کچھ تصویر پہلے اور نئی
اب کمالِ حن سے تنویر پہلے اور نئی

کر دیا ہر بار کے آنے نے خود مجھ کو حقیر
 مبتلائے عشق ہو کر ہم نے سبھا را از عشق
 پہلے ہوتے تھے خفا اب بات بھی کر نہیں
 دیکھ کر تصویر مجھہ مہجور کی اس نے کہا
 بیٹھتا تھا پاس میرے آ کے خود وہ سنگدل
 اب کہاں پہلے سے وہ اُن کے عیالِ کم
 مجھہ سے رہتے تھے مخاطب غیر کی طرح
 ڈھونڈ رہے داند گئے تھے دام میں بھڑپ کے
 وہ شجاعت ہی کہاں کس کو امید ملک ہی
 اب تو قوم و ملک کی طرزِ تدن سے جدید
 تیری مجلس میں مری تو تیر پہلے اور تھی
 اب بیان کچھ اور ہے تقریر پہلے اور تھی
 اب سزا کے موت ہو تقدیر پہلے اور تھی
 اس کی یہ صورت ہے اب تصویر پہلے اور تھی
 آہ میں نالہ میں کچھ تاثیر پہلے اور تھی
 کیسے تدبیر کیا تقدیر پہلے اور تھی
 اُن کی نظروں میں مری تو تیر پہلے اور تھی
 اب تمنا اور ہے تدبیر پہلے اور تھی
 ماتھ میں لوہا ہے اب شمشیر پہلے اور تھی
 اس عمارت کی مگر تعمیر پہلے اور تھی

پہلے لکھتے تھے محب تم تو محبت کے خلاف

اب مضامین اور بین تحریر پہلے اور تھی

بِالْحَقِّ مَعْرِفَتِ

قصائد

قصیدہ قومیہ

آج کیا بولی ہوئی ہے باغِ عالم کی ہوا
سرد آہیں و سہم بھرتی ہے گلشنِ مین نسیم
غنجہ دے نوشگفتہ کے گریبان چاکہ ہیں
سرو صفت بستہ کھڑے ہیں قمرانِ مین نوشگفتہ
سوکھ کر کاٹنا ہیں غم سے لونا لانا چمن
خونِ رومی ترگس بیا رہے چکی کھڑی
غنجہ لب بستہ کے منہ پر ہے کیا مہرِ کت
نام کو باقی نہیں پتہ درخون میں کہیں
گر گرہے ہیں یوں یوں بادِ خزانِ سودِ مہم
خشک پتے اڑ کے گرتے ہیں تو ہوتا ہو گنا
عشق پہچانِ رنج سے کیا کھانا ہو بیچ و تاج
رزد پتے جھڑے ہیں نخل سے گلہ ریز
مٹیوں مہندی کی لولی مہین خزانِ فی اسقدر

آند مہیاں بادِ خزان کی چل رہی ہیں جابجا
خاک اڑا لئی پھرتی ہے صحنِ گستاخِ مین صبا
کھڑے کھڑے ہیں گلگون کو دامنِ حبیبِ قبا
صحنِ گلشن ہو گیا ہے سر بسرِ ماتم سرا
ایک تارِ سمنان ہے چوبلغِ تھاپو لاچھلا
اور ملتا ہے کفِ انوس ہر برگِ حسنا
دردِ دل اپنا نہیں کہتا صبا سے بھی دغا
خشک شاخوں کو کہیں گر شاخ آہو ہی بجا
جیسے گرتے ہیں دین پر دہڑے سرو و قنقا
پھیکے ہیں صیاد نے پر بیلوں کے جابجا
خونِ دل باغِ جگر غم سے ہولاد کی غذا
یا تنگے آگ کے لائی اڑا کر ہے ہوا
نام کو باقی نہیں انہیں ہے پتے کا پتا

دوش پر سنبھل کو بھی موی پریشان ہن بال
 زنگس بیمار کی آنکھیں تپ غم سے ہن زرد
 سر کو سیکھتے ہے قمری کی زبان پر ہے فغان
 ضعیف دل سے دست دپائے ہر شجر ہو عیشہ
 دامن گلھائے رنگین ہن سر شک خون سحر تر
 دمیدم آتا ہے سوس کی زبان پر یہ سخن
 کہتی ہے باوخران گوش گل پتھر وہ مین
 آبد فصل خزان ہے رخصتِ مصل بہار
 کوس رخت بچ رہا ہے وقتِ رخصتِ تریب
 تالہائے عندلیبان چین سے باغ مین
 جینج سے طاؤس کی ہنسا ہے ہر غنچہ کا دل
 یاس سے تکتی ہے زنگس مبلون کی صورتین
 کیا قیامت کی سحر ہے آج باغ دہر مین
 آفتاب صبح کا منہ فنی ہے زنگت زرد ہے
 ہے فلک پر لالہ پتھر وہ مریخ فلک
 کیا غم و اندوہ سے تارون کی زنگت ہو سیاہ
 بیشتری جینج کہو دی پر نطفہ آتی ہے یون
 سرخ ہے رنگ شفق سے چہرہ مہر منیر
 نسر طائر بھی فلک پر نوچتا ہے بال و پر

سر سہر ہن گیدو پہچان بزرگ از دما
 کیا بچے گی اس تپ حرق مین جب یقان ہوا
 ہونٹ نیلے پڑ گئے سوس کی کیا کیجے دوا
 احتراقِ خون سے لالہ کا جگر ہے پہک رہا
 چٹم بیل سے ہے جاری خون کا اک زربا
 "کون اس گلشن مین ہے جسکو نہیں آخر فنا
 اُس بہار چند روزہ پر عبث تو شاد تھا
 انقلابِ باغ عالم دیکھو عبرت سے ذرا
 بلبلیں مین ہم بھل گل سے بصد آہ و بکا
 بزمِ ماتم کا سان ہے جا بجا داحسرتا
 کو نیلون کی کوک مین پیدا ہے رونکی صدا
 سرور پر جھایا ہوا ہے ایک عالم یاس کا
 عندلیبان چین مین شورِ محشر ہے بجا
 باغِ عالم مین گلِ خورشید بھی مرجھا گیا
 ماہ ہے ایک چاندنی کا پھول مرجھا ہوا
 ہے زمین پر چاندنی کا فرض سارا ملکجا
 جیسے پانی مین گلِ مہتاب ہو ٹوٹا پڑا
 چشمہ خون مین کنول کا پھول ہے یا تیرا
 آسمان پر بال کہو لے نوحہ خوان ہو سنلا

تیر گئی بخت سے مہتاب کے رُکنا تو
 کشتِ چرخِ پیر پر اوئے گرے پالہ پڑا
 قوس گردون سہکد برج حل میں ہے چہیا
 ٹٹھاتا ہے افق میں ادا کا ڈھنڈا لادیا
 آسمان پر کہکشان جنگل ہے سو کہی گھاس کا
 شاد دیا نے گائے تو پیدا ہو نوح کی صدا
 رنج و غم کیا چہرہ زبرہ پر ہے چہایا ہوا
 کلبِ اصغر آپ اپنی بوٹیاں ہے نوچتا
 ذوالذنب غیظ و غضب سے ہو گیا ہے بہیریا
 کون ہے دنیا میں جو تیر حوادث سے بچا
 سنگِ تشبار سے بچ چکے چلتی ہی ہوا
 بیٹھ جائیں گیندا فلاک وہ ہر زلز لہ
 اور سوزِ دل سے ہر بے تاب ہر دم سماعۃ
 روز روشن پر گمان ہے کیا شبِ دلجو کا
 کو نکلا پتھر کا کہیے کوہ کو تو ہے بجا
 کا لہو دودن کا کوئی لشکرِ فلک پر ہے چرما
 مینہ برستا ہے کہ ہریہ بارش تیرِ مقصدا
 چھائی ہے کیا گلشنِ اسلام پر غم کی گھٹا
 آندہ بیانِ ادبار کی چلتی ہیں ہر سو جا بجا

سوزِ دل سے سینہ خورشید ہوشِ نورد
 برقِ غم سے واژہٴ نجمِ ہین کیلین کی مثال
 گردِ شِ افلاک سے برجِ اسد ہے برجِ نورد
 جہلم لاتے ہیں چراغانِ فلک وقتِ سحر
 خوشہٴ پروین ہے مثلِ خوشہٴ انگورِ خشک
 اس قدرِ غلین ہے رقا صد چرخِ کہود
 ہے زحل کی صورتِ منحوس بھی اتنی ہوئی
 کلبِ اکبرِ فراطم سے ہے گتِ یولہ وار
 دُب اکبر ہے فلک پر ایک خرسِ خوفناک
 آسمان کے ہاتھ میں قوسِ قزح کی ہو کمان
 تیرِ ثاقب چل رہے ہیں ڈر سے سہاؤ فلک
 رعد کے نالوں سے ہلچاتی ہی سقفِ بامِ چرخ
 برق کی صورتِ سو ہے ہر آن ظاہرِ اضطراب
 اس قدرِ ابرِ فلاکِ آسمان پر ہے محیط
 دور سے اشجار آتے ہیں نظرِ چوہِ سیاہ
 کالے کالے ابر کے لگے افق میں یونین
 غم سے چرخِ پیر کے دل میں ہینِ ماسورین
 چل رہی ہے ہند میں ہر سمتِ عمرت کی ہوا
 نہ طرف ہے کیا غمِ افلاس کا ابرِ سیاہ

سامنے جہل و تعصب کے ہیں گردِ اب بِلَا
 جوش پر ہے خود نمائی خود دوسری کہیں وریا
 قوم کو گہیر سے ہوتے چاروں طرف سے ہوتا
 ہو گیا وہ قوم کا بیڑا ڈباؤ دیکھنا
 بحرِ مین سے یہ تلاطم یا زمین کو زلزلہ
 موت کا پیغام لاتی ہے تعصب کی ہوا
 کیل کانٹے ہلکے مستول نیچا ہو گیا
 کثرتِ سوراخ سے چہلنی ہیں تختے جا بجا
 اب سنبھلنے کی نہ دم لیٹی کی مہلت ہو ذرا
 کوئی دم مین اب ہوا ہو جائیگا یہ بلا
 سب کے سب بُوئے ہیں کوئی ہی نہیں جاگتا
 ہے بہت مشکل قیامت مین ہی اٹکا چو نکتا
 ہیں بہت پر خوف لیکن کو چو نکا سینکے کیا
 اُنکو آتا ہے نظر موجوں مین بیڑا ڈوبتا
 چھتے ہیں اور کہتے ہیں بصداء و بکا
 اٹھو دیکھو جا رہے ہو تم سوئے تختِ لشر
 رہ گئے افسوس پیچھے پڑ گیا سب قافلہ
 اب حکومت ہے نہ دولت ہے نہ عزت کا پنا
 خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افیایہ تھا

موجزن ہے قلمِ رشکِ حدِ غضب و غضب
 اُٹھ رہا ہے ہر طرف پر خوف طوفانِ لُفّاق
 قہر باری کے فرشتے سر پہ منڈلا رہیں اب
 نکبت و افلاس کی موجیں نلک تک ہیں بند
 کوہ کو جنبش ہے یا اُسٹہتے ہیں موجوں کو پہاڑ
 چل رہی ہے ہر طرف بادِ فحشا و فحشا
 گر پڑے سب بادبان ڈھیلے ہو کر جو بند
 ٹکڑے ٹکڑے رسیاں پتواریں لٹی ہوئی
 ہر تھپیر اُمت کا لاتا ہے پیغامِ اجل
 دور سے آتا نظر کچھ کچھ ہے موجیں جہاز
 اہل کشتی کا مگر ہے قابلِ افسوس حال
 سوسے مین مردوں سے شہرِ طین باندہ کر فوٹ
 برق کے کرٹکے ہوا کا شور بادل کی گرج
 کچھ کنارے پر کھڑے ہیں غیر قوموں کو جو لوگ
 دیکھ کر یہ حالت پر خوف سب ہیں مضطرب
 سوچکے بس نیست بھر کر اب نہیں ہو کیا وقت
 نیند سے چونکے نہ اب تک سر پر آیا آفتاب
 نیند کے ماتوڑا اور بھگرتو دیکھو حالِ ناز
 اب کہاں وہ عزت تو می بقول میر درد

بزدلی دون بہتی اب ہے ہمارا خاصا
 اب نفاق و کینہ و بغض و حسد ہے ہر طا
 عام ہے بغض و تعصب کذب و غیبت افترا
 اب نہ بھالی نہ بھائی کا یا ور نہ بیٹا باپ کا
 اپنے باقی ہے اولوالعزمی نہ کوئی حوصلا
 اب تن لسانی قییش سے نہیں فرصت ذرا
 اب تو ہے ہر شخص اپنی ہی غرض کا آشنا
 اب ریا کاری کا جبہ ہے تعصب کی قبا
 اب ہے کج خلقی انانیت و عناکہ و ریا
 اب کہ ہر مین مجتہد عالم - امام و پیشوا
 اب تو دھت زریہ پر مے ہیں رک پر مین نذا
 ایک دن یہ ہو کہ ہم مین سر کے بل تحت الشری
 ایک دن یہ ہے کہ حشت مین مین حیوان سموسا
 ایک دن یہ ہے کہ ہم مین در بدر مشل گدا
 اب ہماری قوم ان امراض مین ہے مبتلا
 اور ہے پھیلی ہوئی نا اقلاتی کی و با
 کھانگے جہل و تعصب - دل کلیجا پھیٹا
 کوئی شب کو جاگتا اور دن کو سوتا ہے پڑا
 و خیر ز کی محبت کا کسی کو ہے نشا
 کوئی کشتہ ہے نگاہ نا ز چشم یار کا

اب کہان ہے وہ شجاعت اور عالی بہتی
 اب کہان جوش اخوت اور قومی اتفاق
 اب کہان وہ صدق و حقانیت و عدل و داد
 اب کہان ہمدردی انسان کہان حب وطن
 اب کہان مین وہ سنگین اب کہان وہ و کو
 اب کہان ہے وہ ثبات و صبر و محنت کی خو
 اب کہان وہ خدمت ملت کہان وہ جب قوم
 اب کہان وہ اہل باطن اور وہ ہمدرد خلق
 اب کہان وہ خلق احمد و وہ خوئے حسن
 اب کہان مین وہ علوم فلسفہ وہ علم دین
 اب کہان وہ شوق تحصیل کمال علم و فن
 ایک دن وہ تھا سر گردن پر کہتے تھے قدم
 ایک دن وہ تھا کہ تھے تہذیب مین فخر بشر
 ایک دن وہ تھا کہ جھکتے تھے ہمارے در پر سر
 جہل خود بینی - تعصب - کاہلی بعض و حسد
 آگسے ہے قوم مین خود مطلبی کی سمیت
 کاہلی نے کر دیئے کمزور سب اعضا و جسم
 باوہ عشرت سے کوئی مات دن نہ ہوش ہو
 ہے کوئی بنت عنب کے عشق مین مرثا موت
 خنجر ہوئے جانان کا کوئی مستول ہو

گیسوئے پرخم کسی کے حق میں ہو یا سیاہ
 کا کل شب رنگ کا سودا کسی کے سر میں ہے
 ہے کوئی غنچہ دہن کی یاد میں دل ہو تنگ
 ہے کوئی چین چین کی موجِ صوفیانِ زرد
 ہے کہیں افیون چاند و اوردک کا مشغلہ
 ہیں کہیں سیدی کے جلسے اور کہیں قہرِ نژاد
 جان دیتا مرغِ غباری پر کوئی نادان ہے
 کوئی کرتا ہے پتنگوں میں بہت برباد وقت
 چھوڑ کر کعبہ بتوں کا کوئی کرتا ہے طواف
 عشق و الفت میں کوئی فریاد کا استاد ہو
 روزِ دیوارِ جاناں سے کہیں ہوتا کج چلک
 گھر لٹا دیتا ہے الفت میں کوئی خانہِ شراب
 عشقِ بازی کی بدولت فراقِ ہر نصیب
 تنگ دستی نے کیا ہے اس قدر جینے تنگ
 سال بھر بارہ سہینے ہے کہیں ماہِ صیام
 سر پہ ٹوپی ہے تہ پاؤں میں ہیں نایت جو تینا
 قرض لیکر کوئی فاقہ مست پیتا ہو شراب
 یوسفِ خدمت ہو یا یوسف کی نظروں میں غریزہ
 جان دیتے ہیں غلامی پر ہمارے یہ وطن

ہے کیو یار کی زلفتِ دو تار کا لی بلا
 دل کسی کا جال میں ہے جودِ مشکین کر پھینسا
 ہے کوئی ہلکا چشمِ نرگس بیمار کا
 ہے کوئی چادرِ ذوق کی چاہ میں ڈوبا ہوا
 ہے کہیں آہوں پہرِ شرطِ پنج چوسرِ گنجفا
 ہو کہیں دورِ شراب و کسبیاں نہ لقا
 ہے بٹیرِ دل کی لڑائی پر کوئی دل سو خدا
 کوئی کنکوں میں اپنی عمر ہے سب کا ملتا
 کوئی چکر کاٹتا پھرتا ہے کوئی یار کا
 اور ہے جوشِ جنون میں کوئی مجنون کی سوا
 دیکھتا ہے کوئی در کو ٹکٹکی باندھے کھڑا
 پہونک کر گھر دیکھتا ہے سیر کوئی دل جلا
 اور عیاشی کے باعث مضمحل ہیں سب قوا
 مانگتا ہو یا تھو اوٹھا کر موت کی کوئی دعا
 ہے کہیں فاقہ پہ فاقہ اور روزہ روز کا
 پیٹ کو روٹی نہ تن پر ہے کسی کو چھٹا
 بیچکر گھر دیکھتا ہے کوئی نالک جابجا
 نقدِ آزادی ہے اس جنسِ غلامی پر خدا
 ڈھونڈتے پھرتے ہیں خدمتِ درِ بخل گدا

غایت تحصیل علم و فضل ہے اب نوکری
ہند میں شوق غلامی ہے کہاں تک بڑھ گیا

مطلع

علم سے انسان خلیفہ ہے خدا کا بر ملا
علم والا انسان عالم اعلم اسکی شان ہے
علم سے انسان انسان ہو اگر نہ حساب اور
بے حصول علم نطق و عقل سب بیکار ہیں
ایک سنگِ ناتراشیدہ تھا انسان فطرتاً
تھی مگر تعلیم ہی وہ بت تراشیں باہنر
آدمی میں ہے نہان اسطرح سے فضل و کمال
تربیت تعلیم سے انسان ہوتا ہے ملک
علم ہی ہے خاتم دستِ میلان جامِ جم
علم موسیٰ نے کیا فرعون کو دریا میں غرق
ساحرانِ تمہر پر ہوتے نہ غالب وہ کہی
علم ہی نے دامنِ عصمت بچایا لوث سے
علم ہی تھا جس نے یوسف کو بٹھایا تخت پر
علم ہی نے حضرت ایوب کو بخشا تھا صبر
علم ہی سے اہل یونان تھے جہان کو فخر و
علم ہی سے مثل یوسف تھرتھا سیکو عزیز
علم ہی سے ہو گیا ملکِ عرب خلد برین
انشر المخبوق ہو قبضے میں ہے ارض و سما
خود کلامِ اللہ ہے اسکی فضیلت سے بھرا
علم کو اگر فضل ٹھہرے تا ارسطو تھا بحسب
بے مدد علم و ہنر کے عقل سے ہوتا ہو کیا
محض بے قیمت تھا پتھر ایک مہلک بین
جسے پتھر سے بنائے ہیں بتانِ دلر با
کھردرے پتھر میں جیسے لعل ہو کوئی چھپا
اور علم و فضل و دانش ہی سوتا ہی خدا
علم ہی ہے سب کرامات و فنون و معجزا
علم ہی تھا نوح کی کشتی کا ہیوانا خدا
پاس ہو سی کے نہ ہوتا علم و فن کا گر عصا
ورنہ یوسف بھی تو تھے دل سے زلیخا پر خدا
ورنہ ہوتا شاہی ہے کب جن صورت سے گدا
علم ہی نے آتشِ غرور کو ٹھنڈا کیا
علم ہی سے تھا دلوں میں روم کا سکے جا
علم ہی سے اہل ایران کا بڑا تھا مرتبہ
رستے کے ٹیلے ہوئے ہم پاپیہ امج سما

مطلع

جب ہوئے کعبہ میں پیدا حضرت خیر الوری
 اور دونوں نے دکھائی مہر تابان کی ضیا
 اور تہا ہر کوہ مکہ ایک بجٹا نور کا
 دور تاریکی ہوئی ہر جا آجلا ہو گیا
 جب جلایا شام میں اسلام نے اپنا دیا
 رشک گلزار ارم تھی سرزمین ایشیا
 مصر نے جب شربت اسلام کا چکھ امرا
 جب جیش میں آفتاب علم چمکا جا بجا
 مشک حکمت سے ویاغ اہل چین نافہوا
 خط کشمیر سے یلون تک پہنچی ضیا
 ہند میں چارون طرف ہر جا او جلا ہو گیا
 کہانے پینے کے سوا ان کا نہ تھا کچھ مثلاً
 آدمی تھے آدمیت پر نہ تھی ان میں ذرا
 نام کو بھی ان میں باقی تھی نہ کچھ شر و حیا
 غرق بحر چل تھے وہ عقل سے نا آشنا
 ہو گیا سیراب جس سے تشنہ لب بہا نیہ
 لیگے بھر بھر کے پہر اس بحر سے آب بقا
 اہل یورپ کو چڑا پھر علم و حکمت کا نشا

آسمان پر تھا عرب کی سرزمین کا مرتبہ
 آفتاب علم سے روشن ہوئے ارض و سما
 چشمہ نور شید تھا وہ خشک میدان عرب
 تیرا اسلام کی پہنچین شعا عین چار سو
 شامیوں کے دل چراغوں کی طرح روشن ہوئے
 گلشن اسلام میں آئی تھی کیا فصل بہار
 ہوئے مصری لذت شیرینی قند و نبات
 دم میں غائب ہو گئی تاریکی عصیان و کفر
 چین میں جب مذہب اسلام نے رکھا قدم
 جب ہلال پرچم اسلام چمکا بندہ میں
 ملک بنگالہ سے تاجکرات پہیلا نور علم
 مدتوں سے اہل یورپ پر جہالت تھی ہوا
 وحشیوں سے بھی کہیں بدتر نہیں انکی حالتیں
 رات دن اشتغال حیوانی میں کہتے تھے بے سر
 علم سے طلب تھا وہ انکو نہ حکمت و غرض
 قلوب اسلام میں اکبار کی آیا وہ جوش
 ہر طرف سے اہل یورپ دوڑے (لیکے بے
 بادہ اسلام سے تازہ ہوئی روح فرنگ

ایک مدت سے خراجیل پر ہی جکڑا ہوا
 ہو گئے پیتے ہی جکے زندہ سب مردہ تو
 آج یورپ سے مہذب اور ملکیا شیا
 بت پرستوں کو سکھائی تو نے توحید خدا
 تو نے دنیا میں بٹھایا سکہ خلق و صفا
 مد توں سے جو پڑا تھا ایک کو نے میں بچا
 جسکو رازی اور غزالی نے زندہ کر دیا
 کر دیا اسلام نے یہ دفتہ کہہ نہیا
 نور سے اسلام کے پھر وہ ہو شمس الضحا
 پایا قدموں سے اسی کے اوس نے ہی اوج سما
 کر دیا اسلام نے اس خاک کو بھی کیمیا
 یہ بیاض کرم خوردہ کس مرض کی تھی دوا
 مردہ صد سالہ کو اعجاز سے زندہ کیا
 شرح اسباب و علامات اور وہ قانون سچا
 مد توں تک اہل یورپ کے یہی تھے رہنا
 جانتا ہی تھا نہ کوئی یہ ہے خادم علم کا
 دے دیا منطق کو سب علموں سے اعلیٰ تیار
 اہل قبلہ کی ریاضت سے ہوا بھی ہرا
 دستگیری سے مسلمانوں کی پہنچاتا سنا

ہو گئے ہنسیا پیتے ہی شراب معرفت
 سارے یورپ میں چلا وہ دور صہبک علوم
 سابق اسلام تیرے ہی شراب علم سے
 تو نے دنیا سے مٹائے بت پرستی کو نشان
 تو نے دنیا سے اٹھائے سب بُری رسم و رواج
 تو نے یونان کے چراغ علم کو روشن کیا
 ملکیا تھا خاک میں سقراط کا وہ فلسفہ
 مٹ گئے تھے صفہ ہستی سے تاریخ دیر
 علم سیت ہو گیا تھا ایک تقویم کہن
 فیتا غورت کا نظام شمس تھا زیر حسیض
 علم جغرافیہ کی کس درجہ مٹی تھی خراب
 طب بقرا اور جالیئوس کا پوچھو نہ حال
 اسکو بخشی تھی مسلمانوں ہی نے تازہ حیات
 وہ سدیدی وہ نفیسی اور وہ قانون شیخ
 وہ اشارات و شفا وہ ابن سینا کے کتب
 علم منطق کا تصور بھی نہ تھا کچھ ذہن میں
 بعد غور و فکر لیکن مذہب اسلام نے
 ہو گیا تھا گلشن علم ریاضی پائیمال
 گر گیا تھا سب کی نظروں سے بہت جبریل

ان کے در کی خاک تھی اکسیرِ اعظم کیسیا
گنبد و محراب کے موجد یہی ہیں بر ملا
گذری باتون کے جتنے نہی نہیں کچھ فائدہ
دولت دنیا نے ہی ہم سے کنارہ ہو کیا
نفرتِ دولت و خاری میں ہیں ہم مبتلا

ان کے گھر کا علم تھا۔ علمِ دین اخلاق و دین
فوقِ تعمیرات میں ان کا جواب یہ بلند
خیر ہم ہر علم میں کامل تھے پر اب تو نہیں
جب سے چھوڑا ہم نے دامنِ علوم فلسفہ
جب سے چھوڑی ہم نے نہ تحت و صبر و ثبات

مطلع

رحم کر اس قوم کی حالت پر اے رب العالی
چشمِ بنیاد کے دیکھئے اپنی حالت کو ذرا
ہو مثالِ مادہ نو بڑہ کہ یہی بدر اللہ مجھے
جان بلب ببار ہو اب موت سے اسکو بجا
تاکہ حکمت کا چڑھے اکبار گی اسکو نشا
منا قوی ہوں عضو سب ضعیف ہوں سار تو
اور یکہ تائین وہاں سے سب علوم بے بہا
ہوں ہماری قوم کے اسرارِ رکن پر ہما
ایسی نعمت کا کرین ہم شکر یہ کیوں کر ادا
جسکے انصافِ عدالت کا ہو شہرہ جابجا
تیر گئی بخت سے دیکھیں گے پھر ہم دن بُرا
اور رسون کی غلامی سے چھوڑا ہما کو خدا
تاکہ پیدا ہو ہماری قوم میں صدق و صفا

اب تو ہر دم یہ دعا ہے حق سے با آہ و بکا
دور کر دے قوم سے جہل و تعصب کی بلا
دے اسے شوقِ حصولِ علم اور کسبِ کمال
اس کے دل میں ڈال دے توحیدِ حق و اتفاق
دے اسے جامِ مے عشقِ علوم و فلسفہ
دے اسے قومی محبت اور قومی اتفاق
جائیں یورپ کو ہمارے ملک کے سب نوجوان
وہ بھی انکھوں سے دکھاوے دن ہمیں بندہ
شکر ہے خیر کہ دی تو نے ہمیں نعمت بڑی
ہے یہ موجودہ حکومتِ نعمتِ عظمیٰ ہمیں
اسکے سایہ میں اگر یکہ تائین نہ ہم علم و ہنر
دور کر دے قوم سے یہ پردہ جس دوام
دور کر دے کاہلی سستی تغیش مکر و زور

گنبد گردن ہے جب تک ای خلافتِ زمین
 اور ہی فرشِ زمین زیرِ سامان جب تک بچھا
 آسمان پر سر کی جب تک کہ یہ تبدیل ہے
 اور جب تک ہے فلک پر جلوہ گر مد کی ضیا
 انجمِ افلاک جب تک ہیں چراغانِ فلک
 اور جب تک ہیں منور مشتری - زہرہ - کہنا
 چراغِ اخضر کی ہے جب تک گشتِ شب و اپنبر
 اور جب تک ہی زمین میں قوتِ نشو و نما
 باغِ عالم میں ہے جب تک بابلون کو عیش
 اور جب تک ہر خون میں رنگ - جانِ نفرا
 گلشنِ اسلام میں دائم ہے فصلِ بہار
 اور پود اس باغ کی پہوے پہلے بڑا تھا
 ہو محبتِ قوم مثل سرِ سب سے سر بلند
 اور عددِ قوم مثل سبزہ ہو پا مالِ پا

قصیدہ وقاریہ

درمچ ہنر یکسلنسی عالیجناب نواب فضل الدین خان ابوالفضل عرف
خواجہ بادشاہ مسکن جنگ اقتدار الملک اقبال الدولہ وقار الامر
معین الہام مال سرکار عالی دامت اقبالہم

گلشنِ عالم میں ہے چاروں طرف فضل بہار
بلیوں کے بند بختے ہیں چمن میں جا بجا
کتر بگ و شمع خم نہیں تلخ وخت
ہیں گلون کے چہرہ رنگین پہ سورنگ سرو
چھیرٹی چلتی ہو کیا بادِ سحر ستانہ وار
اس قدر پہیلی ہوئی ہو تازہ پہولون کی ہبک
کیا ریاں پہولون کی ہیں نخل پہ یا گلکاریاں
بہلاتی گھاس کے تختے زمر کے تخت
موگرا جو ہی چنبیلی۔ مویا۔ چمپا۔ گلاب
چومتی ہو منہ گلون کا دم بدم بادِ سحر

آسمان سرسبز ہے ساری زمین ہو لالہ زار
سرو کی فوجیں کھڑی ہیں ہر طرف بانڈھو قطر
سجدہ خکراتہ ہیں سے عابد شب زندہ دار
پہچچوں سے بلیوں کے ہیں عیان نمودار
ہم لعل گل سے تو غنچوں سے کبھی بوس کنار
آسمان سے تازین ساری ہوا ہے عطر پار
سبز نخل کا بچھا ہے فرش یا ہو سبز دار
قطرہ بنم ہیں یا سونی تجڑے ہیں آبدار
ہر روش کی دونوں جانب دور ہے ہیں کیا
کر رہی ہیں بلیں کس شوق سے پہولون کو پار

لڑکھڑاتی پھرتی ہے صحن گلستان میں نسیم
 بہن کہیں طاووس بجز رقص میں خود آپست
 چہوٹے قوتار سے ہیں کیا چشمہ پر آب میں
 حوض میں آب مصفا کے چمکتے آئینے
 سر سے پاؤں تک ہر سے ہیں فونہا لالہ چین
 لوح خوان کس کی ہیں یہ سب عند لیباں چین
 سرود قد تعظیم کو کس کی کھڑے ہیں سرو باغ
 کس کی خدمت میں ہیں یہ سب قمریان حلقہ گلشن
 راہ نکلتی ہو کھڑی ہر آن شوق دیدار میں
 ہے وہ نواب اقتدار الملک خواجہ بادشاہ
 نیز ہر برج شرافت آسمان عز و جہا
 لوح حاضر میں لکھو وہ مطلع رنگین محب

جھومتی ہیں ڈالیاں جیسے نشے میں بادہ قوار
 ہیں کہیں مرغان خوش لجان چمکتے بار بار
 یا کسی عاشق کی آنکھیں ہجر میں ہیں اشکبار
 چشمہ خورشید جن کے روبرو ہے شہر سار
 یا کھڑی ہیں سبز پریان باغ میں کر کے رنگا
 گلشن عالم میں ہے گل کون ایسا باد قوار
 ڈالیاں نسیم کو جھکتی ہیں کس کی بار بار
 کس کے خندہ نگار ہیں شمشاد و سرو و جہا
 نرگس ہیار کو کس کا ہے اتنا انتظار
 یعنی فضل الہیہ خاتون اقبال و ولیا و قبا
 نغمہ اعیان و کن عالی نسب و لا تیار
 رنگ سے جسکے ہو بہر کا گلستان و لالہ زار

مطلع

تو ہے اے نواب و دودی منزلت عالی قار
 گنبد گردون ہے تیرے قصر کا اک سائبان
 شیر گردون بھی تیرے ڈے سے پھرے چھپتا ہوا
 موج زن ہے دل میں تیرے تلامذہ حیات
 خچ کر دے بیدار ملک و ملی ترقی کے لیے
 ہے چراغ علم روشن بتہ سلسلے مہر سخا

ہے یہ دیبا تیرے زیر حکم ہون چین قوار
 نہ فلک ہیں تیرے بالا خانے کے بالا قار
 گر نیستان میں کرے تو شیر کا قصد شکار
 مال و دولت چیز کیا تو قوم پر ہے جان نثار
 گنج قارون ہی اگر ہوں پاس تیرے سہارا
 نام سے تیرے ہی قومی مجلسوں کا افتخار

رشک انداز ہو یہی اُجر اہوا میں دوستان
 قوم پر اہوار کی چھائی ہے کیا کالی گھٹا
 آندھ سیان حرص و ہوا کی چل رہیں چار سو
 ہے جہاز قوم گردابِ بلا میں مبتلا
 ہے غضب یہ اور سوتے اہل کشی میں پڑے
 اور ہیں ملاح بھی سست سے عینِ طرب
 ہر قدم پر ہے وہ گردابِ نقیب ہر لٹاک
 اس تلامذہ میں گرا ہے حامیِ مسلم و ہنہر
 ہے یہی وہ قوم آگے تھی جو سرتاجِ اُمم
 قلب پر تھا جکے رعب و داب کا سکھ چا
 دشیان اہلِ یورپ کو سکھائے جسے علم
 اندلس میں جس نے تھا قایم کیا دارالعلوم
 سب سے پہلے کیمیا کے تجربے جو کچھ
 علمِ تالیف ذریعہ فیضی جہاں اُفتال و نجوم
 سلطنتِ جہوریہ کی ہم نے دالی ہے نہا
 ہم نے ڈھونڈے ہیں اصولِ انتظامِ سلطنت
 جنگ کے ہم نے دکھائے اہلِ یورپ کو کمال
 نہایتِ تجارت کا ہمارا ہر طرف بازار گرم
 ہم نے ہوائے مدارس پلِ سرزمینِ خفاہ

اور یہی پیدا ہوں تجھ سے ہند میں گرتی چل
 موج زن سر پہ جہل کا دریائے ناپید اکٹار
 اور طوفانِ فتنہ و شر کے اڑتے ہیں ہشتار
 ڈوبے تین اسکے اب باقی نہیں کچھ بڑا
 جسطرح قیرون میں مڑے میکون میں بادِ خزا
 نشہ کی حالت میں ہیں سب اسپ بھری پر ہوار
 کھینچنے دم بھر میں جو دنیا کا سب آبِ بحار
 تا خدای سے تری اس قوم کا بیڑا ہے پار
 جہاں لوہا مانتے تھے فاختہ ان مامدار
 اور قوموں کو بھی تھا طاعت کا جس کی قنکار
 اور پھیلائے علوم از مصر تا چین و تار
 اور یورپ میں کئے ہماری مدارس بنیاد
 جس نے ڈھونڈے ہیں اصولِ ساعتِ یل و ہزل
 تھی ہماری قوم سب علموں میں فردِ روزگار
 ہم ہیں آزادی کے حامیِ حریت کے جان نثار
 ہم نے دنیا پر کیا فتحِ فلاح است آشکار
 چونین اپنی مانتے تھے تاجدارانِ کبار
 سنڈیان اپنی تھیں یورپِ مصرِ چین و مالابا
 ہر جگہ باقی ہے دنیا میں ہماری یادگار

رات دن سیر و سیاحت میں ہمیں سرگرم تھو
 قیصر و فقیر و زار و سہاں عظم
 ہم نے روم کی حکومت کو کیا زیر و زبر
 ہم نے ڈالائی سے بنائے ظلم و جور و جور
 ہم نے توڑے پستے پستے پرستی کو انفا
 ہم نے ڈھونڈے ہیں اصولِ مذہبِ اہلِ یون
 ہم تھے عادل ہم تھے منصف اور ہر دین
 تھا ہمیں ہر دین انسانیت کیا حاصل کمال
 ہم میں تھے علم و ہنر جو دین و دنیا
 وہ ہمیں ہیں اہلِ یورپ جگہ تھو سبجہ تبیین
 اپنی عظمت کی کہان تک ہم سنائیں داستان
 اب ہماری قوم میں عقائد و علم و خلق و داد
 اب کہان وہ عظمت و شان و شکوہ کرو فر
 اب نہ وہ محنت نہ وہ جرات نہ وہ شوقِ علوم
 دوسروں کے علم پر اب ہی ہماری زندگی
 غیر قوموں کی ہمیں ہر کام میں ہے احتیاج
 خود غرض لوگوں سے ہمدردی کی ہر کسو امید
 غیر قوموں کی ہمارے ساتھ ہیں ہمدردیان
 تیرے ابر فیض سے لیکن ہو یہ ہکوا امید

تھیں گزر گاہین ہمارے وقت صحرانِ کھار
 تھے ہمارے ہی مطیع امر اور طاعت گزار
 سرکشوں کو ہم نے دکھایا ہے نیچا یا بار
 ہم نے لوٹے ہیں بھنب کے ہزاروں ہی دیار
 ہم ہیں اعدائے رقیبانِ خدا کے کردگار
 ہم نے پھیلائی ہے توحیدِ خدا کے کردگار
 تھے ضعیفوں کے معادنِ یکسو کو بار
 وہ اعدائے ہمیں ہوتے تھے فوراً بقتار
 ہم تھے اشرافِ اُمم باقی تھے سب جنتی مونا
 مانا تھا جگہاں ستادِ مسلم ہر دیار
 خیر جو کچھ تھے سو تھے اب تو گناہوں میں خن
 مٹ چکی ہمدردی قوم و وطن سب ایک بار
 سب کی نظروں میں کہن تھے ہم ہیں جہنگلِ خان
 کاہلی سستی میں کرتے ہیں بسرِ بیل و نہار
 ہکو صنعت اور حرفت سے ہوتا تنگ عار
 انتظامِ ملک ہو یا اور کوئی کار و بار
 درود کہ میں غیر ہیں اب تو ہمارے نمکار
 اور اپنوں کو نہیں سمجھ رہا اپنا زمیندار
 آئے گی پھر اس چمن میں علم کی فصل بہار

پھر ہرے ہو جائیں گے یہ خشک پودوں کو علم کہ
 تیرے فیض ہستِ عالی سے اے ابرنخا
 ہے دعائیری کہ جب تک ہیں زمین و آسمان
 صغیہ ہستی پہ جب تک ہیں دیار و مہر و شہر
 باغِ عالمین ہیں جب تک پھول اور پھولنیر
 تو چہ پہلے پورے تری اولاد بھی ہو یا دور
 اور پھولنے لگیں پھلنے لگیں باغ کے سب بوہار
 پھر ہری ہو جائیگی یہ خشک کھیتی کیا
 اور جب تک ہیں خاک پر آفتاب زہر کار
 اور جب تک ہیں سمندر اور جب تک کوہ ہار
 گل ہیں جب تک اور گلوں پر بلبلین جیتنا
 باغ سے تیرے نہ جائے تا ابد فیض ہار

ہو محب تیرا ہمیشہ کامیاب و بامراد
 اور دشمن ہو ترا تیرا مست کا شکار

قصیدۂ اقبال

در تہنیت جشن تقرب خلعت وزارت بادشاہ دکن
 بہ عالیجناب گردون رکاب نہر ایکسلنسی نواب
 فضل الدین خان ابوالفضل سکندر جنگ اقتدار الملک
 اقبال الدولہ وقار الامرا بہادر مدار المہام ریاست
 سرکار نظام حیدر آباد دکن

پڑ گئی فوج کو اک بین غضب کی بل جیل
 پر چسپم سرخ کھلا ہو گیا رنگین بادل
 کثرتِ نور سے معمور ہوئے دشت و جبل
 ڈر سے مریخ چہا زرد ہو ارنگِ زحل
 پر تو نور کی گرنے لگی مجبلی ہر جلی
 گل ناری ہے افق میں کہ کہلا لال کنول
 کشتِ لالہ ہے نہیں باد لون کے دل کردل
 ہر فلک پر گلِ خورشید کا کوسن جنگل
 لال مغل کا افق میں ہے کھنچا دلِ دل
 لال مغل کے نظر آتے ہیں ساری جلی محل
 لال گون ہو شجر و شاخ و ثمر گل کو پل
 ثمر سرخ ہیں پتون میں کہ روشن مشعل
 جامہ سرخ سے دولہا نظر آتے ہیں جبل
 برق سان کو نہتے ہیں دھوپ میں تیر ہل
 دھوپ چہاں کی ہے زمین یا کہ نہی مغل
 سبز کا غنچہ نظر آتا ہے عکسی جنگل
 ہیں شجر کے بچھونے پہ چھپے لال کنول

شہِ خاوار کا ہوا چرخِ چہارم پہل
 علمِ پنجمہ خورشیدِ افق میں چمکا
 جانبِ شرق سے بڑھنے لگیں انوارِ شعاع
 نیزہ خطِ شعاعی ہوئے گردون پہ بست
 کرنیں سورج کی چمکنے لگیں مانند سیدوت
 حورِ خورشید نے پہنا ہے لباسِ گلرنگ
 پہول لالہ کے کھلے ہیں نہیں پولی ہر شفق
 فلکِ بدلی کے افق میں نہیں زردی ٹال
 اطلس سرخ کا نگیرہ فلک پر ہے تنا
 شفق صبح کا پڑتا ہے زمین پر جب عکس
 سبز اشجار کے برین ہے لباسِ گلرنگ
 ہیں گل سرخ کہ جلیے ہیں درختوں پہ چراغ
 تاجِ زرین سے مزین ہے ہر اک تلخہ کوہ
 سر اشجار پر پڑتی ہے جو سورج کی کرن
 دھوپ چہاں چہاں کے جو آتی ہے تو ہوتا ہون
 عکس اشجار جو سبز ہے وہ ہم پڑتے ہیں
 نوز و سایہ کی زمین پر ہے جب گلکاری

مطلع

غیر ممکن ہے کہ پتون سے صبا جاوے نکل

اس قدر بڑھے گھٹا ٹپ ہیں اشجار جبل

رشک گلزار ہے ہر سمت پہاڑوں کا سامان
 اس قدر ہر شجر کو دے پہولون سے لدا
 جنگلی پہولون سے آتی ہو وہ بھینٹی خوشبو
 کہیں چٹنے کہیں تالاب کہیں ہرین جھیلیں
 لب جو ہر کہیں گنجان درختوں کا ہجوم
 ڈھاک کے بن نے دکھائی ہو گلستان کی پہل
 زرد پہولون سے پہولون کا بسنتی ہو لباس
 صحن گلشن کا وہ نقشہ ہے کہ سبحان اللہ
 صحن گلشن ہے صحن روح شین شکل عمود
 کوئی کیا ری ہے مثلث تو مربع ہو کوئی
 بیضوی ہو کوئی تختہ تو مدور کوئی
 تختہ گل کے زوایا پہ ہین متایم شمشاد
 منفرد زاویوں پہ ہین کہیں سوس زرگس
 اس قدر مختلف شکل ہین تختے ہر جا
 بار انار سے سجے مین جہکی ہین شاخیں
 شکر نخل گلستان ہین وہ شیریں خوش رنگ
 گل کھلے جاتے ہین غنچے بھی کھلے پڑا ہین
 مچھلیاں حوض مین مین جوش طرب کی بچھین
 جوش مٹی سے ہین طلاس مین مین نقصان

سبز شجارت سے دہائی نظر آتے ہین جبل
 کہ دکھائی نہیں دیتا کوئی پست کو بل
 کہ جہک اودھتا ہے اک مرتبہ سارا جنگل
 آبشاروں کی ہے کثرت کہیں جاری مین
 سبز چٹون مین چھپے ہین کہیں طوطا ہریل
 دامن کوہ ہے یا لال پری کا آغوش
 وادی وشت مین بچھی ہے سنہری مٹل
 چوم لے دست چمن بند کو نقاش ازل
 باغبانوں نے کیا شکل عروسی کو حل
 مترازی کہیں نہرین ہین عمودی کہیں نل
 صورت قوس ہو کیا ری کوئی شکل ہیکل
 گوشہ حادثہ ہے سر و گلستان کا محل
 مرکز دائرہ عوض پہ لال کوتل
 کر یا ضی کی ہو مین باغ مین شب گلین حل
 کثرت گل سے درختوں کے ہین تو جہل
 میوہ باغ جان سامنے جہکے حنظل
 بلبلیں جوش مسرت ہو جاتی ہین بلبل
 چشم ترکی طرح چشمے کہیں آئے ہین بل
 بلبلیں ٹکے بہم گل کو سنائی ہین غل

صوفیانہ کہیں بیل بھی غزل گاتی ہے
 دم بدم کو کتنی ہے فاختر ارگن با جا
 کو طین کو کتنی ہیں پاکہ بحبانی ہیں گل
 بانگ دیتا ہے موزن کی طرح مرغ سحر
 نچ رہے ہیں کہیں تندیور کہیں بین و سرور
 بوق و قرنا کہیں بجتے ہیں کہیں شہنائی
 نچ رہے ہیں کہیں درجیک کہیں چنگ باب
 جہان نہ رہ سکے جاساتے ہیں درختان چین
 چین دہر میں وہ جو شش نموسے ہر جا
 سب سے نکلے جہان میں انہیں خسل امید
 کیا ہی شاداب ہے ہر ایک درخت ہومی
 کیا تعجب ہو کہ ہوسر و چراغان شاداب
 کشتہ و ہفتان فلک میں جو عجب کیا جو نو
 کیا تعجب گل خورشید میں پیدا ہو ہو ہو
 کیا عجب خوشہ پروین سے ٹپکنے لگے
 شاخ آہو بھی عجب کیا جو ہری ہو جائے
 کیا تعجب کہ کرنبول گل تر ہو جائیں
 کیا تعجب کہ لگیں سبزہ خط میں کلیان
 کیا تعجب ہے کہ کاؤن سے زر گل نکلے

وحدین جو ہستی ہے شلخ شجر بر گل کو پل
 نے بجاتے ہیں درختوں پہ پیسہ ہریل
 اور جنگل میں بھی گاتے ہیں پرندہ منگل
 مہرنا قوس بجاتا ہے چمن میں نہر بیل
 شور سے طارون کے گونج رہا ہے جنگل
 بولتے ہیں عجب آواز سے مرغان جبل
 بولتے ہیں کہیں طوطے کہیں مینا کو میل
 کھڑکھڑانے سے یہ تو حکے ہو عقد حل
 شجرنگ میں پہوٹاتی ہے پل میں کپل
 سر و شمشاد میں بیل آج لگے پیسہ پھل
 کو طین کاغذی اشجار میں آئی ہیں منگل
 کیا تعجب ہے کہ گلدار بنے ہر منقل
 دائرہ انجم افلاک ہوں اشجار جبل
 کیا تعجب گل مہتاب ہو ماہ اکمل
 کیا عجب کاہستان تاک کا گر ہو جنگل
 شلخ فلو فلک پیر میں پہوٹے کو پل
 کان کے پٹوں میں آئین نہ کہیں پل منگل
 کیا تعجب گل خمد کہیں جیسے کنول
 کیا تعجب شجر طور میں آجائیں پھل

مطلع

کثر لب باوش باران سو پھرے ہین جل تھل
کیا عجب چادر مہتاب ہواک چادر آب
کیا تعجب ہے کہ ہر نگاہ سے پانی نکلے
برگ اشجار ہین اوراق کتابِ فطرت
گلِ خود رو سے نمایان ہے خدا کی قدرت
ہے بصیرت جنہین پڑھتے ہین کتابِ فطرت
موجودانہ قدرت مین جو اچھا ایسا
اسی حیرت مین کہا مین نے یہ دلوں کو سوت
ارض سے تا بہ سماہ سے لے ماہی تک
سن کہ یہ ہاقف غیبی نے یہ دی مجھ کو نوید
بخت جاگا ترا اسب در بر آئی تیری
مسند آراے وزارت ہو وقار الاحرا
فخر ارکان دکن فخر زمین فخرِ زمن
صاحب علم و ہنر لائق ودانا عاقل
ماہر علم دن واقف علم منزل
تو ہے کہ فلسفی و دھر محب حکمت
حسن مین ثانی یوسف تو حیا مین ہم
نکھون وہ مطلع روشن کہ منور ہو جہان

آب شارون سو ہی فوارہ ہر اک دشت و جبل
کیا عجب چشمہ خورشید ابھی جاے اہل
کیا تعجب ہے کہ ہر ایک جبل ہو بادل
دفتر معرفت حق ہو ہر اک گل کو پہل
پتے پتے سے عیان صنعت صنل عاقل
کو رہین چشم مین جتنکے ہے جہالت کا پہل
کہ گئی دل سے میرے فکر و عالم کی نکل
آج کیون نقشہ عالم سے گیا سارا بدل
سارا عالم ہے غرض شادی و عشرت کا محل
بیترا طالع ہو اسعود گیب دور و جل
آسمان پر ہو انور شید خادرات کا محل
حامی دین متین فخر وزیرانِ دول
فخر اعیان دول فخر معینانِ مل
دور اندیش نیکو کار مدبر اکمل
جامع فضل و کمالات مہذبِ اعل
طفل مکتب ہو ترے سامنے عقلِ اول
علم مین شہرہ آفاق کرم مین افضل
شرم سے ابر مین ہو مہر و رخشانِ اول

مصطلح

سہ سے عدالت کا تری ملک کن ہر جہاں
عدل کو شیرازان مشور کسی وقت میں ہوتا
وہ تیرا عیب بڑھتے ہیں ضعیفوں کو توئی
تیرا ہی عیب سے بڑھ کر بھی سب زور آہر
رحم میں ثانی عیسیٰ سے سخا میں جہاں
زور میں استم ثانی میں کہوں کیا تجھ کو
کیا ضرورت تجھے ہانکے کی ہے بروقت
شان و شوکت ترے خدام کی ہو کسی بیان
صفت نکلیں سے کوئی خوش خلق کوئی خوش تیر
تیری تقریر کے کیا کیجیے اوصاف بیان
صیغہ مال بدولت سے تری مالا مال
عہد میں ترے رعیت ہوئی اسد رحیم
یہ تری زراعت سے دکن میں ہر جہاں
آپاشی کے وسائل جو کئے تو نے بہم
عہد میں تیرے پوری کا ہوا استیصال
عدل سے تیرے یہ آباد ہیں دیہات دکن
کس کو جرات ہے جو دیکھے نظر سے تجھ

شیر عیت سے نہیں پہاڑ تو ہر گز چلتیں
اس زمانہ میں نہیں کوئی بھی تجسا عدل
اسد جہاں دیک جائے وہ سب خوف محل
غیل چنگاڑ کے بھگے جو مقابل ہو جل
حوصلہ میں ہے سکندر سے کہیں تو افضل
تو ہے اولاد سلاطین دکن وہ ظہا میں
گیر کر نابی ہے خود شیر نہایت کو اصل
کوئی سکندر رومی ہے تو کوئی ہر قل
کوئی ہے علم و روایت میں عرض ضرب مش
مطفعل کتب سے ترے سامنے سب ان حافل
سہ تری زراعت تری تدبیر کا پھل
بر میں دھقانوں کے ہو خال بجا کے کل
عزاد ہر نظر آتا ہی ہر دشت و جبل
حوض تالاب سے ہیں رشک گلستان جنگل
کہ زگل بھی نہیں چہوئی ہے زینور عل
کیا تعب ہے کہ ہوتا ہی لسن دن نزل
چشم زگس ہی جو گورے تو ابھی ہو احوال

وہ فلک سیکر تیز افرس برق مثال
 باد پائیا کہ پائے نہ صبا کروا دوسکی
 برق رفتار کہوں کہ تو غلا سے تشبیہ
 دم رفتار جو ہوتا ہے کبھی گرم عنان
 خوبصورت ہے وہ ایسا کہ پری ہو عاشق
 نظم شمس ہے جب تک کہ فضا میں قائم
 شمس جب تک کہ رہے مرکز اجرام فلک
 رونق بزم کو اک رہے زہرا جب تک
 چرخ ہر مہر کی جب تک رہے روشن قنیل
 منشی چرخ کے جب تک کہ من و فخر فلک
 کرہ ارض فضا میں رہے جب تک سید
 تو سلامت رہے دنیا میں ترا جاہ و شہم

دور میں اس فلک سے ہی کہو پیچھے چل
 دو طرادوں میں وہ افلاک سے جاتا ہر کل
 برق میں کب ہے تیزی یہ کہاں چھیل
 چشم خورشید سے ہو جاتا ہے دم میں چل
 چال ایسی ہے کہ ہر گام پہ دلچائیں مسل
 چلتی جب تک کہ رہے انجم افلاک کی کل
 چرخ دوار پہ جب تک کہ رہے برج حل
 ماہ جب تک کہ دکھاتا رہے اپنی مشعل
 سقف افلاک میں جب تک رہیں اقدار حل
 مشتری کا رہے جب تک کہ فلک شیش محل
 کرہ ارض پہ ثابت رہیں جب تک کہ جبل
 رہے سر سبز ترانا باہ باغ اہل

سر پہ پو تیرے محب کے ترا دست شفقت

تیرے دشمن پہ رہے سایہ منحوس زحل

نظم ایڈریس

جو جناب مولوی محمد عبدالحلیم صاحب مقرر کی خدمت میں بروقت رونگی

سفر لندن جلاسند دعوت احباب میں پیش کی گئی تھی۔

حیدر آباد ہے وہ مشرقی علم و ہنر
مرکز فضل و کمالات ہے وہ ملک دکن
ہے یہاں مجمع اصحاب کرم اہل کمال
کوئی فرد وہی نہانی ہے کوئی کالیہ اس
ہے کوئی نظم میں یاں اتوری دستان قافی
وقت کا اپنے کوئی ذوق کوئی غالب
کوئی حکمت میں قلاطون کوئی فیاض وراث
کیا میں کوئی کمال ہے ریاضی میں کوئی
کوئی قانون میں ہے ملک و کن کا مولن
کوئی تقریر میں ہے برکت تو کوئی سنر
کوئی ہمدردی اسلام میں سید احمد
اسی مجمع میں ہے اک مولوی بحر علوم
دل سے ہمدردی نہوان کا یہ دم بھرتے ہر
انکے اخلاق کی تعریف کروں کیا میں بیان
انکو گزرتا کہ اسکاٹ کہوں ہے یہ بجا
انکو مضمون نگاری میں وہ حاصل ہر کمال
دیکھا انکے مضامین کو اگر ایڈیٹرس

جکے دامن میں ہیں ہر رنگ کے کین کوھر
ہے زمین جنگی فلک ذرہ ہے مہرا نور
ہیں بروج فلک علم میں اک جواختر
ہے دکن کا کوئی ملن تو کوئی شکسپیر
نثر میں احمدی شیراز کا کوئی بزم
بزم میں رزم میں ہے کوئی ایس و ہوھر
فلسفہ میں کوئی نیوٹن تو کوئی ہے قیصر
بے بہا علم سعاد کا ہے کوئی گوھر
کوئی تدبیر میں بسا رک سے ہے بالا تر
کوئی ایسیچ میں ہے ثانی کیش چندر
فکر تہذیب نائین ہے کوئی خستہ جگر
جنگی طبیعت میں ہے حلم اور خلاص ہے شہر
ہند میں ایسے بہت ہتوڑے ہیں ہمدرد بشر
ایک ہمدردی نہوان ہی جو سب سو بڑہ کر
انکی تقریر میں خالق نے دیا ہے وہ اثر
ایک سماعت کی ہر فرصت ہو تو لکھیں نثر
پھر نہ کہتا وہ کبھی بھول کے اسپیکٹر

لارڈ میکالے کی کیا اصل ہے انکے آگے
 ان کی تحریر جو اسٹیل کہیں پا جا رہا تھا
 ناولین ان کی بہن وہ گلشنِ تیرنگین
 گل الفاظ سے گلزار کا گنہگار
 موج دریا کی روانی جو دکھائیں یہ کبھی
 انکا دل کش ہے وہ ناول کہہ دوں چہ خوا
 پانی رینا لڑنے انگلیں میرج کب پیا پھر
 ہندوین ان کی تصانیف کی وہ شہر شہر
 بیچ تو یہ سب مدد مصنف ہو پڑا ابل
 کب بدل جاتے ہیں اک قوم کے وہ دم در دم
 ان خبیثوں کے لئے تیغ دو پیکر ہے قلم
 اہل تصنیف ہیں وہ قوم کے جاننا زو لیر
 ان کی محنت ہی سے سرسبز ہے یہ باغِ جہاں
 یہ نہوتے تو تمدن کا بھی ہوتا نہ نشان
 ان کی کوشش ہی سے پیدا ہوئے عالمِ کامل
 کسی محنت پر ہے یورپ کو یہ سب ناز و غرور
 کے دم سے ہوئے آباد یہ پیرس لندن
 برکین سب یہ تصانیف کی ہیں یورپ میں
 یونان میں اہل تصانیف کی کچھ عزت قدر

دیکھتا ان کے مضامین تو ہر ہاں شہر
 پہلے سب علم کو کرتا وہ اسی کو انبر
 بن نہیں چکا چین فقط ہیں جن کے گل تر
 نیا ہوں کو نظر آ جا سکے چین کا
 جو ہر صفحہ مقرر اس میں سپید راہو بہر
 دل گذران کا ہے وہ جہاں ہر قربان چہر
 اس پر اس اور کچھ جب ہو شر کا ہر
 کہہ کر انہیں کس کو بہت ناولین ان کی ازیر
 جسکی تصانیف کا ہر تاسہ دنوں پر یہ اثر
 نون پنی پی سکے ہوا انسان کا کھارے میں چکر
 ہر دم مگر کہ چلتی ہے اور اتنی چوٹی
 جنکو فوج کا نہ کچھ خوف نہ شہا ہوں کا خطر
 وہ نہ جز خاک نہ تھا اور کچھ اسکے اندر
 یہ کچھ ہندو نظر آئے یہ ہیں آج بشر
 انکے پہلے تو جہاں میں تھی جہالت کبیر
 کے ہیں سب یہ سلاطین و گدا و ستنگر
 کسے بخشے ہیں انہیں علم کے پاکیزہ گہر
 ہے جہالت کا مگر ہند میں چہ چاکر محمد
 ہند میں ان سانہیں کوئی دلیل وابستہ

وہی کہتا ہر بہانہ بہت ہی کے دفتر
گو بھرے لاکھ کوئی کوٹہ کے اس میں گوہر
باریہ بھی ہے کہ کچھ دیکھو اسے مگر کے اند
ہنکے تحقیر سے کچھ ڈالے ہتھ ہیں اس پہ نظر
کارہ فر سے نہیں ہوتی ہے فرصت ہم بھر
ناج گانے کے مجالس ہوں تو ہاتھ ہو ہند
کیوں دکھائے کوئی آنکھوں کو پکڑ کیوں ہر
رکے میں میرے پانچا بند ہے گٹھا بھسہ
کیوں ہمیں دیتے ہیں لڑکے کے معلم گھر پر
کیوں نہ ہو ہند کی افلاس سے حالت ابتر
دیکھ کر جبکو چھپے اہر میں صبر انور

جب کی قسمت میں ازل سے ہے فلاکت لگی
ایک کوڑی کو بھی لینا نہیں بیان کوئی کتاب
مفت کر دیجئے تو بھاڑ کے پھیکیں یہ ورق
پیش کرتا ہے مصدق جو کوئی اپنی کتاب
اور فراتے نہیں کیا فائدہ ہو اس سے
مفت آتی تھیں دولت جو کریں صرف ہم
کون ملا ہے پڑ پڑ کے کت اپن تاجی
ہلکا شرج سے کب ملتی ہے فرصت جو پڑھیں
جیتے مرنے سے ہمیں توہم کے کیا خطر ہے
جب یہ ہے تو مصدق تو نکا یہ ہے پھر کیا
کیوں بہکتا ہے محب پڑھ کوئی مطلع روشن

مطلع

کہ ڈنر دم دکھاتا ہے ارم کا منظر
پر تکلف وہ قرینہ سے عساحی ساغر
وہ چھری کانٹے وہ چھچھے وہ بلورین کسٹر
چاندنی میر پر ہے یا کہ ہے اہلی چادر
جمع جطر سے ہوں برج فلک میں اختر
جطر خوشہ پروین کا فلک پر منظر
دوستوں کی ہے گمران جوین بھی خوشتر

آج کس جن و تکلف کا ہے سامان ڈنر
خوش ناپہو لون کے دستوں کی وہ میز و پیہار
نقرئی شتریان اور طلائی وہ پلیٹ
نور افشان ہیں قمر پاکہ ہیں لمپین روشن
نیلے گلہ انون میں اس جن سے ہیں چون
قاب میں خوشہ انگور ہیں یوں جب وہ فلک
گو یہ سامان نہیں مہان کے لایق لیسکن

ہے تواضع سے تو اظہارِ محبت مقصود
ورنہ اس لذتِ ادنیٰ سے ہے کیا لطفِ بیشتر
فخر یہ ہے کہ یہ مہمان ہے وہ صاحبِ علم
جبکو سرکار نے دی خدمتِ تعلیم پر
تھا اسی کام کے لائق یہ خجستہ اطوار
مولوی شاعر و نثار و حلیم و بے شمار
ہے محب کی یہ دعا بہ چین سلامت لندن
ہو مبارک انہیں یا رب یہ ولایت کا سفر

قصیدہ تعلیمیہ

جو ہر وقت بنائے مدرسہ اصفیہ واقع ملک پیٹھ لکھا گیا تھا
اے خوشامد کہ جس میں ہو علم و تعلیم
چمنِ علم میں کیا فضل بہار آئی ہے
طور پر جلوہ حق بھستہ توفیقِ صاف آیا
فرصتِ تعلیم کی ہے علمِ آدم جو وسیل
گرچہ حادث ہے دو عالم کی ہر اک شکر لاشے
اہلِ حکمت کی بزرگی میں مہین کوئی کلام
وقتِ علم سے انسان نے کیا ہو کیا زیر
نورِ تعلیم سے ہے گلشنِ جنس یہ جہان
علمِ قسمت میں ہے غیروں کی بہینِ جلِ نصیب
آج اوس مدرسہ کی جوتی ہے قائم بنیاد

دولتِ علم جو لکھ آئے تو کیا ہفتِ تعلیم
لڑا کھڑا تھی ہوئی مستانہ جو چلتی ہے نیم
نورِ تعلیم سے روشن جو ہوئی چشمِ حکیم
تو ملایک پہ بھی ہے علم کی واجبِ تنظیم
ذاتِ باری میں ہے لیکن صفتِ علم قدیم
خود خدا آپکو فرماتا ہے قرآن میں حکیم
گرچہ ہے دیو سے بھی فیلِ زبردستِ جیم
خلعتِ جہل سے لیکن ہی رہی ناچارِ سیم
واہ کیا خوب ہے قسامِ اول کی تقسیم
جس سے نکلیں گے بہشتِ قائم و مہرِ اہلِ تسلیم

سر پرست اوس کے ہین خود آپ شہلک دکن
اسکے حامی ہین جو نواب و قار الا مرا
افسر فوج دکن کی ہے یہ سب حسن سخی
ہو وہ حکمت کی دکن میں ہی ترقی یارب
ہر جوان مرد جو حال دہو بوقت پرکار
نا بوجہ سے تو تحجب کیا ہوا امید تحمین

واد دیتا ہے تری نظم کی ہر مود فہیم

اخبار

سہ شہزاد دغا باز سے بہت اخبار
ہے معلم سا کوئی ہندوین بر تر اخبار
کیون نہ خوشبو سے معطر ہو دماغ ناظر
چھوٹی تختی ہو لو ہو پر ہون مصنا میں بلند
شورش آگیز مصنا میں سے قیامت ہو پیا
فائدہ کچھ بھی ریاست کو نہیں پہونچاتے
دشمن حق ہے جو لوگوں کی خوشامد کے لئے
سرکبٹ حق کی حمایت میں جو ہے بر سر خبگ
نا بوجہ کی تو نظر میں ہین یہ تدوی پر سچے
ہے جو اخبار پر ہر کار حکومت کا مدار
اسکے پڑھنے سے ہے آئینہ ہر اک ملک کاحال

جھوٹ کہتا ہی نہیں بال برابر اخبار
فوج اخبار کا ہے ایک یہ افسر اخبار
ناؤ مشک سے یازدلف معجز اخبار
فائدہ کیا ہے کہ کاغذ کی ہو چادر اخبار
سازشوں سے ہے بھر افندہ محشر اخبار
کھینچتے ہین یہ لکھنؤ سے مگر ز اخبار
دہی احمق دہی اتو ہے وہی خر اخبار
ہے بہادر دہی غازی وہی صف راخبار
جو ہری کو ہے مگر معدن گوہ راخبار
دست حکام سے چھٹا نہیں دم بھ راخبار
سر نہ چشم سلاطین نہو کیون کر اخبار

سنگ ریزوں میں جہاں ہر جگہ چٹائی
 شادابی پڑھنے والی ہوتی ہے دل پر غور وہ
 کیونکہ یورپ کے وزیر دنیا کی ہوا میں نہیں
 ہند میں اہل ریاست میں ہندوستان میں
 سے یہ زیبا جو ملک کو گھون و وحی سما
 جامی بیکس و مظلوم و مظلوم و عرب
 نو کے لالچ سے جو کرنا ہے کسی پر سٹھلے
 علم قانون و دیگر گہین سیاست کی بنا
 ہوگی و درخ سے بھی بہرہ میں و اندیشہ
 صبیہ ہو تا ہے اسی سے تو ہمارے دولت
 ہزار اخبار کے ہر سے کھلے باب ستم
 روشنی چشم میں اس سے تو اس کو دین
 جسکی ترتیب و مضامین و عبارت ہو خراسان
 کارآمد ہوں ان میں اگر سنا تھ اس کے
 چمکے الفاظ مضامین ہوں مضامین ہوں پلید
 باغ پھولوں کا ہے کاغذ پر کہ رنگین صفوں
 بے طالب کیوں چلے آتے ہیں برابر پر ہے
 عالم اخبار کا ہے سب رسالہ کا ہے تھیں
 اسکی جانب سے کبھی اور کبھی اس کی طرف

قابل قدر نہیں اگرچہ ہر زبان ہر اخبار
 گل مستون سے جو ہوتا ہے محض اخبار
 یہ زبان عالم تو اس سے تو از براخبار
 اور یورپ میں لیا جاتا ہے گھر اخبار
 سے ہی ہند کے پرچوں کا پیہر اخبار
 لالوں کو ہے یہ تیغ و دوپٹہ اخبار
 ڈاکوؤں سے بھی وہ بڑھتا ہے تکر اخبار
 تو سب سے بڑھتا ہے کایہی در اخبار
 نکلا ایک بھی پر پڑھنے کو دانا اخبار
 مرغ شہیازہ کو مت کا ہے شہر اخبار
 دست خلعت میں یہی ایک تھا اخبار
 رخ نور شہید سے بڑھ کر ہے منور اخبار
 وہ نور دہی کے بھی پر چھپے بدتم اخبار
 نکلے اوقات معین پر برابر اخبار
 سے دہی گردہ دہن ہست کا مہر اخبار
 باغ جنت کا معلم ہے گل اخبار
 یہ کوئی مگر چٹے ہیں باہین قلندر اخبار
 ندیان علم کی یہ ہیں تو سند در اخبار
 کو دتا پھر ہے کیا کاغذی بند اخبار

طفلِ مکتبِ ہرین ابھی بچھٹا کے لایق بھی نہ ہوتا
 بارِ خورشیدِ حاکمیت پہ خوش آمد کی ہے جھول
 بھوکوں کرتے ہیں مدیرانِ چراغِ تیرہاں
 ملکِ دولت کی پہن لائے ہیں خبریتِ پیہم
 اہلِ مغرب کی جو تعلیم سے ہیں بے بہرہ
 بند کرتے ہیں یہ اخبارِ غضب کرتے ہیں
 ملک کا ہاتھ جو ہے فوجِ نودلِ اہلِ قلم
 مشتہر کرتا ہے اخبار کے اوصاف اگر
 بے ہنر کو نہیں دنیا کی ترقی سے غرض
 جبکہ قبضے میں ہے ہر ملک کا کل بندوبست
 جوشِ طوفانِ اجاوت بھی کرتا ہے فرد
 خونِ فاسد کوئی ہونے نہیں پاتا بھوڑا
 خال و خط دیکھتا آئینہ سمجھ کر اس میں
 آن کی آن میں دنیا کی خبر لاتا ہے
 شبِ دیوِ جہالت میں انہیں کی جھجکا
 جسِ خلوت میں کیا کرتے ہیں پھروں تین
 ہرین یہ نوخیزِ مسلم ہے تیرا اخبار
 یہ عراقی کے حیلہ میں ہے خیرا اخبار
 اور یورپ میں ہے ہر ایک تو نگراخبار
 نامہ برزِ قاصدا قوام - کیو تیرا اخبار
 اُن کے نزدیک ہے روی کے بھی بڑا خبر
 حامیِ شہر ہے بھی ملک کا - یا اور اخبار
 پاؤں اسکے ہیں جو حکام تو ہے سر اخبار
 تو چھپاتا نہیں اشعار کے بھی - غر اخبار
 روز پرستے ہیں کسی وقت ہندو اخبار
 ہیں اسی تیغِ حکومت کے یہ جو ہر اخبار
 کشتیِ نظمِ مہاک کا ہے سنگر اخبار
 دستِ قصاصِ حکمت میں ہے نشتر اخبار
 ایک بیسی پاتا جو اس وقت سکندر اخبار
 یہ کوئی برقِ جہندہ ہے کہ صر اخبار
 ہیں بروجِ فلکِ علم کے خستہ اخبار
 وہ ہمارا ہے ہی مونس و دلبر اخبار

نکے یہ کانپ گئے عاشقِ اخبارِ محب

ہوگا ہرگز نہ جہنم میں مسیہ اخبار

(۳۴)
تہنیتِ جشنِ سالگرہ مبارک سی و چہارم اعلیٰ حضرت حضور پر نور
بنندگانِ عالیٰ متعالیٰ خلد اللہ ملککم

الہی عہدین حضرت کے ہر حیوان انسان ہو
علوم نافذ کی ہو ترقی اس ریاست میں
یہاں آکر پڑھیں سب اہل یورپ رگاہ مین
یہ ہو تعلیم نسوان کی ترقی ملک میں تیرے
وہ آزادی و عفت ہو تیرے عہد مبارک میں
ترے دور حکومت میں ہو عقیدہ یوگان راج
ترے ظل حمایت میں یلین اطفال لاوارث
ترے رعایا عدالت سے بنے ہر سوزن اکرم
ترے عہد ہمایوں میں تمدن کا ہو یہ عالم
وہ تیرے دور میں حاصل ترقی ہو رعایا کو
دکن میں ہن کچی برسے تھو بادشاہ ہو قی کی
دکن میں پھر نہ جو ر و ظلم کی اگلی سی رات آئے
تری ہر فکر ہو صورت مجسم شرع و حکمت کی
محکم کے ان جو اہر کی گران قیمت نہ ہو کیونکہ
کہ جب شاہ دکن خود جوہری اعلیٰ سجدان ہو

کوئی بقراط ہو۔ کوئی فلاطون۔ کوئی لقمان ہو
آرسطو اور جالینوس ہر طفل و بستان ہو
ہمیا عہد میں تیرے ترقی کا وہ سامان ہو
کہ پر وہ میں بھی ہر خاتون افلاطون دوران ہو
کہ گھر میں ڈرسے اوباشوں کے عورتاں بیچا ہو
کوئی بیوہ نہ تیرے ملک میں گریان و تالان ہو
یتیموں کے سر دہ پر دست مادر تیرا دلان ہو
وہ اپنی جھوڑی میں ہم سر شیر نیستان ہو
کہ ہر بستی ہو لندن اور ہر جنگل گلستان ہو
کہ نواب اور راجہ گانوں کا ادنیٰ سادہ ہتھان ہو
ترا از خیر یہ عہد مبارک ابر نیسان ہو
ابد تک یا الہی تیرا مہر عدل تیان ہو
ترے ہر فعل سے تصویر امر حق نمایان ہو

محنت

ترے قدموں سے لگو میں تاج و تخت ملک و مل
 ذاتِ اقدس سے تری ہر علم و فن کو ہو کمال
 باغبان و بہقان ترے فیض قدم سے بہت نہال
 مال و دولت ہے تری پرزور کوشش کل مال
 اس مقولہ کی صداقت میں جو کس کو قیاد و قال
 سست تو میں ہر جگہ مثل زمین بہت پا مال
 ہے کسی کے سر پر شلہ ہے کسی کے برین شال
 کاہلی سے ہند کی دولت پر آیا ہے زوال
 ہند کا ہوتا نہ ایسا قابلِ افسوس حال
 کام میں اُن کو لگائے کون کس کو ہے خیال
 اہل محنت ہی مگر اس قوم میں بہت خالِ خال
 محنتی اشخاص کھاتے ہیں پلاؤ شیر مال
 کاہلی کے ہیں تلخِ کُکبت و رنج و ملال
 بے ریاضت پر حصولِ علم ہے بالکل محال
 بے ریاضت دم بدم آتا ہے طاقتِ مین و مال
 ہیں لیکن اس میں نمایاں جہطِ لوح ہے کاجال
 ہڈیاں اتون کی ہیں گویا کہ فولادی کدال

ترے دم سے جو جہان میں رونقِ نجاد و جلال
 خانہ کائنات و حرفت میں جلو کوہین تیر
 کھیت و باڑی - باغ - کیلاری تجھ ہی سے شاد و شہر
 دستگیری سے تری اہلِ صفاست بہت غنی
 نعمت دینا خدا دیتا ہے اہل کار کو
 محنتی اقوام میں مانند گردون سر بلند
 ہر جگہ جو محنتی اشخاص کی حالت و رست
 محنتوں سوالِ یورپ ہیں جہان میں مالدار
 محنتیں کرتے اگر ہم بندہ عیش و نشاط
 سینکڑوں بیکار ہیں ہندوستان میں مردوزن
 کاہلوں کی اور ناکاروں کی کچھ گنتی نہیں
 کاہلوں کو خشک روٹی بھی نہیں ہوتی نصیب
 پھل ریاضت کے ہیں دنیا میں خوشی و مانجاہ
 گو یہ ممکن ہے کہ بے محنت ملے تخت و سرور
 جسم و روحانی تو محنت سے ہوتے ہیں چور
 کس قدر پر زور ہے حداد کا وہ دست و رست
 ہاتھ سے وہ کام لیتا ہے سحر سے شام تک

محنت و ورزش سے ہوتے ہیں قوی اعصاب
 ہے کوئی عالم بن مخلوق خدا ہے شغل و کار بہ
 صبح سے تا شام خوشید فلک چکر میں ہے
 سب ثابت جملہ سیارات ہیں مشغول کار
 پھر تہی رہتے ہیں دائم مشتری - زہرا - قمر
 گھومتی ہے اپنے محور پر زمین سیل و نہار
 دوڑتا پھر رہا ہے اطراف زمین ملاح فلک
 نظم پروین رات دن لکھتا ہے منشی فلک
 شغل جلاؤ فلک گردن کشی ہے روز و شب
 ابر کو دیکھو تو وہ دن رات ہے مشغول کار
 کوہ و صحرا و پشت و دریا - مرنوع و باغ و چین
 باد کو دیکھو تو وہ بھی ہر نفس ہے کام میں

ہیں انہیں بچوں میں لاکھوں رسم و سہرا بڈال
 دے کوئی محجو جواب اس کا کہ آسان ہو مال
 رات بھر بچہ تپا ہے ماہ چرخ مشعل کو توال
 محنتوں پران کی ہو خود اقلاب فضل و مال
 دم میں لاکھوں میل طکر تیریں وہ ہر تیر چال
 کاوا دیتا ہے عطار و گرو غنم خس و خاشاک
 کوئی ساعست ہی نہیں آرام کا اس کو خیال
 صلح کرتا ہے دیر چرخ یا جنگ لے جدال
 بار محنت سے زحل کو بھی رمانی ہر محال
 غریبے تا مشرق لیجا تا ہے بھر بھر کر پکھال
 گلشن عالم میں ہیں سب کی محنت سو نہال
 کھینچ لاتی ہے یہی بادل کو تا حد شمال

چاند سے روشن کمال و نقص دونوں ہیں محب
 بدر سے محنت سے وہ سستی سے گھٹکے ہیں ہلال

مثنویات

رنگ محل

رات آئی ہوا ہوا شہ زور ہے ماہ فلک پہ جلوہ افروز
ہر سمت برس رہا ہے کیا نور ہے رنگ محل بھی شمع کا نور
شفاف ہے منوہ چاندنی کی چاندی کی ہے بام و در پہ قلعی
وہ دھوپ سی چاندنی مین اشجار ہین برقع نور مین ضیا بار
پہل کے درخت کے وہ پتے ہین برقی کی طسج سے چمکتے

(۱)

ہر سمت سکوت کا ہے عالم تخم تخم کے ہوا بھی لیتی ہے دم
چپ چاپ ہین زیر آسمان سب ہے بند مثال غنچہ ہر لب
آتی ہے مگر فغان کی آواز ہے درو جگر کی جو کہ دم ساز
اس رنگ محل مین کوئی محزون کرتی ہے جواہ زیر گرد و ن
پھٹتا ہے کلیجہ آسمان کا ہے ماہ کا چاک خم سے سینہ

(۲)

کہتی ہے کوئی باہ و زاری مہجور اسیر غم کی ماری
”نواب! یہی ہے تیری الفت بی بی کی محبت و رفاقت
کھائی تھیں اسی کی تو نے نسین کیا کیجئے ہون مین تیرے بس مین

اس قید میں تو نے مجھ کو رکھا
سے جس دوام یہ کہ پروا
کیا قابلِ شرم ہیں یہ کردار
بے جرم مجھے کیا گرفتار
وعدہ تھا جو کی ساتھ میرے
اس بندِ قفس سے اور پہرے
(۳)

چنڈے رہی بعد عقدِ الفت
ہائی نہیں اسب کوئی محبت
جب تک کہ رہی نئی مین و لہن
پروانہ تھا تو مین شمع روشن
اس درجہ ہوا ہے تیرا دل سخت
انکار ہے آئے ہی سے یک لخت
اسکی بھی نہیں تجھے خبر اسب
اُجڑا کہ بسا ہوا ہے گھر اسب
جیتی ہے کہ مر گئی قفس میں
پوچھا نہ یہ تو نے دل برس میں
(۴)

ٹان باپ کے گھر تھی شاد و خرم
دنیا کا نہ تھا مجھے کوئی غم
برتاؤ نہ تھا یہ ساتھ میرے
بدش تھی کوئی نہ کوئی پہرے
شوہر کوئی بیے وفا دے ہر د
کرنا تھا و ان نہ دل مرا سرد
دینا تھا نہ رنج دل کو دایم
تھی صحت روح و جسم قائم
تھا خوف کوئی نہ تھی کوئی فکر
تھا علم و عمل کا رات دن ذکر
(۵)

اُٹھتی تھی سحر میں شاد و بانش
احساس دل تھے سر بہرِ فاش
خوش مجھ سے زیادہ تھی نہ بیل
ہنس مکھ مجھ سے نہ تھا کوئی گل
کوئیل کی طرح سے کوئی تھی
پھر و ن کرے مین اپنے بیٹھی

تھا حسن مرا اگر نہ ایسا ہوتا تو دل سے جیسے شیدا
تھا نہ نظر جو حسن بازار پھر مول نیا تھا کیوں یہ آزار
کیوں مجھ کو چوڑا یا میرے گھر سے مادر سے برادر و پدر سے
میری تھی وہاں تو قدر و قیمت کرتا تھا ہر ایک مجھ سے الفت

(۶)

تھا عفت پہ اس قدر تو نا زان گویا کہ ملا تھا ملک ایران
کہتا تھا یہی بے حد محبت بیگم تو بڑی ہے خوبصورت
کیوں شاخ سے تو نے پھول توڑا؟ مرجھانے کو کیا زمین پر چھوڑا؟

(۷)

اب آہ وہی گلاب کا بھول تو جس کو گیا ہے توڑ کر بھول
پتھر مردہ ہے اور رنگ ہے زرد ہے چہرہ دار خون پہ کیا گرد
تھا اس پر جو پہلے جان سے قربان اب ہے وہی اس کا دشمن جان
باعث وہ زوال حسن کا ہو عاشق جو کمال حسن کا ہو

(۸)

معلوم نہیں ہے تجھ کو یہ بات ہو جاتی ہے دن بھی رنج سے رات
بڑھتا ہے ہجوم غم جو دل پر گھٹ جاتی ہے روح تن کو اندر
الفت کا نثر جو ہو عداوت صدمہ سے ہو رنگ گل بھی چمپت
نازک پھولوں کو باد صدمہ صر شاخوں سے گراتی ہے زمین پر

(۹)

”صنعتی ہوں جہاں ہوں غمِ فرد کش
کسبِ سہوے دہان ہر ایک مردِ شش
پریوں کا اکساڑا اس کو کہیے
زندہ بن کر اٹھیں میں رستہ
وہ چھپی رنگ وہ اون کا جو بن
سہوے ماند ضیا سے جکے کن ان
کیا سامنے دن کے بجلی پھول
بین قیسی باغ کے کلی پھول
(۱۰)

”چھوڑا تو نے وہ بلغِ نواب
ہر رنگ کے گل تھے جس میں شاداب
توڑا یہ پھول اکی حماقت
فطری جبکہ تھی شکل و صورت
وہ لالہ و گل یہ پھول سادہ
یکساں نہیں آب اور بادہ
خوش رنگ وہ تلیان چین کی
پریان وہ آتشی میں حنا کی
(۱۱)

”دیہات کی عورتوں میں میں بھی
بے مثل حسین و خوبو بھتی
صحرا میں وہ گل ہیں خوب صورت
شہر میں میں نہیں سہوے جکی قیمت
ہوتی جو کسان کی میں بیوی
وہ جاتا مجھ کو ایک دیوی
(۱۲)

”نواب! خیال ہے یہ میرا
حسن ظاہر ہے تو ہے شیدا
ہے بندہ حرص و نفسِ عادت
زندہ سے ہے تیری گرم صحبت
تجھ کو کیا قدر حسن ذاتی
ہے صنعت و ساخت تجھ کو بھائی
سچی تری رشتہ بیوی
ہو رنگ محل میں دین کی سیلی!
(۱۳)

نواب یہ عقد دیکھا کہ بیدار
کی زندگی جسے میری رہا
دیہات کی چھو کرمی سے شادی
کی تو نے تو ان بڑی خطا کی
تیرے لئے شاہزادیاں تھیں
عیش و عشرت کی دیویاں تھیں
میں کیوں نہ کروں تری شکایت
مظلوم سے طالع عدالت

(۱۳)

نامتال قدر حسن میرا
تھی قدر نام کی مشکبویا
مناحن کا میرے تو ثنا خوان
چہرہ میرا تھا مسما بان
اب آہ وہی ہے مہر خشان
جو خاک میں سرسبز ہے غلطان
کیون عقد کیا تھا تو نے نواب
زوجہ کا نہ تھا جو پاس آداب
شادی تھی کہ عمر بھر کا تھا رنج
ہیں ساپ بچھے یہ زیور و گنج

(۱۵)

پہوار کو گاؤں والیاں جب
آتی ہیں تو کرتی ہیں ادب سب
بھک بھک کے سلام کرتی ہیں وہ
باتیں کرنے میں ڈرتی ہیں وہ
پہرون تکتی ہیں میرے کپڑے
جھومر۔ پازیب اور توڑے
وہ یہ نہیں جانتیں کہ بیگم
پنخان رکھتی ہے دل میں سو غم

(۱۶)

یہ گاؤں کی عورتیں ہیں سیدی
ہے ان میں نہیں سمجھ ذرا بھی
معلوم نہیں ہے ان کو یہ بات
وہ دن ہیں خوشی سے غم سے مینا
حالت ان کی ہے مجھ سے بھتر
بشاش وہ اور مین مکر

غم ان کو ہے کم خوشی زیادہ
کھانے سادے لباس سادہ
وہ سادگی ان کی وہ قناعت !
قربان ہے اس پر بامارت

(۱۷)

مجبور ہو خوشی کہاں میسر
چاہتی نہیں رنج و غم سے دم بھر
وہ پڑھوں جس کو باد صبر
کردے راگد آگے ہی جلا کر

(۱۸)

ظالم نواب ! کیا غضب ہے
کیا تجھ کو ذرا بھی خوفِ رب ہے
ہر ایک خوشی سے ہم ہیں محروم
دنیا میں تو ہیں مگر ہم معدوم
دریادہ پہاڑ - بارغ - جنگل
وہ گھاس کا سبز فرشِ مغل
یہ قدرتی سیرگاہیں سب ہیں
ہم ان سے بھی بہرہ یاب کب ہیں
بدخود غرور تیرے خدام
انسان نہیں وہ تو ہیں زود دام
جانے نہیں دیتے کھر کے باہر
رکتے ہیں ہمیشہ بند سب در

(۱۹)

تیرے رات کا وقت ہو کا عالم
سوئے ہیں پڑے کسان بے غم
بیٹھی روتی ہوں میں اکیلی
موتس کوئی نہ ہے سہیلی
وہ سامنے پڑ پڑ پیٹھا
تسکین دیتا ہے مجھ کو پیٹھا

(۲۰)

بڑبڑہتی جاتی ہے یاس پیہم
گھٹتا جاتا ہے خونِ صدم
وہ سامنے موت کا فرشتہ
آتا ہے نظرِ سلام کرتا

نواب! ترا مکان ہو آباد رخصت ہوئی تیسرے ایسا یہ نشاناد

(۴۱)

سرد آہ بہری جو اوس نیسے پیہم سینے سے نکل گیا وہین دم
پھرائی نہ کان مین وہ آوا ز تھارنگ محل کو جسپہ یہ تاز
دشت چھالی جو اس مکان پر ششدر ہوا خوشے ہر اک در

(۴۲)

پھر چاک کیا سحر سنہ داناں روتا خون ٹکلا صحر تاناں
رونے کی صدا اٹھی محل سے گزری وہ سینہ جبل سے
کہام چا جو اس مکان مین شور محشر ہوا جان مین

(۴۳)

بیگم کا جنازہ آیا باحصر حبس وایم سے چھوٹی مر کر
زلفش کا ایک شامیانہ چار آدمیوں نے اوسپہ تانا
عبرت انگیز گیت گاتے کچھ لوگ چلے قدم بڑلاتے
آگے پیچھے قدم حشم تھا شامانہ حبس سے نہ کم تھا
قیلون پہ تھا روٹیوں کا انبار اور گروتھے ان کے اہل ادبار

(۴۴)

تا پوت جو قبر پاس آیا بیگم کا بھلا بہان بھی پردا
پردے نے نہ چھوڑا تالحد بھی بیگم کی اسی نے جان لی تھی
اس چاند کو خاک مین ملایا تھا ماہ فلک سا جکا ملو

پھر لاشِ پادشہ کی پھول ڈالے بیگم ہوئی قبر کے حوالے
(۲۵)

بہو اس کے کبھی ہوا نہ آباد پیرنگ محلِ جواب سے برآباد
اسپاس کا کھنڈر سے جاتے عبرت چھائی سے ہر ایک کت و حشت
گرنے سے چورہ گئے ہیں کچھ در خور و گھاس اگ رہی ہے اُتیر
دیہات کی عورتیں وہ سب سے ڈر رہتی جنگل میں ہیں جو اکثر
آئی جالی تھیں یہاں سے بچتی ہیں بہت وہ اس مکان پر
سہرے بھوت پریت کا وہ مسکن فردوسِ نظیر تھا جو گلشن!
(۲۶)

سیاح کوئی جو بھولا بھٹکا آتا ہے کبھی یہاں بھی پھر تا
جب دیکھتا ہے وہ اس کھنڈر کو دیوار شکستہ اور در کو
سناسرے جو واقعات جاناں زونے لگتا ہے کھینچ کر آہ
افسوسِ عورتوں کی حالت ہے قابلِ رحم اور نفرت
بیگم کا یہ حال جو سستے گا دیوار سے سرِ محبت دہنے گا

سچا عشق

(۱)

پُچھتیج وہ دلفریب وادی وہ کوہ کا سلسلہ وہ گھاٹی
گنجان درختوں کا وہ جنگل وہ گھاس کا سبز فرشِ محل

کچا وہ مکان زیرِ اشجار نیچا در اور پست دیوار
ہے صحت دامن کا وہ مکن طاعون کا ڈر نہ خوفِ رہزن

(۲)

اس گھر میں تھی ایک نیک اختر نو عمر - شریفیت - ماہِ پیکر
مانِ باپ کا سر پہ تھا جو سایا تھی اس کو نہ کوئی فکرِ دنیا
تھی مان کی بس اب یہی تمنا دیکھوں آنکھوں سے اُس کا سہرا
بہدا اُسکے رون تو کچھ ہنسین رنج جینے کی ہو بس نہ خواہش گنج

(۳)

زینب بیگم تھا نامِ ادس کا تصویر تھی حسن کی سراپا
بھولی صورت وہ گل سے رخسار صحت کے عیان تھو جس سو آثار
تھی صبح بہارِ نو جوانی رخسار تھے دو لونِ ارغوانی
کھلتے جاتے تھے دو گل تر ہوتا جاتا تھا رنگِ خوش تر

(۴)

محلون کی وہ مصلح وہ مفسر ہیں عقل و شعور سے جو معذور
دیکھیں تھیں سے خطا ہے اس پھول کو جو ابھی کھلا ہو
وہ فخر محل یہ ناخوش بہات دو لونِ مین وہی ہے نو یکدات
ہیرے مین چاکے جس ضیائی جگنو مین بھی ہے نہ ہی تجلی

(۵)

تھی حسنِ مین بس کہ ماہِ کابل ہر ایک جوان تھا اُسے پائل

پڑائی تھیں اُسی پس کی نظرین
مٹی نور کی شکل سر سے تا پا
میاوس تھیں لڑکیاں گھروں میں
خوشید لقا و ماہ سیما
پر حن سے اپنے بنے خبر تھی
گھر چو دھوین راست کا قمر تھی

(۶)

اک دہانہ زید آیا او سکے گھر میں
دونوں کی ہوئیں جو چار آنکھیں
دیکھا کہ پری کھڑی ہے درمیں
دل کے ہوئیں پار وہ نگاہیں
وہ تار نظر تھے جال دل کے
خوشہ و خوش خلق - فخر آبا
نشا زید بھی ایک جوان رعنا

(۷)

ہوتے ہی از دون میں باہم
دونوں کی جو پاک تھی محبت
بھرنے لگے دونوں عشق کا دم
کردی ظاہر انھوں نے الفت
خواہش نہ تھی اونکے دلیں کوئی
دل پاک تھے اور پاک نیت
اسلام کی دونوں میں حمیت

(۸)

حاصل ہوئی عشق کی جو دولت
انفت کی کشش ہوئی جو باہم
دونوں کو ہوئی عجب مسرت
ملنے لگا لطف زیت ہر دم
لیکن قسمت جو جبکہ دشمن
بیٹھیں دو دوست ملے یک جا
کیونکر نہ جلائے برق خدمن
اس چرخ کو کب یہ سہ گوارا

(۹)

زینب کی بہن تھی ایک صغریٰ
پتلی تھی حسد کی سر سے تا پا
نا پاک تھی اس قدر طبیعت
اپنوں کا تھا رنج اس کو راحت
دیکھی اوس نے جو یہ محبت
زونوں سے ہوئی اوس سے عداوت
چالین جتنی تھیں مکر کی یاد
سب اُس نے چلین کہ چو کہ ہر باز

(۱۰)

تھا باپ بھی اس کا اس قدر سخت
نوا کا دل تھا جس کا کم محبت
تھا جسم و کرم نہ اوس کے ولین
الفت نہ تھی اُس کے آپ گل بین
پشتون سے تھا پیشہ زراعت
آتی سے بین بین جس سے طاقت
مٹی سے نکالتا تھا وہ زر
در اصل وہی تھا کیمیا گر

(۱۱)

وہ شعلہ عشق عالم اندر
بڑھتا دیکھا جو اوس نے ہر روز
سمجھا کہ یہ راز ہو گا افشا
ہو جاؤں گا خلق میں مین رسوا
بیوی سے کہا بدل کے تیور
”زید آئے نہ پائے گھر کے اندر“
تا حقیق اوس کو تھا خوف عزت
دونوں میں تھی پاک جب محبت

(۱۲)

اوس سے ہوا زید جب کہ آگاہ
بس بیٹھ گیا وہ کھینچ کر آد
دل میں آئے ہزار و سوا س
گھٹے لگی آس بڑھ گئی یا س
تھی عشق و خرد کے دریاں جنگ
ہر دم چہرہ بدلتا تھا رنگ
غیرت کا یہ یقینی نہ تھا
تھا عشق کا حکم سرکٹاؤ

(۱۳)

آنے کی ہوئی اودھ جوبندش • یان بھی ہوئی جذب لکو جنبش
جھاڑی سے مکان کے پیچھے چھپکر ریتب کو وہ دیکھتا تھا اکثر
پھرون میں جو کہ تھی ٹہلتی رونی تھی کبھی کبھی بستھلتی
سنی تھی تم کی جنب وہ آہٹ آنسو پھر پونجیتی تھی جھٹ پٹ

(۱۴)

آدھی شب تک سحر سے لیکر پھرتا تھا ادھر اودھ ہر وہ مضطر
آہوں سے عیان تھی دلی حالت بڑھتی جاتی تھی روز و شب
دن کی وہ دھوپ رات کی اوس وہ حسرت و یاس اور افسوس
ان سب کا اثر ہوا یہ حمل کر گھٹنے لگے روح و جسم یکسر

(۱۵)

رُخسار وہ دونوں گل سے شاداب صحت کی تھی جن پر آب اور تاب
تازہ وہ کھلے گلاب کے پھول بابل کی نظر تھی جن پر مہ زول
مُرجعائے چلی جو باد صرصر تھا موسم گل خزان سے بدر
اس عشق نے خاک میں ملایا سدا سخن شہاب اُس کا

(۱۶)

مان باپ نے دیکھی جب یہ حالت دونوں کے ہوئے جو اس رخصت
دن رات مریض عشق کے پاس بیٹھے روتے تھے وہ بصد یاس
تھا مانگتا باپ ادھر دکانین مان لیتی تھی اس طرف بلائین

مرنے کا جو وقت آگیا تھا ہوتا ہی نہ تھا اثر و عا کا

(۱۸)

غش سے جو مریض عشق چو نکا بولا کہ یہی ہے اب تمنا
سب کو میرے پاس سے اٹھا دو صورت اس کی مجھے دکھا دو
ہے ہجر میں جسکے جان حباتی یہ سوت نہ آتی گردہ آتی
ہونے کو بہن بداب یہ آنکھیں حسرت ہے کہ اک نظری دکھیں

(۱۹)

افسوس اُس وقت آئی زینب جب کام تام ہو چکا سب
دست نازک سے اُس نے چھو کر دیکھا تو بہن ہے سر دیکر
باران کا بند ہایہ چشم سے تار ڈوبے اشکون میں دو نور خشار
اُس زرد گلاب پر بھی پیچھم آنسو گرتے تھے مثل شبنم

(۲۰)

بے تابی دل تھی کینچ لائی مان باپ سے تھی وہ چھپکرائی
لیکن تھی اُسے یہ فکر حرم کر دے نہ بہن پدر کو برہم
بے درد بہن وہ باپ ظالم! تھا غیظ و غضب کا جو کے خادم
سن لے جو کہیں گئی ہے باہر جیتا چھوڑے نہ اُس کو دم بھر

(۲۱)

یہ سچ کے گھر پھری وہ روتی سر پیٹتی اور جان کھوتی
آنکھوں کے تے وہی تھا بید تھے زرد گلاب جس کے رخسار

تھا دل پہ چونخ و خوف طاری
ہر ایک قدم تھا اُس کو بھاری
تاریک وہ رات راہِ سنسان
دو تو جانبِ کھنڈر وہ ویران
پر خوف وہ الگوؤں کی آواز
ما تم کا بجا رہے تھے جو ساز
(۲۳)

دل میں اس کے جو درد غم تھا
چڑھتا ہر ہر قدم پہ دم تھا
اس درجہ خیال تھا پریشان
دہی شعلیں تھیں سب نمایان
ہر ایک شجر جس کے پیچھے
جھاڑی - دیوار - درکے پیچھے
آتا تھا چھپا نظر وہ دلدار
کرتا ہوا آہ و نالہ صر صر بار
(۲۴)

اوام کا پر خطروہ وادی!
جس سے ہے گزرتا سخت مشکل
گزری وہ یہاں سے تھر تھراتی
ہر ایک قدم پہ خوف کھاتی
ہر سمت سے آتی تھی یہ آواز
دُم توڑ چکا ہے تیرا دم ساز
(۲۵)

پہنچی جب کانپتی وہ گھر میں
غش کھا کے گری مکان کو درین
بہی کی یہ دیکھتے ہی حالت
مان کو ہوئی اک عجیب حیرت
پانی کو چھڑکے منہ پہ بولی
کیون پڑ گئی زربل سبھولی
صد مہ ہو کوئی تو مہ سے بولو
آنکھیں اپنی ذرا تو کھولو
(۲۶)

غش سے چونکی زرا دو ناشاد
یولی کہ فلک نے کی سے پیدا
اتن وہ جہان سے سدا را
تھا جگو جو جان سے بھی پیارا
دیکھوں گی نہ اب کبھی وہ صورت
تھی ایک فرشتہ کی وہ صورت
تھی مجھ سے تو اُس کو پاک الفت
اللہ کرنے نصیبِ جنت

(۳۴)

اتن میرے دل میں ہے بہت درد
ہوئے جاتے ہیں دستِ پا سرد
سینہ میں دل دھڑک رہا ہے
مرغِ بسلی پھر ٹک رہا ہے
یہ کہے ہوئی جو پھر وہ خاموش
مادر کے اوڑھے یہ دیکھ کر ہوش
مجھی کہ یہ اب نہیں سمجھتی
رنگت بہر آن سے بدلتی

(۳۵)

زینب نے بھری جو کانپ کر آہ
نکلی پیرتن سے روحِ ناگاہ
گوری گردن کا پھر تو منکا
ڈہلیز ہی ہوا بدن بھی ٹھنڈا
یہ دیکھ کے مان نے چیخ ماری
صد مہ سے ہوا غش اُس پٹلی
روئے کا اوٹھا جو شور یک بار
پیدا ہوئے حشر کے پھر آندہ

(۳۸)

کرتے گر عہد ان کا یا ہسم
ہوتی نہ محبت ان میں پھر کم
افس یہ ناگوار رسین
ہیں ہند کے دگ جگے بسین
قیدِ دالم وہ سخت پردا
رضی دیا کا ناز بے جا
ہیں سب یہ نتیجہ بے جا
رکھ یادِ محب کی یہ نصیحت

خواہش

خواہش یہی دل میں ایک ہو رہی
 ہو دامن کوہ بستر اپنا
 سبزے کا بچھا ہو فرش محل
 گرتا پڑتا مثال سے خواہ
 وہ شہد کی کہیوں کی آواز
 رہنے کو ذرا سی جھوٹری ہو
 پڑا چھپڑ میں کوئی اہکے
 بیٹھے برابر اولتی پر
 بھولا بھٹکا ہوا کوئی گر
 مہمان ہو شریک ماحضر ہو
 آئین نہ مگر عیسٰی اہل دنیا
 صورت نہ خدا کبھی دکھائے
 جنگل کے درندے ان سے بہتر
 عزت میں کٹے یہ زندگی اب
 سر پر ہو گئے شجر کا سایا
 پھولوں میں بسا ہوا ہو جنگل
 ہو آب روان میان کہسار
 قربان ہو جس پر مطرب و ساز
 سونے کو چٹائی بھی پڑی ہو
 رہنے لگے گھونسل بنا کے
 کرتا ہوا پیچھے برابر
 آجائے تو اس کا ہو یہی گھر
 باتوں میں تمام دن بسر ہو
 اغراض پر اپنے ہیں جوشیدا
 پر چھائیں سے ان کی اب بچا
 ان سے تو ہے ایکسان ہو سو ڈر

خواہش ہو محب کی اب یہ پوری

تجھ سے تو ہو قرب سب سے دوری

قبرستان کی سیر

(۱) ایک دن میں صبح کو گھر سے چلا راستے میں ایک گورستان ملا
 جی میں آیا کچھ پسہ اسکی خیر بہن یہاں اپنے بھی سوتے اور غیر
 ہے یہ وہ شہر خوشان جس میں اب جمع ہیں زندیق - مومن - مذہب
 عشق و حرص و کینہ و بغض و حسد احکامات مذہب و ملت کی کہ
 ان کی راحت میں نہیں کوئی محفل ہے تمام آلائشوں سے پاک دل
 (۲)

میرے دل میں آ رہے تھو یہ خیال اور ان کی بیکی کا تھا ملال
 ساتھ میرے محتاج لڑکا خور و سال قابل دید اس کا تھا اسوقت حال
 دوڑتا - ہنستا - اچھلتا - کودتا پھر رہا تھا مرد و نین جابجا
 میں تو آہستہ اٹھاتا تھا قدم وہ چھلانگیں مارتا تھا دم بدم
 (۳)

دیکھ کر میں نے یہ بچے سے کہا بیٹھ چپ بیٹا! یہ تو کرتا ہے کیا
 مرد و نین پر کودتا پھرتا ہے پاؤں گر بھسلا تو پھر کرتا ہے تو
 خشتگان قبر میں یہ شور غل شاد گورستان میں ہے تو مثل گل
 تھمتے تیرے یہ تیرا کھیل کوڑا ان مزاروں میں جو ہیں جالی درو و
 نامناسب ہیں یہ تیری حرکتیں ہن یہاں اچھی نہیں یہ جراتیں
 (۴)

پاس میرے آگیا وہ دوڑ کر چپ ہوا پھر کھیل دم بھر چھوڑ کر
 ایک لمحہ تک زبان تھی اسکی بند پھر ہوا تھی سب نصیحت اور پسند

پھر ہوئی دل میں خوشی جو موج زن
چو کرمی پھر نہ لگا جیسے بہر زن
چھوٹے بچوں کی طبیعت یہ مزاج
جس میں چہ قربان نہ دنیا کا راج
جس خوشی دل میں نہیں کچھ اسکے غم
اور ناخوش بھی ہو سکے تو ایک دم
پھوڑا کر انگلی لگا پھر دوڑنے
کھیلنے یا پھول پیٹنے توڑنے

(۵)

سبح پھر میں نے نہیں اوس کو کیا
عقل و فطرت کا یہی تھا متقاضی
عقل میں میری ہوا پھر انقلاب
بعد طوفان جس طرح ہو رہا فاب
جب ریح فطرت پہ کی میں نے نظر
کھل گئی چشم بھیر سب سر بسر
ایک دم دیتی ہے جو فطرت سبق
وہ نہیں دیتے کتابوں کے ورق

(۶)

عقل تے دی بڑے بکے یہ محکو صدا
غم نہیں مردوں کا فطرت کو ذرا
ان مزاروں پر جو سب سے اونچا نکلا
رنگ ماتم کی نہیں اس میں جہلاک
خوش نظر آتا ہے ہر جگہ آسمان
کوئی گورستان ہو یا گلستان
نیکوئی یہ شاہیاد سب بجا
ایک سان خوش رنگ ہو اور خوش نما

(۷)

خوشنما وہ ابر کے لگے سفید
آسمان میں جو نہیں کیجا بہین قید
کس خوشی سے آتے جا رہے ہیں دم
سوگ سے مردوں کے انکو کیا ہو کام
جوشیاع مہر پڑتی ہیں یہ سان
ان میں بھی غم کا نہیں کوئی نشان
ایک سان ان کی یہاں بھی چپک
قر کے ہرے پر رنگوں کی جہلاک

(۸)

دیکھو وہ اک قبر کینہ ہے دوان
پڑ گئے ہیں غار جس میں حسابجا
اس میں سوتا ہے پڑا بیکس کوئی
اس محلہ سے جہانکتے ہیں کچھ شجر
آسمان کو دیکھتے ہیں سب یہ بھول
شاوہین چہرے تہین اس کے بھول

(۹)

چیلین منڈلاتی ہیں گورستان پر
وہ نہیں بیان سے گذرتے جلد تر
دیکھو وہ چھوٹی اسی چڑیا قبر پر
کس خوشی سے کر رہی ہے چہچہے
اور کوسے بھی رہاں کے چہچہے
بے ضرر مردوں سے ان کو کیا خبر
کس طرح بیٹھی ہے بے خوف و ہنر
جن کو مردے بھی ہیں شاید سن آ رہے

(۱۰)

گر یہ ہوتا مقصد فطرت کہ ہم
دوئین پیٹین سینہ کو ٹین بار بار
تو خدا کرتا نہ پھر پیدا یہ نور
اور یوں بچوں کے دل میں نیچوٹی
سوگ میں مردوں کو بھونکے بھونکے
اور چھوڑ دین زندگی کے کاروبار
جس میں دائم زندگی کا ہے غور
موج زن ہوتی نہ پھر از خود کبھی

(۱۱)

یہ رخ پر نور فطرت یہ بہار
یہ بھول یہ ہنس کہہ رنگ آسمان
یہ خوشی بچوں کی از خود بار بار
یہ ناسنبھٹی مرغا بوسہ ستار

دے رہے ہیں یہ گواہی سب کو ب سب فتاہین اور باقی ذات رب

زندگی میں خوش رہو ہر دم محب

اور چھوڑو فانیوں کا غم محب

پیچ سمجھ کر چلو اور اندھی تقلید کو چھوڑو

(۱)

سوچو سوچو نہ سوچنے سے ڈرو کچھ نہ اظہار حق سے خوف کرو
لوگ دہمکائیں پر نہ تم مانو فرض اظہار امر حق حبانو

(۲)

ریت رسوں کے تم نہ ہو پابند قوم کو جن سے پہنچتا ہو گزہند
چھوڑو بے دھڑک بری سبب نہ پڑوان بلاؤن کے بس میں

(۳)

تم کرو اپنی عقل سے سب کام اور تقلید کا نہ لو تم تمام
دانش و عقل ہے وہ جو ہر فرد رو برو جس کے آب گوہر گرد
یہ در بے بہا ہے جسکے پاس کب وہ چھوٹا ہے گوہر و الماس

(۴)

جس کو تم جانتے ہو راہ خطا کب قدم مارتا ہے اس میں روا
بھیڑ یا چال تم کبھی نہ چلو آنکھیں رکھ کر نہ باولی میں گرد
عقل کو رہتا بناؤ تم راہ تقلید پر نہ جاؤ تم

عقل جسکو بجا کہے وہ کرو سوچ کر ہر تدم پہ پاؤں دہرو
عقل کی راہ پر چلے جاؤ ٹھوکرین جا بجا نہ تم کھاؤ
(۵)

پوری قوت سے تم کرو ہر کام تاکہ حاصل ہو کام کا انجام
خدمت قوم فرض ہے سب پر تم بھی باندھو محب کمر کس کر

آدمی کو کام کرنا چاہیے

(۱)

زندگانی نہیں ہے وہم و خیال آخر اس کا بھی تو کوئی ہے نال
عروہ زندہ ہے جو ہے بیکار چوب ہے وہ شجر حلائے نیاز
(۲)

نال دیتا ہے ظاہرِ خوشہ و اور باطن میں بے وفایاں
دھوکا کھاتے ہیں اس عقل و جاں اسکی الفت کا پھل ہے حسرت و یاس
(۳)

روح باقی نہ جسم قائم ہے ذات حق ایک حتیٰ دائم ہے
قبر انسان کی ہے جاے قرار دوڑاوس کی نقطہ ہے تائب ہزار
نیر فانی ہے مادہ لیکن ہے عدم جس کا محض ناممکن
ہاک سے جو بنا وہ ہوگا خاک مادہ کو نہیں ہے اس سے پاک
(۴)

غایت زندگی نہیں ہے عیش اور نہ مقصود عمر غصہ و طیش
 ہے مگر زندگی کا یہ مقصد رہو مشغول کا رہنا بہ لہر
 تاکہ تم آج سے ہو کل بہتر شجر عمر لائے برگ و ثمر
 تاکہ طے ہوں سن نازل عزت در رہو چاہئے پستی و ذلت

(۵)

ہے رہ علم سخت دور و دراز مشکل انجام سہل ہے آغاز
 وقت جاتا ہے اس طرح سے گزر جیسے گلشن سے گزرے بادِ سحر
 عمر کو تاد حرص طول و طویل ہر گھڑی بیچ رہا ہے کوس چیل
 راستے میں ہیں جا بجا رہزن مرگ نزدیک اور دور وطن

(۶)

کہ نہ اس زر گدین ہمت پست لڑ تو نفس لعین سے ہمت پست
 خوف سے بھاگ تو نہ مثلِ وحش ساتے ہوں اگرچہ لاکھ جوش
 فتح میدان زندگی کر تو بزدلانہ نہ بھاگ کر مر تو
 رزم دنیا کا جیت لے میدان تاکہ رہ جائے تیرا نام و نشان

(۷)

کیا بہرہ ہے زندگی کا کل خوشنما گو ہوں باغِ ہائے امل
 کہ نہ تو اعتبارِ آئینہ کر نفس بد خو کا ہونہ تو بندہ
 وقت مردہ ہے جو گزرتا ہے وقت بھی جیتا اور مرتا ہے
 وقت موجود ہے مگر زندہ اور ماضی کو جان تو مردہ

(۸)

زندہ اوقات میں کرو کچھ کام خون کرنا ہے وقت کا بھی حرام
تم بہرہ رسد کرو خدا پہ فقط جز خدا سہرا ہے سب کا غلط
صبر و محنت سے کوئی کام کرو زندگانی میں کچھ تو نام کرو

(۹)

اچھے لوگوں کے تذکرے سکر دل پہ ہوتا ہے واقعی یہ اثر
کہ کریں ہم بھی کوئی اچھا کام چھوڑ جائیں جہان میں اپنا نام
کو ج ہو گا ہمارا تو اک دن چھوڑ جائیں گے نقش بالکین
ہو گا نگ نشان یہ نقش قلم رہنمائے مسافران عدم
کوئی گم گشتہ مضطرب خستہ دیکھ کر اس کو پائے گارستہ
اس سے ڈھونڈیگا راہ کا وہ سراغ نقش پا ہو گا راستہ کا چراغ
راہرو کی بند پائے گا بہت آگے پڑھنے کی ہوگی بہر جرت

(۱۰)

چست باند ہو کر آٹھو یارو استدر بہتین نہ تم یارو
اپنی حالت کو کچھ درست کرو بے زبانوں کی طرح تم نہ ہو
قوم کا بھی کرو مگر کچھ کام زندگانی کا ہے یہی انجام

اے محب تو بھی قوم پر ہونشہ

نوع انسان کا اگر تو ہے غنوا

رات

رات ہے وقت راحت و آرام شام لاتی ہے خواب کا پہنچاں
 حرکت کے ہے بعد عیش سکون نشہ مٹی سے لطف ہے پیر فرشتا
 وہ چھوکنے پر لیٹنا تھک کر کیا ہی دیتا ہے لطف تاپہ سحر
 سکر نیچے وہ گدگد اٹکیں زانوئے حور سے بھی نرم سوا
 بختا ہے وہ روح کو فرحت مستم کہ اس سے کیا نسبت
 وہ تھکے ماندے دن کو عضو بدن

زہم گدے پر پھیل کر مین گن رات ہے خواب دیکھنے کا وقت
 یاد آتے ہیں واقعات کھن نقش پر آب دیکھنے کا وقت
 نظر آتی ہیں وہی تصویریت گہ خوشی اور گاہ رنج و محن
 عالم خواب اور بیداری یہ تخیل کی سب ہیں تحریریں
 دو نو حیرت فراہین ایک ظلم مستی و غفلت اور ہوشیاری
 خواب بھی ہے عجیب سر خدا حالتیں مختلف ہیں ایک ہی جسم

بھید اسکا نہیں کسی پہ کھلا
 غلط جہل میں ہے علم چراغ

رات ہے وقت کاروبار و مانع جمع ہوتی ہے جس میں دولت علم
 ہے یہی موسم زراعت علم کھودنے میں پسینہ جنگے ہو خون
 علم کے وہ خزانہ مدنون

کتبِ درسیہ میں سب میں پڑے ہمیرے کاغذ کی کلاں میں ہیں گڑی
 لاکھ آتے ہیں جن کے یہ گھر وہ ہیں شانِ عرصہ سے بہتر
 بیچ ہے انکے سامنے دولت

علم و فن کی ہے ہر جگہ عزت

رات ہے وقت گریہ و زاری ہے ہر اک پل پھاڑے بھاری
 واقعات گزشتہ صورتِ حال آتے ہیں رو بروئے چشم خیال
 یاد آتے ہیں بھولے رنج و محن تازہ ہوتے ہیں داغِ ہائے کہن
 پیکر سے فرزند و خویش دیدارِ شفیق ہیں تصور کے رات ہی کو رفیق
 ساتھ لاتے ہیں اپنے تحفہ رنج دل کو دیتے ہیں نذر اشک کا گنج

رونا پھیلے پھر وہ بیوہ کا

دل پر نشتر لگاتا ہے بھرا

رات ہے وقت دید جلوہ یار جان پر روانہ شمع پر ہے نثار
 کوئی فرقت نصیب تابیہ سحر تارے گنتا ہے صحن میں آکر
 کوئی ملتا ہے لیٹا بستر پر یاد دلبر میں پھرون روئے قمر
 ہیں کسی کے جو کان آہٹ پر ملک کی باند ہے دیکھتا ہے در
 بزمِ عشرت میں کوئی ماہِ جبین دیکھتا رقص ہے بصدِ تمکین
 کوئی ملتا ہے چہرہ بیمار ہاتھ دھرتا ہو نبض پر ہر بار

کوئی میت کے پاس بیٹھا ہے

سر جھکائے اوداس بیٹھا ہے

رات ہے وقت فکر و غور جہان
نکلتے ہیں منقشہ کے سر نجات
اہل دل کی یہی تو ہے معراج
نقل اول کی سہمی یہی سر تراج
روح جاتی ہے تاج چرخ تہرین
دم میں آتی ہے بجزیرہ سے کربان
دل چو ہوتا ہے رنگ محض جو پاک
نظر آتے ہیں اس میں نوافل اک
مش نوڈا گرات عکس سدا
دل مکہ آئینہ میں سحر ہے جلاوٹا

ایک آئینہ میں ہیں دو عالم
سہ سے وجود اسطر صفہ دو صر جو عالم

رات ہے وقت غور آمد و رفت
جاسچے ہیں حساب جہان بکرمنا
آمد و خرچ اور سود و زیان
بھی کھاسے تہہ پڑا کھتی ہیں ہر آن
دیکھتے جو نہیں حساب و کتاب
اُنہما ہوتا ہے کار و بار سراسیمہ
دل سے بیٹے ہیں اہل دل بھی باب
جاسچے ہیں عمل کی روز کتاب
چو ریاں نفس کی جو پاتے ہیں
غیض سچ بیچ و تاب کھاتے ہیں
ڈانٹتے ہیں وہ نفس کو ہر بار

تازہ بگڑے عمل کا کار و بار

رات ہے وقت رخصت آخر
جو ہے دنیا کی کلفت آخر
وقت رخصت جو آگیا ہے قریب
جمع ہیں گرد سب عزیز و قریب
روح کوئی ہے رخصتی جو سلام
سب پہ طاری ہے سچ کی حالت
پہر نہیں دیکھتی وہ بھر کے ذرا
گہر میں چلتا ہے پھر تو اک کہرام
او سکورو نے کی کچھ نہیں پروا

چھوٹ جاتے ہیں سب صعب و عذر
ساتھ جاتے ہیں کار با بے نیکو

فرشتے کی سرگوشیاں

دُش شبِ حیرت وہ غمِ فرشت	ہو کا عالم وہ ہر طرف وحشت
وہ دمِ وہ ہوا کا جوش و خروش	ہیں ہوا جس سے آند ہوں کچی ہوش
بیٹھی ہے اک مکان میں ایک حسین	متفکر شکستہ دل غمگین
رنج پہ پڑا ہے جبکہ شمع کا نور	نظر آتا ہے صاف جلوہ طلوع
اشک جاری ہیں لب پہ ہر وہ فوان	پیارے جعفر! جہاد پر ہو کہان
ہو سست درین پاک میدان میں	خیمہ میں رن میں پاک زندان میں
خیر سے لائے گھر تمہیں اللہ	ماگتی ہوں دعا یہ شام و پگاہ

یاد تو ہر میں روتی جاتی ہے	اور موتی پر دتی جاتی ہے
گوند ہتی ہے جو موتیوں کا دہار	در انجم ہیں ہر لڑائی پہ نثار
ایک بچہ حسین و مسہ پارہ	جس سے روشن ہو سارا گہوارہ
خواب راحت میں سوزا ہے پڑا	دل میں خوشی چنے ہو رما ہو پڑا
ننتھے ہونٹوں پہ مسکراہٹ ہے	رخ روشن پہ جگمگاہٹ ہے
مان یہ کہتی ہے بوسوں لے لے کر	اے میرے خندہ رو حسین پسر
جانتی ہوں فرشتگانِ خدا	تیری کرتے محفلت میں سدا

تجھ سے کرتے ہیں کانا چھو سی یہ ان سے کرا التجا وراسی یہ
ہوں تیرے باپ کے بھی وہ نگوان بھڑین ہو کہ برسر میدان

تو تو سوتا ہے پردہ میں بیدار دشمنوں سے تیرے وہ ہیں ہتیار
سے یہ دنیا سببتوں کا مکان جمع ہیں اس میں لاکھوں ہی شیطان
پر کسی کی نہیں ہے یہ طاقت کہ بلا حکم رب کرے حرکت
کر دعا یہ اسی خدا سے تو کہ بچا اوسکو ہر بلا سے تو

شب بجران کی پہر ہوئی جو سحر نور کے ٹڑکے جعفر آیا گھر
دیکھتے ہی اوسے وہ ماہِ لست ہٹکا بٹکا کھڑی رہی اک جا
آنسو مارے خوشی کے بہنے لگے حال دل طفل اشک کہنو لگے
شاہی مرگے جو وصل حبیب عاشقوں کو نہیں ہے عیش نصیب
راحتِ قلب ہوش میں ہے کہاں اس پر قربانِ جہان کی خوشیاں
اپنے بچے کو پھر لگا کے لگے ”بولی باوا تمہارے تم سے ملے
جاننتی تھی ملک اوترتے ہیں تجھ سے سرگوشیاں وہ کرتی ہیں

باپ سے بڑھ کے مہربان ہے خدا
کیون نہ چون کی پہرے وہ دعا



غلطنامہ دیوان محب

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۲	۱۱	+	جو غنچہ	۹۸	۱۷	کا	گا
۳۳	۲	دیکھیں	دیکھو	۱۱۸	۴	جل	اجل
"	۱۳	ایکے	اکے	۱۲۲	۹	شکرے	شکوے
۴۰	۱۱	دیکھتے	دیکھتے	"	۱۲	جواؤ نکے	جواؤ نکے
۴۳	۹	نہ	نہ	۱۲۳	۶	نولاد	نولاد
۴۴	۷	لون	دون	"	۱۶	شیر	تیر
۵۰	۳	منصور	منصور	۱۲۴	۹	شمیر	شمشیر
"	۱۸	یہ	x	۱۲۷	۱۶	چربا	چربا
۵۲	۴	خانک	خالی	۱۳۴	۵	ڈو	خولے
۶۰	۱۵	برلا	برلا	۱۳۷	۱۲	پر لیا	پر لیا
۶۱	۷	بھگت دتھن	بھگت دتھن	۱۳۵	۵	رنگ جانفرا	رنگ دو بے جانفرا
۶۴	۱۸	اسنے	اسٹھتے	۱۳۸	۴	ڈوبتے	ڈوبنے
"	۱۹	بہان	جہان	"	۱۵	دالی	دالی
۶۹	۱۸	وہ	وہ	۱۴۱	۱۷	چھپے	چنے
۷۱	۷	گھٹک	گھٹک	۱۴۲	۷	بچھی	بچھی
۷۹	۷	تھکاپ	تھکاپ	۱۴۳	۱	ہر	+
۸۰	۱۱	تینیس	تینیس	۱۴۷	۱۰	سیر	سیر
۸۲	۴	سانی	سانی	۱۴۹	۶	تہین	تہین
"	۹	عید و قربان	عید و قربان	۱۵۳	۸	اخبار	اخبار
"	۱۹	اہسان	اہسان	۱۵۵	۵	صناعت	صناعت
۸۴	۱۱	ایک	اک	۱۶۰	۱۸	تری	تیری
۸۵	۲	اک	ایک	۱۶۱	۱۸	فرضی وحیا	فرضی وحیا
"	۳	میشد	+	۱۸۰	۹	نقش پر آب	نقش پر آب
۹۲	۱۹	وہ	وہ	۱۶۰	۱۹	x	x
۱۲۲	۱۳	عوض	عوض				

ہر جگہ پر آب
نقش پر آب

تصنیفات محب

رباعیات محب - اس میں مختلف فلسفی مصنفین کی کارآمد رباعیات ہیں۔

۱۴

ڈراما - اس میں ایک بوڑھے نواب کی شادی کا خا کا کھینچا گیا سہرے اور ہندوستانی

بعض لغوی زمین بتائی گئی ہیں۔ ----- ۱۲

میر اپلا جرم - یہ ایک دلچسپ ناول ہے جس میں فرانس کے بد معاشرہوں کے

مفضل حالات درج ہیں۔ ----- ۱۱

دیوان محب - اس میں مختلف فلسفی مصنفین پر غزلیں وغیرہ لکھی گئی ہیں نوٹ

موجود ہے۔ ----- ۱۰

رسالہ معلم نسوان کی گزشتہ جلد میں - یہ جلد میں عورتوں کی معلومات کا

ایک عمدہ ذخیرہ ہیں ان میں ان کے متعلق ہر قسم کی واقفیت ملتی ہے ہر ایک پوری

جلد کی قیمت ----- ۹

اور متفرق رسالہ جات کی قیمت فی درجن ----- ۸

اگر تاجران کتب ن کتابوں کو خرید کرینگے تو ان کو ۲۵ روپیہ سنیکڑا کمیشن دیا جائیگا

المشہور
صادق حسین گوشہ محل حیدر آباد دکن